بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور روشن کتاب آ گئی جس کے ذریعہ اللہ ہر اس شخص کو امن کی راہ دکھاتا ہے
جو اللہ کی رضا کا طالب ہو اور اسے اپنے اذن سے تاریکیوں سے نور کی طرف نکال کر سیدھی راہ پر چلاتا ہے (قران)

روحِ اسلام اور امن

یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

ڈاکٹر فضل الرحمٰن یوسف فضلی

ادارہ تعمیر اخلاق، آلو مہار، ضلع سیالکوٹ

Marfat.com

روحِ اسلام اور امن

ادارہ تعمیر اخلاق، آلومہار، ضلع سیالکوٹ، پاکستان

ڈاکٹر فضل الرحمان یوسف فضلی

Marfat.com

قوّتِ عشق سے ہر پست کو بالا کردے
دہر میں اسم محمد ﷺ سے اجالا کردے

چشمِ اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے
رفعتِ شانِ رَفَعنَا لَکَ ذِکرَک دیکھے

کی محمد ﷺ سے وفا تُو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لَوح قلم تیرے ہیں

Marfat.com

انتساب

مشفقہ و معظمہ والدہ محترمہ کے نام

کہ ہر خوشی اور کامیابی اور زندگی کا لمحہ لمحہ

ان کی دعاؤں کا مرہونِ منت ہے

اور

ہر اس شخص کے نام

جو اسلام کی روح کی حلاوت سے امن کا خواہاں ہے

Marfat.com

تشکرات

یہ ناچیز نہایت انکساری سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے جس نے اپنی خاص رحمت سے اس تحریر کی استطاعت عطا فرمائی۔ اس کے حبیب پاک ﷺ کی اُسوہ حسنہ اور کلماتِ طیبات نے ہر قدم پر جو ضیا بخشی اس کے بغیر یہ کاوش ممکن ہی نہ تھی۔ یہ قلم نہ یہ زبان وہ الفاظ تلاشتے ہیں جن سے ان کی مدح سرائی ہو سکے۔

اسے قرطاس پر لانے میں جنہوں نے مدد کی ان میں خاص طور پر اپنی رفیقہء حیات ڈاکٹر زرینہ شیریں ہیں جنہوں نے نہ صرف پُرسکون ماحول فراہم کیا بلکہ خیالات کو اس ڈگر پر لانے میں مدد کی جو آپ کے سامنے ہیں۔ عزیزانِ ذیقدر میجر انجینئر ذیشان، مسز رافعہ ہارون کاش اور انجینئر رابعہ کے بے لاگ تبصرے اور انجینئر خالد محمد ابراہیم شدید سے تبادلہ خیال کے نتیجہ میں کئی ایک تصورات کو جامعیت ملی اور بہت سی احادیث مبارکہ کا اضافہ بھی ممکن ہو سکا۔ عزیز القدر ذی جاہ نے اس کتابچے کے سرِ ورق کی خاکہ بندی کی۔

محترم المقام جناب پروفیسر ناصر حمیدی، عزیز القدر ہادی عبدالمنان، جناب اسلام نشتر، جناب غلام محمد، جناب سیف اللہ، جناب ضیا المرتضیٰ اور محترمہ ارم ملک نے مسودے پر نظرِ ثانی سے غلطیوں کی تصحیح فرمائی جبکہ جناب غلام رسالت نے اس کی ٹائپ اور 'دی پروفیشلز' نے پرنٹنگ میں مدد کی۔

ناچیز ان سب کا تہہ دل سے ممنون ہے۔

فضل الرحمٰن یوسف فضلی

Marfat.com

فہرست مضامین

حصہ اول

تصورِ دین

باب اول: بنی آدم اور نظریہ حیات	1
1۔ تخلیقِ آدم اور تعمیرِ شخصیت	1
2۔ پیامِ ازل اور ارتقا	5
3۔ نورِ ہدائت کی تکمیل	8
4۔ اسلام کا نظریہ حیات	10
باب دوم: ارکانِ دین کی روح	16
1۔ ارکانِ دین کی اہمیت	16
2۔ توحید اور اتمامِ توحید	18
3۔ رسالت اور تکمیل اخلاق	22
4۔ نماز اور ہم آہنگی	27
5۔ روزہ برائے تقویٰ	37
6۔ زکواۃ برائے معاشی فلاح	40
7۔ حج برائے وحدت امہ	48
باب سوم: ایمان اور اس کی تکمیل	52
1۔ ایمان کا تصور	52

Marfat.com

2۔ایمان کی شرح	54
3۔مومن کی خصوصیات	55
4۔آخرت پر ایمان	60
باب چہارم: اعمالِ صالح کی نوعیت	66
1۔ بنیادی اصول	66
2۔ارشاداتِ ربانی	68
3۔فرامین رسول ﷺ	69
4۔تقویٰ کی اہمیت	71
انفاق	73
ایفائے عہد	75
عدل وانصاف	78
احسان	81
صدق	82
صبر واستقلال	83
عفوودرگزر	84
خوفِ خدا	86
شیطانی وسوسوں سے احتیاط	87
باب پنجم: حقوق العباد کی ادائیگی	88
1۔بنیادی اصول	88

Marfat.com

2۔ باہم تعلقات میں خوشگواری 90

3۔ دیانت پر مبنی معاملات 96

4۔ باہم محبت کے جذبات 100

5۔ متفرق نیک اعمال 102

باب ششم: اعمالِ صالح اور امن 104

قران وسنت سے رہنمائی 111

امن ایک فطری تقاضا 107

امن کے لئے اعمالِ صالح 108

حصہ دوم

تصورِ جہاد 109

باب اول: اسلام میں جہاد کا تصور 110

1- جہاد کا مفہوم 110

2- جہادِ اکبر 111

3- جہاد سے متعلق متفرق ارشادتِ رسول ﷺ 112

4۔ جہاد ایک دائمی عمل 113

باب دوم: نفس کے خلاف اور قربِ الٰہی کے لئے جہاد 114

1۔ تزکیہ 114

2۔ آگہی سے قربِ الٰہی 116

3۔ جہدِ مسلسل کی ضرورت 124

Marfat.com

باب سوم: جہادِ بالعلم والقلم	126
1۔علم کی فضیلت	126
2۔قرآن سے روشنی	127
3 ۔مسلمان اور علمی عروج	129
4۔علمی بحران اور زوالِ مسلم	131
5۔دعوتِ غور وفکر برائے ترویج علم	135
6 ۔اجتہاد اور دین کی آفاقیت	139
باب چہارم: جنگ کے ذریعہ جہاد (قتال)	143
1۔اصول برائے تحفظِ جان	143
2۔حالات برائے جنگ	145
3۔قواعد وآداب جنگ	147
4۔جہاد کی تیاری	157
5۔قتال کی عملی شکل	158
6۔بے جا قتل کی مذمت	159
7۔مسلمانوں میں رواداری کی مثالیں	162
8۔مسلمانوں کے لئے تبدیلی کے لئے جہاد	163
حوالہ جات	164

Marfat.com

حصہ اول

تصوّرِ دین

وہ چنگاری خس و خاشاک سے کس طرح دب جائے
جسے حق نے کیا ہو نیستاں کے واسطے پیدا
اقبالؒ

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(اللہ کے نام کے ساتھ جو نہایت مہربان اور بہت رحم کرنے والا ہے)

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم

پیش لفظ

اسلام، اللہ تعالیٰ کی توحید کے ساتھ انسانی وحدت کا تصور پیش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر اپنی روح پھونکی (1) اور سب کو نفسِ واحد سے پیدا کیا (2)۔ اس طرح روح اور خون دونوں طرح سے تمام انسان رشتے کی ایک ہی لڑی سے پرو دیئے۔ لہٰذا ایک دوسرے کی سلامتی اور امن کی خواہش اس کا ایک فطری تقاضا ہے۔

انسان کے اندر اپنی روح کے حوالے سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے محبت کرتا ہے (3) اور ان سے بھی محبت کا متقاضی ہے (4) اور چاہتا ہے کہ تمام لوگ دیئے گئے نظریہ حیات کو اپناتے ہوئے باہم اخوت کے جذبات کے حامل ہو کر ایک امت بن جائیں۔

اسلام اصولوں پر مبنی ایک ایسا آفاقی، متحرک اور قوت آفریں نظریہ حیات ہے جسے دینِ فطرت کہا گیا ہے کیونکہ یہ معروفاتِ فطرت کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور منکراتِ فطرت سے روکتا ہے۔ معروفاتِ فطرت میں ہر وہ کام شامل ہے جسے فطرت پسند کرتی ہے، مثلاً مساوات، عدل وانصاف، خوش خلقی، پاک دامنی، سچائی، دیانت، ایفائے عہد، ایک دوسرے کی جان ومال اور عزت وآبرو کی حفاظت اور جو کچھ بندے کو عطا ہوا ہے اسے دوسروں میں بھی تقسیم کرنا۔ نیز اس قسم کے دوسرے نیک کام جو انسان کی بہتری کے لئے ہوں سب شامل ہیں۔ اس کے برعکس منکراتِ فطرت وہ ہیں جو فطرت کے لئے ناپسندیدہ ہوتے ہیں، مثلاً جھوٹ، بددیانتی، بد عہدی، دھوکہ دہی، بدگمانی، بدگوئی: بہتان، غیبت، چغل خوری،، دشمنی، فتنہ، فساد، ظلم وستم، تعصب، انتقام، غصہ، غرور، تکبر، حرص، بے صبری، بزدلی، بے حیائی، فحاشی، گندگی وغیرہ۔

Marfat.com

یہ نظریہ جامع اور ہمہ گیر ہوتے ہوئے زندگی کے ہر پہلو کا احاطہ کرتا ہے۔ اپنی حقیقت کی پہچان یعنی آگہی کے ساتھ ایمان کی پختگی اور اعمالِ صالح یعنی نیکی کے کاموں کے ذریعہ نیابتِ الٰہی کی ذمہ داریوں سے عہدابرآ ہونا اس کی اساس ہے جس سے نہ صرف اپنی ذات کے لئے اطمینانِ قلب یعنی امن حاصل ہوتا ہے بلکہ پورا معاشرہ امن کا گہوارہ بن جاتا ہے۔

اسلام میں دیئے گیے اصولوں کی نہج پر انسانی کردار کی اخلاقِ فاضلہ پر تعمیر اور ایک ہم آہنگ معاشرے کی تشکیل ہوتی ہے۔ اس کے بنیادی ارکان: توحید ورسالت، قیامِ صلوٰۃ، زکوٰۃ، روزے اور حج وہ ستون ہیں جن کی روح اور مقصد کو سمجھ کر ادائیگی سے دین کی عمارت تعمیر ہوتی ہے جس کا خاصہ پختہ ایمان اور اعمالِ صالح ہیں۔

غور طلب بات یہ ہے کہ جب یہ نظریہ اتنا خوبصورت ہے تو اس کے نام لیوا یعنی قریباً دو ارب مسلمان جو دنیا کی کل آبادی کا کم از کم چوتھا حصہ ہیں آج اندھیروں میں کیوں بھٹک رہے ہیں۔ اگر دیکھا جائے تو وہ بے شمار مسائل سے دوچار ہیں جن کا تعلق اخلاقیات سے ہے اور اقتصادیات سے بھی، سیاست سے ہے اور انتظامی کارکردگی سے بھی۔ امن کے حوالے سے بھی اس وقت دنیا میں مجموعی طور پر سب سے زیادہ انتشار مسلمانوں میں پایا جاتا ہے۔ اس کی بہت سی وجوہات ہیں لیکن ایک بڑی وجہ علم کا فقدان ہے، دوسری وجہ اپنی حقیقت سے لاعلمی جس سے ایمان پختہ ہوتا ہے اور تیسری دین کی روح اور مقصد کا پوری طرح پتا نہ ہونے کی وجہ سے فروعات کی بنا پر تفرقہ ہے۔

محسنِ انسانیت حضرت محمد ﷺ نے اسلام کی تبلیغ کے سلسلے میں جو پہلے اقدام اٹھائے ان میں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت کے ساتھ تزکیہ نفس، تعلیم کا فروغ اور مسلمانوں کو متحد کرنا تھا۔ مکہ میں شدید تکلیف دہ حالات کی وجہ سے مدینہ کے لئے ہجرت کرنا پڑی۔ وہاں پہنچ کر آپ ﷺ نے مسجدِ نبوی کی تعمیر سے تزکیہ وتعلم کا سلسلہ مضبوط بنیادوں پر استوار فرمایا اور ایک اسلامی ریاست کا قیام عمل میں لائے۔ کسی بھی مضبوط اور کامیاب ریاست کے لئے امن ایک اہم ترین ضرورت ہے۔ لہٰذا آپ ﷺ نے مدینہ کے سب لوگوں کو متحد کرنے کے لئے ایک معاہدہ کیا جسے 'میثاقِ مدینہ' کہا جاتا ہے۔ چونکہ

Marfat.com

اس وقت وہاں مسلمانوں کے علاوہ یہودی اور کئی اور مذاہب کے لوگ بھی آباد تھے لہٰذا اس معاہدے میں ایسی تمام شقیں رکھی گئیں جن کی اساس پر مذہبی آزادی، رواداری، فراخ دلی، اور انسانی اقدار کا تحفظ یقینی بنایا گیا۔ اس کے نتیجے میں بلاتفریق مذہب، قبیلہ، رنگ و نسل سب لوگ ایک جھنڈے تلے جمع ہوئے۔ میثاقِ مدینہ انسانی تاریخ میں اتحاد کا پہلا تحریری عالمی دستور ہے۔ اسلام کی وسعت کے ساتھ کئی ایک ملحقہ بستیوں میں بھی غیر مسلم آباد تھے جن میں سب سے پہلا معاملہ نجران کی عیسائی آبادی کا آیا۔ لہٰذا انہیں بھی انسان دوستی اور مذہبی رواداری کی بنیاد پر 'معاہدہ نجران' کے تحت ہر طرح سے مذہبی آزادی اور جان و مال کا مکمل تحفظ دیا گیا۔ آج قیامِ امن کے لئے نہ صرف کسی ایک ملک کو بلکہ ساری دنیا کے موجودہ حالات، محسنِ انسانیت ﷺ کے دئے گئے ان اصولوں پر عمل کی دعوت دیتے ہیں۔

علم کے حوالے سے مسلمانوں کی موجودہ حالت بڑی ناگفتہ بہ ہے۔ دین کے بنیادی ارکان کی حکمت اور روح سے لاعلمی کی وجہ سے وہ عام طور پر ایک رسم یا عادت کے طور پر یا صرف ثواب حاصل کرنے کی خاطر یا سزا کے ڈر سے ادا کئے جاتے ہیں۔ لہٰذا تقویٰ حاصل ہوتا ہے اور نہ شخصی سطح پر کوئی مثبت تبدیلی واقع ہوتی ہے اور نہ ہی معاشرے میں ہم آہنگی نظر آتی ہے جو اِن ارکان کا بڑا مقصد ہے۔

آج ایک مسلمان اس لیے مسلمان ہے کیونکہ وہ مسلم گھرانے میں پیدا ہوتا ہے اور اسلام کے بارے میں جو تھوڑا بہت علم حاصل کرتا ہے وہ عام طور پر فرقوں اور مسلکوں کی محدود سوچ کے ساتھ دین کے ظاہری خدوخال کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ اس سے اسلام کے صحیح تصورّ اور حقیقت کی پوری طرح ترجمانی نہیں ہوتی۔ مسلکوں کی بنا پر ایک دوسرے سے کئی بار شدید اختلافات، تفرقہ اور تشدد کا موجب بھی بنتے ہیں جس سے وحدتِ ملی کا شیرازہ بکھر رہا ہے۔

اختلافِ رائے نہ ہی وحدتِ اسلامی کے منافی ہے اور نہ اسے مٹایا جا سکتا ہے لیکن ایسے مسائل کو آپس میں افہام و تفہیم کے ذریعے حل کرنا یا اپنے نقطہ نظر پر قائم رہنا لیکن آفاقی اصولوں پر اتفاقِ رائے ایک مومن کا شیوہ ہے۔

موجودہ دور میں جب انسانی فکر زمان و مکان کی حدود پار کر رہی ہے، ہماری نوجوان نسل

Marfat.com

دین کو حالاتِ حاضرہ کے تناظر میں دیکھنا چاہتی ہے۔یہ بھی ایک خوش آئند بات ہے کہ عام طور پر لوگ اور خاص طور پر نوجوان جذبوں سے لبریز ہوتے ہیں۔ان کے اندر بیشمار صلاحیتیں چھپی ہوئی ہیں اور اذہان اچھائی کی طرف مائل ہیں۔ان کی نظریں موجودہ صورتِ حال سے پریشان ہو کر دین کی اصل حقیقت جاننے کے لئے اِدھر اُدھر اٹھ رہی ہیں۔

لہٰذا ایک ایسی مثبت سوچ کی ضرورت ہے جو فروعی مسائل اور گروہی تعصبات سے بالاتر ہو کر دین کی متحرک، قوت آفریں اور ہمہ گیر روح کی ترجمان ہو جسے اپنا کر دنیا میں اخوت محبت اور رواداری کے ساتھ ترقی، خوشحالی اور امن کا دور دورہ ہو۔بس یہی خواہش اس تحریر کی محرک ہے۔

خدا نے آج تک اُس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا
اقبالؒ

اس تحریر کے لئے قرآن مجید اور احادیث مبارکہ سے روشنی حاصل کرتے ہوئے خیالات کا اظہار کیا گیا ہے۔چونکہ دونوں کا ماخذ عربی زبان ہے اس لئے مختلف اُردو تراجم سے مستفید ہوتے ہوئے مفہوم بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔لہٰذا اکثر جگہ پر تراجم لفظ بہ لفظ نہیں۔اصل متن دیکھنے کے لئے حوالہ جات دے دیئے گئے ہیں۔

اختلافِ رائے ایک متجسس اور محقق ذہن کا خاصہ ہے اور قابلِ قدر ہے۔لہٰذا آپ کی گراں قدر رائے ای میل کے ذریعہ باعثِ صد افتخار ہوگی۔

یہ ناچیز اللہ تعالیٰ سے ملتجی ہے کہ وہ اس عاجزانہ کاوش کو شرفِ قبولیت بخشے۔

ڈاکٹر فضل الرحمٰن یوسف فضلی

ffazlis@hotmail.com

Marfat.com

باب اول

بنیِ آدم اور نظریہ حیات

1۔ تخلیقِ آدم اور تعمیرِ شخصیت

اِنّی جَاعِل" فِی الاَرضِ خَلِیفَه

(بیشک میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں)

اللہ تعالیٰ انسان کی تخلیق کے ارادے کے وقت فرشتوں سے خطاب فرما کر اس کا زمین میں مقام ان الفاظ میں واضح فرماتا ہے کہ:

☆ "بے شک میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں"۔۔۔۔۔۔"

اور آدم کو سب چیزوں کے نام سکھا دیئے"۔۔۔۔"اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا: تم آدم کو سجدہ کرو۔۔(5)۔۔

سب نام سکھا کر ہر قسم کا علم اس کی گدّی میں شامل کر دیا اور اس علم کی بنا پر فرشتوں سے سجدہ کروایا۔لہٰذا یہ علم انسان کے تحت الشعور میں موجود ہے جو محنت اور کوشش سے شعور کا حصہ بنتا ہے۔

خلافت کی ذمہ داریوں سے عہدا برآ ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہترین ترکیب سے تخلیق فرمایا اور مطلوبہ صلاحیتیں حاصل کرنے کی استطاعت بھی بخشی جس میں علم کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔

ب/ا صلاحیتیں حاصل کرنے کے حوالے سے انسان کے اجزائے ترکیبی کا سمجھنا بھی بڑی اہمیت کا حامل ہے۔اس کے بارے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

Marfat.com

☆ ''ہم نے انسان کو احسنِ تقویم یعنی بہترین ترکیب اور صورت کے ساتھ تخلیق فرمایا''۔ اور ''اللہ وہ ہے جس نے تمام چیزیں نہائت خوبصورت بنائیں۔ اس نے انسان کی تخلیق کی ابتدا مٹی سے کی، پھر اس کی نسل ایک حقیر پانی کے جوہر سے چلائی، پھر جب اسے ٹھیک کر لیا تو اس میں اپنی روح میں سے پھونک دی اور تمہیں کان دیئے، آنکھیں دیں اور دل دیا یعنی بصیرت عطا فرمائی''۔۔۔۔ ''اور جب آپ کے رب نے فرشتوں سے کہا کہ جب۔۔۔ اپنی روح میں سے پھونک دوں تو اس کے آگے سجدہ کرتے گر پڑنا'' (6)۔

☆ اللہ تعالیٰ نے انسان کے ''نفس میں فجور اور تقوٰی الہام کر دیئے''۔ پھر نیکی اور بدی پہچاننے کی اہلیت عطا فرمائی۔ اس طرح ''اسے دونوں راستے سمجھا'' کر اس کی ''رہنمائی بھی فرمائی'' اور صاحبِ اختیار بنایا تاکہ آزمائے کہ کون اپنا تزکیہ کرتا ہے اور ''اچھے کام کرتا ہے'' (7)۔

☆ اللہ تعالیٰ نے زمین میں جو کچھ ہے انسان کے لئے پیدا کیا اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اس کے لئے مسخر کر دیا۔ اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں (8)۔ اور سورج، چاند، ستارے، پہاڑ، سمندر، دریا، بدلتے موسم اور دن اور رات اس کے کام میں لگا دیئے۔ ان سے فائدہ اُٹھانے کی ترغیب دی اور کام کرنے کی لگن پیدا کی تاکہ وہ اپنی بقا، انسانی بہبود اور ترقی کے لئے کام کرے۔

انسان کے اندر اپنی روح اور علم کی بنیاد پر اسے بہت سی مخلوق پر فضیلت بخشی (9)۔

اگرچہ انسان، باہر کی کائنات کو جاننے اور اپنی مادی ضروریات پورا کرنے کی دوڑ میں دن رات مصروف رہتا ہے لیکن موجودہ دَور کا المیہ یہ ہے کہ وہ اپنے اندر کی کائنات کو سمجھنے اور اس کی حقیقت کو پانے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ اسے اپنے اندر اس عظیم عقلِ کُل کے پَرتَو کی پہچان میں کوئی دلچسپی نہیں۔ لہٰذا وہ دکھ، پریشانیوں اور ذہنی دباؤ کا شکار ہے۔ اس سے بے شمار بیماریاں بھی جنم لے رہی ہیں۔ لہٰذا اپنی پہچان، زندگی کی تکمیل کے لئے ایک بنیادی شرط ہے جسے پا کر انسان اطمینانِ قلب حاصل کر سکتا ہے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ اپنے آپ کو خوبصورت چیزوں کی تخلیق کے ذریعے ظاہر فرماتا ہے۔ اس کا ایک خوبصورت اظہار انسان کی تخلیق کی شکل میں ہے جس کے اندر اس نے اپنی روح اتاری ہے۔ یہ روح ایک سیپ میں بند موتی کی مانند ہے جو اپنی تجلی کے لئے ہر وقت بے کراں ہے اور جسے بے نقاب کرنا انسان کی زندگی کا اولیں مقصد قرار پاتا ہے۔ اس مقصد کو پانے کے حوالے سے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کی روشنی میں پہلے انسانی ساخت کا تجزیہ کیا جائے جس کے اندر یہ نورانی گوہر چھپا ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کی ابتدا مٹی سے فرمائی (جو گارے جیسی اور کھنکتی ہے)۔ پس مٹی کے عناصر سے انسان کا مادی جسم ترتیب پاتا ہے۔ اس مادی جسم کے سائنسی کیمیائی تجزیے سے پتا چلتا ہے کہ اس کے اجزا کا ماخذ مٹی ہے۔ پھر حقیر پانی کے جوہر سے نسل چلانے کے بارے میں بھی ہمیں معلوم ہے کہ اس میں انسانِ اول سے لے کر آج تک پوری نسلِ انسانی کے خصائل کی یادداشت پائی جاتی ہے۔ اس کے بعد اسے ٹھیک کرنے سے مراد مٹی اور پانی کے بخارات سے ایک روح کی تخلیق ہے جسے روحِ بخاری کہا گیا ہے(10)۔ یہ حیوانی روح ہے اور دوسری بہت سی دنیاوی مخلوق اور حیوانوں سے مشترک خصائل کی حامل ہے؛ مثلاً بھوک، پیاس، توسیعِ نسل، خون خرابہ اور جنگ وجدل وغیرہ۔

پھر اللہ تعالیٰ نے انسان میں اپنی روح اتار کر اسے اپنے ذاتی تعلق سے نوازا۔ اس روح کو روحِ علوی سے معنون کیا گیا ہے(10)۔ یہ خاصیت انسان کو دوسری مخلوق سے ممتاز کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ "تمہیں کان، آنکھیں اور دل دیئے"، انسان کے ذہن اور بصیرت کی طرف اشارہ ہے۔ انسان کو براہِ راست 'تمہیں' کہہ کر مخاطب کرنے سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی روح عطا فرمانے کے بعد اسے اس قابل بنا دیتا ہے کہ وہ اس سے ہم کلام ہو سکے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کا منشا یہ ہے کہ انسان اس کا خلیفہ یا نائب ہونے کے حوالے سے اپنے اندر اس روح کو پہچان کر اس سے رشتہ قائم کرے اور اس سے رسائی حاصل کرتے ہوئے دنیا میں اس کی نیابت کا کردار ادا کرے۔

اس طرح اللہ تعالیٰ کی ان پُر حکمت آیات سے اور بہت سی باتوں کی طرف رہنمائی ملتی ہے۔

Marfat.com

ایک یہ کہ انسان کے ضروری اجزا، جسم، ذہن، قلب اور روح ہیں۔ چونکہ جسم کی بنیاد پر باقی حصے ترتیب پاتے ہیں لہٰذا سب سے پہلے اس کی احتیاج کو ایک اعتدال کے ساتھ پورا کرنا ضروری ہے؛ مثلاً حلال روزی کا حصول، جسمانی اور دماغی صحت کا خیال، اخلاقی ضابطوں کے تحت جنسی اور جذباتی تقاضوں کی تسکین وغیرہ۔ اس کے ساتھ ذہن کی بلوغت کے لیے علم کا حصول اہم قرار پاتا ہے جسے اپنی گدّی سے نکال کر شعور میں لانا نہائیت اہم ہے۔

انسانی جسم کے بھی دو حصے ہیں۔ ایک وہ ہے جو نظر آتا ہے اور دوسرا اس کے اوپر کی تہہ ایک ہیولے کی شکل میں ہے جو نظر نہیں آتی۔ اسے 'ایتھیریل ڈبل' یا 'اورا' بھی کہتے ہیں۔ اسے ایک خاص قسم کی تصویر کشی (کرلین فوٹو گرافی) سے دیکھا جا سکتا ہے۔ اس میں انسان کی شخصیت چھپی ہوتی ہے جو کسی نامعلوم طریقے سے دوسروں پر اثر انداز ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کئی بار کسی شخص کو دیکھ کر اس سے قربت کا احساس ہوتا ہے کیونکہ دونوں کے 'اورے' میں موافقت ہوتی ہے۔ بصورتِ دیگر دوری ہوتی ہے۔ اگر انسان کی شخصیت پاکیزہ اور نیکی پر تعمیر ہے تو اس میں دوسروں کے لئے کشش پائی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ اس نے ہر ایک کا جوڑا بنایا، انسان کے دو روپ اور دو ارواح ہونے کی دلیل ہے۔

انسان کے اندر پاکیزہ روح یعنی روحِ علوی، اس جسم، قلب اور ذہن کے خول کے اندر چھپی ہوئی ہے۔ یہ پردے اگر صاف اور شفاف ہوں تو روح تک رسائی ممکن ہو جاتی ہے۔ اس کی مثال ایک روشنی کی ہے جو ایک محدب شیشے سے گزر کر کسی پردے پر منعکس ہوتی ہے۔ اگر شیشہ شفاف ہے تو روشنی گزر کر ایک مرکز پر منعکس ہو جاتی ہے۔

لہٰذا اس روح تک رسائی کے لئے تزکیہ اور توجہ درکار ہے۔ ارتکاز کا عمل ماضی اور مستقبل کے خیالات کو ذہن سے نکال کر، محبت کے جذبات کے ساتھ من کی گہرائیوں میں ڈوب کر اپنی پوری توجہ کو اس ذاتِ پاک پر مرکوز کرنا ہے۔ اس سلسلے میں ہدائت اسی عقلِ کُل سے ملتی ہے جسے پا کر ایک اچھا انسان اور اس کے نتیجے میں ایک ہم آہنگ اور پر امن معاشرہ تشکیل پاتے ہیں۔

Marfat.com

یہ پیغام دے گئی ہے، مجھے بادِ صبح گاہی
کہ خودی کے عارفوں کا، ہے مقام پادشاہی
اقبالؒ

2۔ پیامِ ازل اور ارتقا

اِنَّ الدِّیۡنَ عِنۡدَ اللّٰہِ الۡاِسۡلَامُ (11)
(بیشک اللہ کے نزدیک دین اسلام ہی ہے)

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کی تخلیق کے بعد اسے دنیا میں اپنی نیابت کے ساتھ بھیجا تو فرمایا:

☆ ''جب تمہارے پاس میری ہدائت پہنچے تو جس نے میری ہدائت کی پیروی کی وہ گمراہ ہوگا نہ مشقت میں پڑے گا(12)۔

لہٰذا مختلف اقوام کی ہدائت کے لئے اللہ تعالیٰ وقتاً فوقتاً پیغمبر بھیجتا رہا ہے۔ حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ، جن کے پیروکار آج بھی دنیا میں ملتے ہیں، اسی سلسلے کی کڑی ہیں۔ آخر میں یہ پیامِ ازل اپنی تکمیلی شکل میں حضرت محمد ﷺ کے ذریعہ آیا تو کسی ایک قوم کے لئے نہیں بلکہ ساری انسانیت کے لئے پیامِ امن بن کر نازل ہوا(13)۔

یہ ایک ایسا نظریہ حیات ہے جو اپنی متحرک، قوت آفریں اور ہمہ گیر خصوصیات کی وجہ سے قیامت تک دنیا کے ہر علاقے کے رہنے والوں کے لئے قابلِ عمل ہے۔ یہ اعتدال اور اصولوں پر مبنی ہمہ گیر ہوتے ہوئے جمود اور فروعات سے پاک ہے۔ اس کا نظریہ وحدت پر مبنی ہوتے ہوئے لوگوں میں باہم اخوت، سلامتی اور امن کا پیغام ہے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ

☆ ''اس نے تمہارے لیے دین کا وہی راستہ مقرر کیا ہے جس کا حکم نوحؑ کو دیا تھا اور جس کی ہم نے آپ ﷺ پر وحی بھیجی اور جس کا حکم ہم نے ابراھیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو دیا اور یہ کہ دین کو قائم رکھنا اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا'' (14)۔

اللہ تعالیٰ کے اس حکم سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامِ امن چاہتا ہے۔ اس حوالے سے اگر حضرت ابراہیمؑ کی درجِ ذیل دعا میں غور کریں تو اس سے بھی ظاہر ہے کہ حضرت ابرہیمؑ نے پہلے امن اور سلامتی کی درخواست کی پھر روزی مانگی:

☆ ''اے میرے پروردگار! اس جگہ کو امن کا شہر بنا دے اور جو اللہ پر اور روز آخرت پر ایمان لائیں ان کو پھلوں کی روزی عطا فرما'' (15)

لہٰذا اسلام اپنے ارتقائی منازل کے ساتھ وہی سلامتی اور امن کا دین ہے جو حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کا دین تھا۔ مقصد یہ کہ ساری انسانیت کے لیے سلامتی اور امن کا ایک ہی دین ہے تا کہ سب لوگ ایک خدا اور اس کے رسولوں پر ایمان لائیں اور آپس میں بھائی بھائی بن کر ہم آہنگی اور امن کے ساتھ رہیں۔

اسلام کا لفظ آج صرف مسلمانوں کے مذہب کے نام کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ یہ درست نہیں کیونکہ اس دین کی آخری الہامی کتاب قرآن مجید کے مطابق دوسرے تمام مذاہب بشمول یہودیت اور عیسائیت کا نام بھی اسلام تھا۔ دوسری الہامی کتابیں جن کا خاص طور پر قرآن مجید میں ذکر ہے زبور، تورات اور انجیل ہیں اور ان کے ماننے والوں کو اہلِ کتاب کے نام سے پکارا گیا ہے۔ ان سے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

☆ ''دین اللہ کے نزدیک اسلام ہے اور جو اختلاف اہلِ کتاب نے کیا تو علم حاصل ہونے کے بعد آپس کی سرکشی اور حسد کی بنا پر کیا'' (16)۔

Marfat.com

گویا سرکشی اور حسد اتنی بڑی برائیاں ہیں جن سے بندہ اپنے پروردگار کے حکم سے بھی منکر ہو جاتا ہے۔

متذکرہ بالا پیغمبروں کے ماننے والوں میں بہت سے تصورات مشترک پائے جاتے ہیں ؛مثلاً خدا کی ہستی، فرشتوں اور روزِ قیامت پر ایمان، سزا و جزا کا تصور اور اخلاق حسنہ کا اپنانا۔ اور بھی بہت سے مذاہب ہیں جن میں خدا کا تصور پایا جاتا ہے لیکن کچھ لوگوں نے خدا کے ساتھ اور بھی شریک بنالیے ہیں جس کی اسلام سختی سے نفی کرتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

☆ ''اہل کتاب سے کہو کہ ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے یہ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور اسی پر ایمان لائیں'' (17)۔ ایمان کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے تمام رسولوں، کتابوں اور فرشتوں پر ایمان لانے کا حکم ان الفاظ میں ہے:

☆ ''رسول اللہ ﷺ ایمان لائے اس ہدایت پر جو ان کے رب کی طرف سے ان پر نازل ہوئی اور مومن بھی ایمان لائے اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر اور یہ کہ ہم اس کے رسولوں کے درمیان ایک دوسرے میں فرق نہیں کرتے۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی۔ اے ہمارے پروردگار! ہم تیری بخشش کے طالب ہیں اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے'' (18)۔

سب رسولوں پر ایمان لانے اور ان کے درمیان فرق نہ کرنے کا یہ اقرار سب اہلِ کتاب کے درمیان یگانگت، بھائی چارے، امن اور ایک ہی دین کے پیروکار ہونے کا زبردست پیغام ہے اور جو اختلافات دوسرے ادیان کے ماننے والوں کے درمیان پائے جاتے ہیں ان کی نفی کرتا ہے۔

مختصر یہ کہ بنیادی طور پر اس نورِ ہدایت میں، جو مختلف پیغمبروں کے ذریعے آئی، ایک اصول رہا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان کی تکمیل، اس کے سارے رسولوں اور آخرت پر

Marfat.com

ایمان اور نیک اعمال سے ایک خوبصورت معاشرے کی تشکیل۔

اسلام جو حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوا وہ انسان کی حقیقت کی پہچان کے ساتھ علم وحکمت کی دعوت دیتا ہے جس سے وہ کائنات کے مدعا و مقصود کے ارتقائی عمل میں شریک ہوتا کہ یہ دنیا ترقی، خوشحالی اور امن کے ساتھ جنت کی آئنہ دار ہو۔ اس کی عملی تصویر کا نقشہ حضرت محمد ﷺ نے انقلابی اصولوں کی شکل میں پیش کیا جن پر عمل کر کے مسلمانوں نے اگلے سات سو سال تک دنیا کو اخوت و رواداری، علم و دانش اور ترقی وخوشحالی سے ہمکنار کیا۔ یورپ، جو اس وقت تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا ہمسلمانوں کے علمی و عملی کارناموں سے روشنی حاصل کر کے ترقی کی راہوں پر گامزن ہوا۔

3۔ نورِ ہدائت کی تکمیل

اَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِيۡنَكُموَ اَتۡمَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِىۡ (22)

(آپ ﷺ کے لیے دین مکمل کر دیا اور آپ ﷺ پر اپنی نعمت پوری کر دی)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین اسلام، جو اپنی آخری شکل میں حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوا، ہر طرح سے مکمل ہے۔ لہذا اس کے بعد کوئی اور دین آنے والا نہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت محمد ﷺ کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ:

☆ ''آج ہم نے آپ کے لیے آپ کا دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمت آپ پر پوری کر دی اور آپ کے لیے اسلام کو بطور دین پسند کیا''۔ ''کہہ دیجئے اے لوگو! میں سب کے لیے اللہ کا رسول ہوں''۔ ''محمد ﷺ تمہارے لوگوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ ہر شے کو خوب جانتا ہے'' (22)۔

اس طرح اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کو مکمل کر کے آپ ﷺ کو آخری نبی قرار دیا۔ رسول اللہ

Marfat.com

ﷺ نے فرمایا کہ

☆ ''بیشک رسالت اور نبوت اختتام کو پہنچی اور میرے بعد کوئی رسول ہوگا نہ نبی'' (23)

تکمیلِ دین کی وضاحت: اسلام کے مکمل ہونے کی وضاحت یہ ہے کہ

(i)۔ اس کی پہلی صورتیں جو مختلف وقتوں میں آئیں، ان میں ضرورت کے مطابق توحید کے ساتھ کسی ایک خاص پہلو پر زور دیا گیا تھا؛ مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا کائنات کے خالق اور الٰہ ہونے پر زور دیا اور دوسرے تمام خداؤں کے بُت توڑ دیئے۔ حضرت داؤد علیہ السلام لوگوں کے لیے دعا اور مناجات لے کر آئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر توحید کے ساتھ قوانین نازل ہوئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خاص طور پر زہد اور پیار و محبت کا سبق دیا گیا۔ اس طرح یہ اپنے ارتقائی منازل طے کر کے اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر اور خاتم النبیّین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر قرآن مجید کی شکل میں ایک ایسا مکمل دستورِ حیات نازل ہوا جس میں وہ سب تعلیمات شامل ہیں جو پچھلے وقتوں میں علیحدہ علیحدہ آئیں۔ اس میں وحدانیت بھی ہے اور قانون بھی، دعا و مناجات بھی ہے اور محبت، ہمدردی، رواداری اور امن کا سبق بھی۔ اس کے ساتھ آخرت کی زندگی کے لیے اُس راستے کا تعین بھی ہے جس سے اطمینانِ قلب اور ہمیشہ کی پاکیزہ سلامتی اور امن کی زندگی نصیب ہو۔

(ii)۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہر دن نیا دن ہے اور اس طرح زندگی ایک مسلسل اور مستقل حرکت میں ہے۔ ایک مکمل دین کا تصور اس حقیقت کو نظرانداز نہیں کرسکتا۔ لہٰذا ظاہر ہے کہ ایک جامد نظریہ بدلتے حالات کیلئے قابلِ عمل نہیں ہوسکتا۔ پس اسلام کی تکمیلی شکل میں ایسے اصول بھی وضع کر دیئے گئے ہیں جن کی روشنی میں دورِ حاضر اور قیامت تک ہر آنے والے وقت اور حالات کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے رہنمائی موجود ہے۔ ان میں ایک اجتہاد کا تصور ہے جو اسے ایسا ہمہ گیر، متحرک اور قوت آفرین بناتا ہے جس سے ہر قسم کے چیلنجوں کے مقابلے کے لئے اسلام سے مماثلت رکھتے ہوئے نئی اور صحیح راہوں کا تعین کیا جاسکتا ہے۔ لہٰذا ان اصولوں کی موجودگی میں کسی نئے دین کے آنے کی ضرورت نہیں رہتی۔

Marfat.com

(iii)۔ ہر دور میں خلافتِ رسول اللہ ﷺ کی وراثت سے مادی اور روحانی تقاضوں کی ایفا کا سلسلہ ہمیشہ تک جاری وساری رہنے سے کسی نئے نبی یا رسول کی ضرورت بھی باقی نہیں رہتی۔

(iv)۔ ختمِ نبوت کا ایک اہم پہلو راہبانیت کے مذہبی استحصال سے نجات دلانا ہے۔

(v)۔ اسلام اپنی تکمیلی شکل میں علم وحکمت کے حصول، غور وفکر اور تسخیرِ کائنات کی دعوت دیتا ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے جو کچھ زمین میں ہے انسان کے لئے تخلیق کیا اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اس کے لئے مسخر کر دیا۔

(vi)۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے قران کی حفاظت کا ذمہ خود لیا ہے لہٰذا اس میں قیامت تک تبدیلی کا کوئی امکان نہیں۔

4۔ اسلام کا نظریہ حیات

اٰمَنُوْ وَ عَمِلُو الصّٰلِحٰتِ(24)

(ایمان لائے اور اچھے کام کئے)

اسلام انسان کی زندگی کا مقصد تعین کرنے اور اسے حاصل کرنے کا راستہ بتاتا ہے۔اس کے خاص طور پر دو پہلو ہیں۔ایک کا تعلق اپنی ذات سے ہے جسے آگہی سے معنون کیا گیا ہے۔اسے حاصل کرنا بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔دوسرا پہلو اس دنیا میں خلافت یعنی نیابتِ الٰہی کی حیثیت سے کردار ادا کرنا ہے۔ان کی اساس عبادت اور علم پر ہے۔

آگہی سے قربِ الٰہی:

آگہی اپنے اندر اس انمول پوشیدہ گوہر کی پہچان ہے جو عقلِ کل روحِ الٰہی کا پرَتو ہے جو اپنی بے شمار صفات کے ساتھ امن، سلامتی، صحت، طاقت اور خوشحالی کا سرچشمہ ہے۔لہٰذا جب بندہ اس کا ادراک پاتا ہے تو اس عقلِ کُل کا عکس اس میں نمایاں ہونے لگتا ہے۔چونکہ اللہ تعالیٰ

Marfat.com

روح انسانی کا منبع ہے لہٰذا اس سے مضبوط بنیادوں پر تعلق استوار کرنا زندگی کا ایک عظیم مقصد قرار پاتا ہے۔

نیابتِ الٰہی کے تقاضوں کی ایفا:

دنیا میں کردار کے حوالے سے انسان کی زندگی کا مقصد، نیابتِ الٰہی کی ذمہ داریوں سے احسن طور پر عہدا برآء ہونا ہے۔ یہ خلافت کی استطاعت ہے جسے پانے کے لئے اللہ تعالیٰ ایمان کی تکمیل اور اعمالِ صالح بنیادی شرائط قرار دیتا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ

☆ "تم میں سے جولوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان سے وعدہ ہے کہ وہ انہیں ضرور خلیفہ بنائے گا جیسے اس نے پہلے لوگوں کو بنایا تھا اور ان کے اس دین کو جسے اللہ نے پسند کیا ہے مضبوط بنیادوں پر قائم کرے گا اور ان کی حالتِ خوف کو امن سے بدل دے گا" (25)۔

ایمان اور اعمالِ صالح کی اہمیت کے پیشِ نظر قرآن مجید میں ان کے بارے بار بار اور مختلف پیراؤں میں ذکر ہے؛ مثلاً اللہ تعالیٰ اپنی عنایات انجیر، زیتون، طورِ سینا اور شہرِ امن کی قسم کھا کر فرماتا ہے کہ

☆ "بیشک انسان کو بہترین ساخت پر تخلیق کیا۔ پھر اسے نیچوں سے نیچے گرا دیا سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک کام کئے۔ سو ان کے لیے بے انتہا اور نہ ختم ہونے والا اجر ہے"۔ پھر اللہ تعالیٰ زمانے کی قسم کھاتا ہے کہ:

☆ "یقیناً انسان خسارے میں ہے سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے اور ایک دوسرے کو حق اور صبر کی تلقین کرتے رہے" (25)۔

پس ایمان اور اعمالِ صالح وہ شرائط ہیں جن سے اسلام کی عمارت بنتی ہے۔ اس عمارت کے ستون بنیادی ارکانِ دین ہیں۔ لہٰذا ان کی روح اور مقاصد کو پا کر ان پر عمل سے یہ ستون

Marfat.com

مضبوط ہوتے ہیں جن پر ایک پائدار عمارت کا قیام ایمان اور اعمالِ صالح سے ممکن ہوتا ہے۔

نیابت کے حوالے سے انسان کائنات کے مقصود و مدعا کے ارتقائی عمل میں شریک ہوتا ہے۔ یہ اس وقت ممکن ہوتا ہے جب اسے اپنے اندر روحِ الٰہی کا ادراک ہو اور اس کے ساتھ ایمان اور اعمال صالح اس کی فطرت بن جائیں۔

ایمان اور اعمالِ صالح کے انعامات: اللہ تعالیٰ قرآن مجید کی درجنوں آیات میں ایمان اور نیک اعمال کرنے والوں کے لیے بے شمار عنایات کا ذکر فرماتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

☆ ''جو نیک کام کرے گا خواہ مرد ہو یا عورت بحالیکہ وہ مومن ہو تو ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی کے ساتھ زندہ رکھیں گے اور انہیں اس کا اجر نیک دیں گے'' (29)

☆ ان کے لیے بخشش اور اجر عظیم ہے۔(30)

☆ ان کے لیے بے شمار نعمتوں والی جنتیں ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔(31)

☆ ان کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیا جائے گا۔(32)

☆ ان پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحمت ہے اور ان کو خلیفہ بنائے گا(33)۔

☆ ان کے درجات بلند ہوں گے اور ان کے لیے جنت ہوگی۔(34)۔

☆ ان کے لیے لوگوں کے دلوں میں محبت ہوگی۔(35)

☆ انہیں نہ خوف ہوگا نہ غم۔(36)

☆ ان کی دعائیں قبول ہوں گی۔(37)۔

☆ وہ مخلوق میں سب سے بہتر ہوں گے۔(38)۔

☆ ان کے لئے نہ ختم ہونے والا اجر ہے۔(39)۔

Marfat.com

عبادت اور محبت سے اطاعت:

اللہ تعالیٰ خلافت کو عبادت سے مربوط فرماتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

☆ ''میں نے انسان اور جن پیدا کئے تا کہ وہ میری عبادت کریں'' (26)۔

عبادت کا مقصد اللہ تعالیٰ اس طرح بیان فرماتا ہے:

☆ ''اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو تا کہ تمہیں تقویٰ حاصل ہو'' (27)۔

گویا عبادت کا مقصد تقویٰ کا حصول ہے جو نیکیوں کا اصل الاصول ہے۔ عبادت ایک جامع تصوّر ہے جس میں بندہ اللہ کو ہر وقت اپنے ساتھ پاتا ہے۔ اس کا حاصل تزکیہ نفس، کردار کی بلندی، اپنے اندر کشفِ نور سے اپنی اصل حقیقت کا ادراک ہے جو اس کا روحانی ارتقا ہے۔ اس سے ایمان کی پختگی ہوتی ہے اور نیکی اس کی فطرت بنتی ہے جس سے ایک ہم آہنگ معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔ لہٰذا عبادت تقویٰ حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے لیکن خود حاصل نہیں۔ لہٰذا عبادت کے مختلف رنگ ہونا ایک فطری بات ہے۔

عبادت کی نہج نیکی پر ہونا ایک ضروری شرط ہے؛ مثلاً نماز با جماعت کا انداز اجتماعی ہونے کی وجہ سے لوگوں میں مساوات، اخوت اور سلامتی کے جذبات کے ساتھ سب کو وحدت کی لڑی میں پرونا ہے۔ اگر عملی طور پر ایسا ہے تو عبادت ہے ورنہ صرف ایک رسم یا عادت ہے۔ دراصل عبادت کا مقصد باطن کی واردات اور لوگوں سے باہمی تعلقات ہر دو کی نسبت شعوری وحدت کا ادراک ہے۔ اس طرح علم کا حصول، غور وفکر اور تحقیق وتخلیق، کسب معاش، لوگوں سے روابط وغیرہ جو کام بھی وحدت کے تصوّر اور حقیقت کو پانے کی خواہش کے ساتھ ہو عبادت کے زمرے میں آتا ہے۔

عبادت انسان کے مادی اور روحانی دونوں پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہے۔ اس کا اہم پہلو انسان کا روحانی عروج ہے جس سے اسے اپنی اصل حقیقت یعنی اپنے اندر اللہ تعالیٰ کی روح کے عکس کا ادراک ہوتا ہے۔ بدقسمتی سے یہ موجودہ دور کی مادہ پرستی کی دلچسپیوں کی وجہ سے نہیں ہو رہا۔ لہٰذا آج

Marfat.com

کی سب سے بڑی ضرورت انسانی فطری تقاضوں اور حالاتِ حاضرہ کے پیشِ نظر ایسی سوچ پیدا کرنا ہے جس سے مادی اور روحانی دونوں پہلوؤں میں عدل قائم کرتے ہوئے اپنے روحانی ارتقا کے عمل میں بھی انسان پوری طرح شریک ہو۔

روحانی پہلوؤں کی نسبت جب انسان کی سوچ اور رویہ ایسی نہج پر آجاتے ہیں جس سے وہ اللہ تعالیٰ کو ہر وقت اپنی شہ رگ سے زیادہ قریب محسوس کرتا ہے تو وہ اپنے جسم، ماحول اور افکار و اعمال کو پاک و صاف رکھتا ہے جو اس کا تزکیہ ہے۔ وہ فضائل اخلاق کی چلتی پھرتی تصویر بن جاتا ہے۔ وہ لوگوں کے ساتھ خوش گوار تعلقات رکھتا ہے اور ان سے معاملات سچائی، دیانت اور عدل و احسان کی بنیاد پر طے کرتا ہے۔

مادی پہلوؤں کے اعتبار سے عبادت کا مدعا یہ ہے کہ انسان اپنے افکار و اعمال سے اس دنیا کو ایسی جنت بنائے جس کا تصور اللہ تعالیٰ آدمؑ کو مخاطب کر کے دیتا ہے۔ جس میں "یہ اہتمام ہے کہ نہ تو بھوکا ہوگا، نہ ننگا اور نہ پیاسا اور نہ ہی تکلیف میں ہوگا" (28)۔ آدمؑ کا جنت میں ممنوعہ درخت کا پھل کھا لینا اس کے صاحبِ اختیار ہونے کی دلیل ہے۔ پس انسان با اختیار ہوتے ہوئے ایسا فلاحی معاشرہ تشکیل پا سکتا ہے جس میں ہر شخص کی بنیادی ضروریات پوری ہوتی ہوں۔ لہٰذا جب انسان کی سوچ اور رویہ روحانی اور مادی احتیاج کو اعتدال کے ساتھ پورا کرنے کی نہج پر استوار ہو جاتے ہیں تو عبادت کے مقصد کی تکمیل ممکن ہوتی ہے۔

علم کا حصول اور ترویج:

آگہی، نیابت اور عبادت کے معنوں کو صحیح طور پر پانے کے لئے علم ایک بنیادی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آدم کو تخلیق کے بعد سب سے پہلے علم عطا فرمایا اور اس بنا پر فرشتوں سے اسے سجدہ کروایا۔ اپنے آخری نبی اور رسول حضرت محمد ﷺ کو جو سب سے پہلا حکم دیا وہ بھی تھا "پڑھیے"۔ پھر اپنے کلام، قرآن مجید میں سینکڑوں بار مختلف انداز میں علم و حکمت، غور و فکر اور عقل و تدبر کی دعوت دی۔ رسول اللہ ﷺ نے علم حاصل کرنا ہر فرد کے لئے فرض قرار دیا اور بھرپور طریقے سے اس کی ترویج بھی فرمائی اور ساتھ ترغیب بھی دی۔ اس پر عمل کر کے مسلمانوں نے عروج حاصل کیا۔ لہٰذا اسلام، عبادت

Marfat.com

اور نیابت کی حقیقت کو صحیح معنوں میں پانے اور ان کی روح تک رسائی کے لئے بنیادی اور اہم ضرورت علم کا حصول اور اس کی ترویج ہے۔

اسلام کا یہ خوبصورت نظریہ حیات انسانی فطرت کے تقاضوں کے عین مطابق ہے۔لہذا اس پر عمل آسان ہے جو رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان سے بھی واضح ہے کہ دین میں آسانی کرو، سختی نہ کرو۔(40)۔اسلام کے اس نظریے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اسلام کے بنیادی ارکان ایک بڑی زبردست تربیت کا ذریعہ ہیں بشرطیکہ ان کی اہمیت اور روح کو سمجھ کر ادائیگی ہو۔لہٰذا اس حوالے سے ان کا تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا
اقبالؒ

Marfat.com

باب دوم

بنیادی ارکان دین کی روح

1۔ اسلام کے بنیادی ارکان کی اہمیت:

اسلام کی تعریف میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (41) کہ "اسلام کے پانچ ستون ہیں:

1۔شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں

2۔ قیامِ نماز

3۔ زکوٰۃ دینا

4۔ ماہِ رمضان کے روزے رکھنا اور

5۔ حج کرنا"

لہٰذا انہیں بنیادی ارکان دین کہا جاتا ہے۔

یہ حقیقت قابلِ غور ہے کہ اسلام کے ارکان توحید، نماز، روزہ اور زکوٰۃ، پچھلے تمام مذاہب میں بھی فرض قرار دیئے گئے تھے اور کعبہ کے طواف کے لیے بھی لوگ ہر سال جمع ہوتے تھے۔ بہر حال ان کی عملی شکل، جس کی تعلیم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمائی، کے خاص طور پر دو پہلو ہیں۔ ایک تزکیہ اور اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم کرتے ہوئے ایمان کی پختگی اور دوسرا انسانوں میں مساوات، اتحاد، تنظیم اور باہم ہمدردی، محبت، اخوت اور رواداری کی تربیت کے ساتھ اعمالِ صالح کی رغبت تا کہ ایک ایسا ہم آہنگ معاشرہ تشکیل پائے جو سب کی سلامتی اور امن کا ضامن ہو۔

حج

ان ارکان کی ادائیگی ہر مسلمان کے لئے ایک فرض کی حیثیت رکھتی ہے۔ ان کی روح یعنی ان کی ظاہری اور باطنی معنی سمجھ کر ادائیگی سے ان کے مقاصد حاصل ہوتے ہیں۔ لہٰذا یہ وہ ستون

Marfat.com

ہیں جن پر ایمان اور اعمال صالح کی عمارت مضبوط بنیادوں پر قائم ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

☆ ''دیہاتی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں۔ کہہ دو کہ تم ایمان نہیں لائے بلکہ یوں کہو کہ ہم اسلام لائے ہیں اور ایمان تو ابھی تمہارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا۔ اگر اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو گے تو اللہ تمہارے اعمال میں سے کچھ کم نہیں کرے گا، بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے'' (42)۔

اللہ تعالیٰ کے اس خطاب سے ظاہر ہے کہ اسلام کے بنیادی ارکان کی ادائیگی ایک شخص کو مسلمان تو بنا دیتی ہے لیکن مومن نہیں بناتی۔ مومن اس وقت بنتا ہے جب وہ اللہ اور رسول اللہ ﷺ کا ہر طرح سے طاعت پذیر ہو۔ یہ اطاعت پختہ ایمان، جو ہر قسم کے شک سے پاک ہو، کے دل میں جڑ پکڑ لینے اور اعمال صالح کا انسان کی فطرت بننے سے ہوتی ہے۔ بنیادی ارکانِ دین اس کے لئے تربیت کا ذریعہ ہیں بشرطیکہ ان کی روح اور مقصد کو سمجھ کر ادا کیا جائے۔ لہٰذا ان کا تعارف خاص طور پر اسی حوالے سے پیش کیا جاتا ہے۔

جہاں تک ان کی ادائیگی کے طریقہ کار کا تعلق ہے اس پر بہت سی کتابیں لکھی جا چکی ہیں جو کسی بھی کتب خانے یا لائبریری سے مل سکتی ہیں۔

بہر حال اس کا صحیح طریقہ وہی ہوگا جس کی تعلیم جناب رسالتمآب ﷺ نے فرمائی۔

ترے سینے میں ہے پوشیدہ رازِ زندگی کہہ دے
مسلماں سے حدیثِ سوز و سازِ زندگی کہہ دے
اقبالؒ

Marfat.com

2۔ توحید اور اتمامِ توحید

لا الٰہ الا اللہ

(نہیں کوئی الٰہ مگر اللہ)

توحید، اللہ تعالیٰ کی واحدانیت کا زبان سے اقرار، دل سے یقین جو آگہی سے حاصل ہوتا ہے اور عمل سے اظہار ہے جو اللہ کی محبت سے اطاعت ہے۔ اتمامِ توحید یہ ہے کہ جب سب لوگوں کو آگہی سے یقین ہو جاتا ہے کہ اللہ نے ہر انسان میں اپنی روح اتاری ہے اور اس حوالے سے سب لوگوں میں وحدت کا تعلق پیدا ہوتا ہے۔

اسلام کی تعلیم کے مطابق ساری کائنات کا خالق، مالک اور مربی صرف اور صرف اللہ عزّ و جل ہے جو نہایت مہربان اور بہت رحم کرنے والا ہے۔ وہ بذاتِ خود سلامتی، امن دینے والا اور ہر ایک کا نگہبان ہے (43)۔ کائنات کی ہر چیز اس کے تابع حکم سرگرمِ عمل ہے۔ اسے دنیا میں مختلف ناموں سے پکارا جاتا ہے۔

اس کی بہت اچھی اچھی صفات اور اچھے اچھے نام ہیں (44)۔ زمین میں جتنے درخت ہیں اگر قلم بن جائیں اور سمندر سیاہی اور ان کے ساتھ مزید سات سمندر ہوں تو بھی اللہ سبحانہٗ کی باتیں ختم نہ ہوں گی (45)۔ اس کی عظمت کا اندازہ کرنا انسان کے بس میں نہیں، نہ کوئی اس کے علم کا احاطہ کر سکتا ہے اور نہ ہی اس کی حقیقت کو نگاہیں پا سکتی ہیں (46)۔

اللہ تعالیٰ اپنے آپ کو مختلف انداز میں متعارف کراتا ہے۔ کبھی تو اپنے یکتا ہونے کے حوالے سے جیسا کہ قرآن کی سورۃ اخلاص میں ہے، کبھی ہمیشہ قائم بالذات تمام کائنات کے مالک اور علیم و خبیر کی حیثیت سے جیسا کہ آیت الکرسی میں ہے اور کبھی اپنی بے شمار خوبصورت صفات کی نسبت جیسے سورۃ حشر کی آخری آیات اور قرآن میں اور بھی بہت سی جگہ پر بیان ہے۔

Marfat.com

کائنات کی کسی چیز کو اختیار نہیں کہ اللہ کے دیئے ہوئے قانون سے ذرہ بھر بھی انحراف کر سکے۔ اس نے ہر چیز کا اندازہ کیا ہوا ہے (47)۔ وہ ہر شے کو مضبوط اور منظم نظام کے تحت چلا رہا ہے اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اس کی تسبیح بیان کر رہا ہے۔ تسبیح یا سبحان کا لفظ بہت وسیع معنوں کا حامل ہے۔ ایک معنی تو بہرحال اس کے سب سے اعلیٰ و عرفہ ہونے کے ہیں اور یہ کہ وہ ہر قسم کی کمی، کجی، نقص و عیب اور ضرورتوں سے پاک ہے اور اس سے بھی پاک ہے کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے۔ دوسرے اس کے بے عیب حاکمیت کے ہے جس کے تحت اس کائنات کا نظام زبردست اصولوں کے تحت نہایت نظم و ضبط اور کمال اعتدل سے بے عیب چل رہا ہے۔ اس کائنات میں کھرب ہا عظیم تر کہکشائیں اور ان میں ان گنت نظامِ شمسی اپنے اپنے مدار میں محوِ سفر اور مصروف عمل ہیں۔ کیا مجال کہ ان میں کسی کی رفتار میں ایک سیکنڈ کے لاکھویں حصے کا یا ایک دوسرے کے طے شدہ درمیانی فاصلے یا رفتار یا کشش ثقل میں ذرّہ بھر بھی فرق نمودار ہو جو اس سارے نظام کو تباہ و برباد کر سکتا ہے۔ اس کی ہستی اور عظمت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ ان کھرب ہا کہکشاؤں میں صرف ایک ہماری کہکشاں سے نزدیک ترین دوسری کہکشاں کا فاصلہ قریباً بائیس لاکھ نوری سال ہے جبکہ ایک نوری سال قریباً 94 کھرب کلومیٹر کا ہوتا ہے۔

اس طرح اگر چھوٹی سے چھوٹی سطح پر انسانی جسم کے اندر خردبین سے نظر آنے والے ایک خلیے کو دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس میں بڑے بڑے شہروں جیسی کئی فیکٹریاں نہائت پیچیدگی سے کام کر رہی ہیں جن کی کارکردگی انسان سمجھنے سے قاصر ہے۔ ایسے قریباً سو کھرب خلیے اور ہر ایک خلیے میں قریباً تین ارب سے زیادہ بنیادی جوڑے انسانی جسم میں ہر وقت کام میں مصروف رہتے ہیں۔ اسی طرح انسان کے دماغ میں قریباً ایک سو ارب سے زیادہ نیوران ہیں جن کے ذریعے انسان سوچتا ہے۔ دل جو بغیر کسی بجلی یا بیٹری کی کرنٹ کے چلتا ہے زندگی کو قائم و دائم رکھے ہوئے سمجھ سے بالاتر ہے۔ اس طرح ہر مادی چیز بھی ایٹموں کا مجموعہ ہے اور ہر ایک ایٹم کے اندر بھی بہت بڑی کائنات کمال صلاحیت کے ساتھ کام کر رہی ہے۔ گویا ہر شے اس کے حکم کے تابع ہر لحہ بے عیب سرگرم عمل ہے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے محبت کرتا ہے اور انہیں بخشنے والا مہربان ہے(48)۔ جب اس کا بندہ اسے پکارتا ہے تو وہ پکارنے والے کی پکار سنتا ہے(49)۔اس نے اپنی ذات پر رحمت کو لازم کر لیا (50)۔اس کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے۔ہم اسی کے لیے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔(51)۔پس وہی ہے جو سب کا الٰہ ہے۔

سب کا الٰہ:

اور الٰہ (معبود) تم سب کا ایک ہی ہے۔اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے(52)۔

پس لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ (اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں) کا زبان سے اقرار دل سے تصدیق اور عمل سے اظہار توحید کا پہلا جزو ہے۔

الٰہ کے معنی: الٰہ کے معنی عام طور پر معبود کے سمجھے جاتے ہیں اور معبود اُسے کہتے ہیں جس کی عبادت کی جائے۔اگرچہ عبادت کا مطلب بہت وسیع ہے لیکن الٰہ ایک وسیع تر مفہوم کا حامل ہے جو انسان کی پوری زندگی اور کائنات کی ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔اس کے بہت سے معنی ہیں؛ مثلاً: صرف وہی ہے:

1۔ جس کی عبادت یعنی ہر طرح سے اطاعت اور پرستش کی جائے۔

2۔ جس پر بھروسہ یعنی توکل کیا جائے۔

3۔ جسے تکلیف اور پریشانی میں پکارا جائے۔

4۔ جس سے اعانت حاصل کی جائے۔

5۔ جس کی ناراضگی سے ڈرا جائے۔

6۔ جس کی رضا کے لیے ہر کام کیا جائے۔

7۔ ایسی محبت کے لائق جس پر جاں بھی نثار کر دی جائے۔

Marfat.com

''پس اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی الہٰ نہیں۔ وہ زندہ اور قائم یعنی سب کو سنبھالے ہوئے ہے۔ اسے اونگھ آتی ہے نہ نیند۔ جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے اسی کا ہے۔ کون ہے جو اس کے سامنے اس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے؟ وہ جانتا ہے جو کچھ آگے آنے والا ہے یا گزر چکا ہے یعنی جو ظاہر ہے اور چھپا ہوا ہے۔ اس کے بغیر اذن کے اس کے علم میں سے کسی چیز کے بارے میں کوئی احاطہ نہیں کر سکتا۔ اس کی کرسی یعنی بادشاہت نے آسمانوں اور زمین کو گھیر رکھا ہے اور وہ اس کی حفاظت سے نہیں تھکتا۔ وہ بلند تر نہایت عظمت والا ہے(53)۔

''لا الہٰ الا اللہ'' کہنے سے باقی سب خداؤں کی نفی کے ساتھ صرف اللہ کی ذات باقی رہتی ہے۔ وہ ظاہر بھی ہے اور پوشیدہ بھی اور وہ ایسی ذات ہے جس کا انسانی آنکھ احاطہ نہیں کر سکتی۔ اگر چہ وہ انسانی نظروں سے اوجھل ہے لیکن جو شخص اسے اپنے اندر سمو کر اپنے آپ کو اس کے رنگ میں رنگ لیتا ہے تو وہ ذات اس پر اپنی تجلیات نازل فرماتی ہے۔

ورائے ماورا ہے ذاتِ باری خالقِ ارض و سما
منکشف اس پہ ہوا جس میں سمایا لا الٰہ الّا اللہ
فضلی

اس طرح جب سب لوگ اس کا ادراک پاتے ہیں تو وحدت کے تعلق کی نسبت وہ اپنی ذات کے لئے اور پورے معاشرے میں بھی امن کا موجب بنتے ہیں۔ اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ اللہ کا نائب ہوتے ہوئے بندہ اپنی ذمہ داریاں کمال، منظم اور احسن طریقے سے نبھائے جس طرح پوری کائنات کا نظام اللہ کے حکم کے تحت کمال صلاحیت سے اور بے عیب چل رہا ہے۔ پس یہی تمام توحید ہے۔

Marfat.com

3۔ رسالت اور تکمیل اخلاق

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ

(اے نبی ﷺ! ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر ہی بھیجا ہے)

بعثت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات بابرکات کو ساری انسانیت کے لیے مبعوث فرمایا۔ آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کو اپنے آخری پیغام قرآن مجید کی عملی شکل کے طور پر اسوہ حسنہ قرار دیا اور فرمایا "اے نبی ﷺ! بلاشبہ ہم نے آپ ﷺ کو شہادت اور بشارت دینے والا اور اس کی طرف دعوت دینے والا روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے جو مومنین کے لیے بڑی خوش خبری ہے۔ کہہ دیجئے کہ بیشک ان کے لیے اللہ کی طرف سے بڑا فضل ہے (54)۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اخلاق مکمل کرنے کے لئے آیا ہوں (55)۔

عالمگیر، روشن اور کامل نمونہ عمل: آپ ﷺ کی ساری زندگی دنیا کے سامنے ایک عالمگیر اور روشن، اخلاقِ فاضلہ کی زندہ تصویر، کامل نمونہ عمل اور ایک جامع شخصیت کے طور پر موجود ہے۔ جس میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی اور اخلاقِ حسنہ کی تکمیلی شکل کی لازوال مثال پائی جاتی ہے۔

عالمگیر اور روشن اس لیے کیونکہ آپ ﷺ کے حالاتِ زندگی روزِ روشن کی طرح دنیا کے سامنے ہیں جن میں ہر دور اور ہر قسم کے طبقے کے لوگوں کے لیے ہدایت اور روشنی پائی جاتی ہے۔ کامل نمونہ عمل اس لیے کہ آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ قرآن مجید کی عملی شکل ہے جو ہر شعبہ زندگی کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اس میں بچپن، جوانی، پیری، بولنا چالنا، اٹھنا بیٹھنا، سونا جاگنا، شادی اور اولاد، خانگی تعلقات، دوست واحباب، فرائض و واجبات کی ادائیگی، اخلاق حسنہ، صداقت و امانت، صبر و تحمل، اشاعتِ دین سب شامل ہے۔ گویا زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں جو دنیا کے سامنے ایک مثالی شکل میں

Marfat.com

موجود نہ ہو۔

ذاتی عملی نمونہ کی ایک خوبصورت مثال آپ ﷺ کا خطبہ حجۃ الوداع ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا: ”آج عرب کے تمام انتقامی خون باطل کر دیئے گئے یعنی تم سب ایک دوسرے کے قاتلوں کو معاف کر دو۔ سب سے پہلے میں اپنے خاندان کا خون، اپنے بھتیجے ربیعہ بن حارث کے بیٹے کا خون معاف کرتا ہوں“۔ ”جاہلیت کے تمام سودی لین دین اور کاروبار آج باطل کیے جاتے ہیں اور سب سے پہلے میں اپنے چچا عباس بن عبدالمطلب کا سودی بیوپار توڑتا ہوں“۔ اس طرح آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے سارے واقعات سے عملیت کا نمونہ نمایاں ہوتا ہے۔ آپ ﷺ کی ذات جامع نمونہ عمل اس لیے بھی ہے کیونکہ اس میں خلوت و جلوت، عبادات و باہم تعلقات، ہجرت، غزوات، خدمت اور حکومت، نبوّت سے پہلے اور بعد کا کردار، صحابہ کرامؓ، عام لوگوں، مشرکین اور کفار سے اخلاقِ فاضلہ پر مبنی برتاؤ، گویا ہر طرح سے مجسم عملی نمونہ پایا جاتا ہے۔

جامع شخصیت: سید سلیمان ندوی اپنے خطبات مدراس میں ایک ہندو کے تاثرات بیان کرتے ہیں کہ ”آپ ﷺ کی زندگی میں بیک وقت اس قدر متضاد اور متنوع اوصاف نظر آتے ہیں جو کسی ایک انسان میں تاریخ نے کبھی یک جا کر کے نہیں دکھائے۔

بادشاہ ایسا کہ ایک پورا ملک مُٹھی میں ہو اور بے بس ایسا کہ خود اپنے آپ کو بھی اپنے قبضہ میں نہ جانتا ہو بلکہ صرف خدا کے قبضہ میں ہو۔ دولت مند ایسا کہ خزانوں کے خزانے اونٹوں پر لدے ہوئے اس کے دارالحکومت میں آ رہے ہوں اور بے احتیاج ایسا کہ مہینوں اس کے گھر چولھا نہ جلتا ہو اور کئی کئی وقت اس پر فاقے سے گزر جاتے ہوں۔ سپہ سالار ایسا کہ مٹھی بھر نہتے آدمیوں کو لے کر ہزاروں غرقِ آہن فوجوں سے کامیاب لڑائی لڑا ہو اور صلح پسند ایسا کہ ہزاروں پُرجوش جاں نثاروں کی ہم رکابی میں صلح کے کاغذ پر بے چون و چرا دستخط کر دیتا ہو۔ شجاع اور بہادر ایسا کہ ہزاروں کے مقابلہ میں تنِ تنہا کھڑا ہو اور نرم دل ایسا کہ کبھی اس نے انسانی خون کا ایک قطرہ بھی اپنے ہاتھ سے نہ بہایا

Marfat.com

ہو۔ باتعلق ایسا کہ عرب کے ذرہ ذرہ کی اس کو فکر، غریب و مفلس مسلمانوں کی اس کو فکر، خدا کی بھولی ہوئی دنیا کے سُدھارنے کی اس کو فکر، غرض سارے سنسار کی اس کو فکر ہو اور بے تعلق ایسا کہ اپنے خدا کے سوا کسی اور کی یاد اس کو نہ ہو۔

نمونۂ اخلاص و سادگی: اس نے کبھی اپنی ذات کے لیے اپنے بُرا کہنے والوں سے بدلہ نہیں لیا اور اپنے ذاتی دشمنوں کے حق میں دعائے خیر کی اور ان کا بھلا چاہا لیکن خدا کے دشمنوں کو اس نے کبھی معاف نہیں کیا۔ عین اس وقت جب اس پر کشور کشا فاتح کا شبہ ہو، وہ پیغمبرانہ معصومیت کے ساتھ ہمارے سامنے آجاتا ہے۔ جب ہم اس کو شاہ عرب کہہ کر پکارنا چاہتے ہیں، وہ کھجور کی چھال کا تکیہ لگائے کھردری چٹائی پر بیٹھا درویش نظر آتا ہے۔

حضرت عمرؓ حاضرِ دربار ہوتے ہیں، اِدھر اُدھر نظر اُٹھا کر کاشانۂ نبوت کے سامان کا جائزہ لیتے ہیں۔ آپ ﷺ ایک کھردری چٹائی پر آرام فرما رہے ہیں، جسم مبارک پر بانوں کے نشان پڑ گئے ہیں۔ ایک طرف مٹھی بھر جَو رکھے ہیں، ایک کھونٹی میں مشکیزہ لٹک رہا ہے۔ سرورِ کائنات کے گھر کی یہ کل کائنات ہے جسے دیکھ کر حضرت عمرؓ رو پڑتے ہیں۔ عرض کرتے ہیں، یارسول اللہ ﷺ! اس سے بڑھ کر رونے کا اور کیا موقع ہوگا؟ قیصر و کسریٰ باغ و بہار کے مزے لوٹ رہے ہیں اور آپ ﷺ پیغمبر ہو کر اس حالت میں ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے عمرؓ! کیا تم اس پر راضی نہیں کہ قیصر و کسریٰ دنیا کے مزے لوٹیں اور ہم آخرت کی سعادت۔

پیغمبرانہ شان: عدی بن حاتم قبیلہ طے کے مشہور رئیس حاتم طائی کا فرزند تھا اور مذہباً عیسائی تھا۔ وہ حضور ﷺ کے دربار میں آتا ہے۔ صحابہؓ کی عقیدت مندی اور جہاد کا ساز و سامان دیکھ کر اس کو یہ فیصلہ کرنے میں دقت ہوتی ہے کہ محمد ﷺ بادشاہ ہیں یا پیغمبر۔ دفعتاً مدینہ کی ایک غریب لونڈی آ کر کھڑی ہوتی ہے اور کہتی ہے کہ "حضور ﷺ سے کچھ عرض کرنا ہے"۔ فرماتے ہیں، "دیکھو مدینہ کی جس گلی میں کہو میں تمہاری باتیں سُن سکتا ہوں"۔ یہ کہہ کر اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور اس کے

Marfat.com

ساتھ چل پڑے۔اس ظاہری جاہ وجلال کے پردہ میں یہ عجز وخاکساری، یہ تواضع دیکھ کر عدی کی آنکھوں کے سامنے سے پردہ ہٹ جاتا ہے اور وہ دل میں فیصلہ کر لیتا ہے کہ یہ یقیناً پیغمبرانہ شان ہے۔فوراً گلے سے صلیب اُتار دیتا ہے اور محمد ﷺ کا حلقۂ اطاعت اپنی گردن میں ڈال لیتا ہے۔

پس توحید کا دوسرا جزو یہ اقرار ہے کہ

''محمد رسول الله'' (محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں)۔

بَلَغَ العُلا بِکَمالِہٖ	کشفَ الدُّجا بِجَمالِہٖ
کمال ایسا پایا مقامِ محمود	نورِ حق سے ہوا جہاں معمور
حسنت جمیع خصالہٖ	صلّو علیہ و آلہٖ
رحمت لِلعٰلمین ذاتِ رسول	بے بہا ان پہ رحمتوں کا نزول

اردو ترجمہ: فضلی

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو خاتم النبیین کہا اور آپ ﷺ کو رحمۃ اللعالمین (19) اور ''خُلُقِ عظیم'' (20) کے القاب سے نوازا اور آپ ﷺ کی حیات طیبہ کو ''اسوۂ حسنہ'' قرار دیتے ہوئے سب کے لئے نمونہ عمل بنا دیا (21)۔آپ ﷺ کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''وہ خواہشِ نفس سے کلام نہیں فرماتے بلکہ وہی کہتے ہیں جو خدا کی طرف سے بھیجا جاتا ہے (56) اس لیے آپ ﷺ کا فرمان فکر و اجتہاد کی غلطیوں سے پاک ہوتا ہے۔لہٰذا آپ ﷺ کی اطاعت، اللہ کی اطاعت ہے۔اس لیے اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ لوگوں سے کہہ دیجئے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اطاعت کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا اور نہایت رحم کرنے والا ہے (57)۔

Marfat.com

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں
اقبالؒ

پس اسلام قبول کرنے کی پہلی شرط ان الفاظ میں مکمل ہوتی ہے

:اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمد عبده و رسوله

(میں گواہ ہو کہ اللہ کے سوا کوئی الہٰ نہیں اور محمدﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں)۔

اہلِ ایمان سے اللہ کا خطاب:

☆ اے عقل والو جو ایمان لائے ہو! بیشک تمہارے پاس ذکر (قران) نازل کیا اور ایک رسول جو تم پر واضح آیات تلاوت کرتا ہے تاکہ ان لوگوں کو جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں انہیں ظلمات سے نور کی طرف نکال لائے (58)۔

اہل کتاب سے اللہ کا خطاب:

جو لوگ پہلے پیغمبروں کے پیروکار ہیں، مثلاً یہود و نصاریٰ، ان کو اللہ تعالیٰ خاص طور پر مخاطب کر کے فرماتا ہے:

☆ ''اے اہل کتاب! بلا شبہ تمہارے پاس ہمارا رسولﷺ آ گیا جو تمہارے لیے اس کتاب میں سے جو تم چھپاتے تھے بہت کچھ کھول کھول کر بیان کرتا ہے۔ اور بہت سی باتوں کو در گزر کرتا ہے۔ بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور روشن کتاب آ گئی۔ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کو جو اس کی رضا کا طالب ہو، امن کی راہ کی طرف

Marfat.com

رہنمائی کرتا ہے اور ان کو اپنے اذن سے ظلمات سے نکال کر نور کی طرف لے جاتا ہے اور سیدھی راہ پر چلاتا ہے" (59)۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دعوت آج بھی اسی طرح ہے جیسے ان آیات کے نزول کے وقت تھی۔

دین حق:

☆ "وہی تو (اللہ) ہے جس نے اپنے رسول ﷺ کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اسے سب ادیان پر غالب کرے خواہ مشرکوں کو برا ہی لگے" (60)۔

4۔ نماز اور ہم آہنگی

اِهْدِ نَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْم (61)

(اے اللہ! ہمیں سیدھے راستے پر چلا)

نماز، اللہ کے حضور سر تسلیم ختم کرتے ہوئے زبان اور جسم وجان سے اس کی بندگی اور محبت کے اظہار کا ذریعہ ہے اور لوگوں کے لئے امن اور سلامتی کا پیغام ہے۔اس سے نہ صرف اللہ کی رضا حاصل ہوتی ہے اور اپنے قلب اور روح کو نور اور سرور ملتا ہے بلکہ یہ ایک اچھا انسان بنانے اور ایک متحد و منظم معاشرے کی تشکیل میں مدد دیتی ہے۔اسی لیے پہلے تمام پیغمبروں کو بھی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے اقرار کے بعد پہلا حکم نماز کا تھا۔

اسلام میں نماز دین کا دوسرا اہم رکن ہے۔ اسے دن میں پانچ بار مقررہ وقت پر ادا کرنا فرض ہے۔ لہٰذا سب سے پہلے یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ نماز کیا ہے؟ نماز اللہ تعالیٰ سے باتیں ہیں' اس سے دعا ہے اور انسانوں میں وحدت اور اخوت کا سبق ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے، اس کے دل میں جو وسوسے آتے ہیں ان سے بھی پوری طرح واقف ہوتا

Marfat.com

ہے (62) اور جہاں بھی ہو تمہارے ساتھ ہوتا ہے (63) اور وہ ساری کائنات کا احاطہ کیئے ہوئے ہے (64) لہٰذا نماز پاکیزہ جگہ پر کہیں بھی ادا کی جاسکتی ہے: مسجد ہو یا گھر، کھلیان ہو یا راہ رو' گویا ساری زمین اس بندے کے لیے مسجد ہے جو اللہ تعالیٰ کو اپنے اندر دیکھتے ہوئے اس سے ہم کلام ہونا چاہتا ہے۔ بہر حال مسجد میں نماز کی ادائیگی تقدس کے علاوہ جمیعت میں وحدت کے تصور کی حامل ہے۔

شرائط نماز:

نماز کی ادائیگی کے لیے بنیادی شرائط میں نماز کے معنی جاننا، ظاہر اور باطن کی طہارت ،نماز ادا کرتے وقت خشوع وخضوع، ادب، اخلاص اور حفاظت شامل ہیں (65)۔

کوئی بھی بات کرنے کی بنیادی شرط یہ ہوتی ہے کہ معلوم ہو کہ کس سے اور کیا بات کی جارہی ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ سے بات کرنے کے لیے اس کی عظمت، پاکیزگی اور بڑائی کا احساس دل میں ہو اور زبان سے جو الفاظ نکلیں اِن کے معنی اور حقیقت کا اچھی طرح سے علم ہو۔ اگر ایسا نہ ہو تو بغیر معنی کی سمجھ کے پڑھنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ صرف بڑبڑانا ہوتا ہے (66)۔ ایسی نماز صرف ایک عادت بن جاتی ہے جس میں، پیدل سفر کی طرح جس میں پاؤں خود بخود اُٹھتے جاتے ہیں، منہ سے الفاظ نکلتے جاتے ہیں لیکن دل میں کیفیت پیدا ہوتی ہے اور نہ کردار میں تبدیلی واقع ہوتی ہے۔

توبہ: اللہ تعالیٰ توبہ کرنے اور پاک وصاف رہنے والوں کو دوست اور محبوب رکھتا ہے (67)۔ لہٰذا ہر نماز سے پہلے اپنے پچھلے گناہوں سے معافی مانگنے سے دل پاک ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

تزکیہ: "وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کیا اور اللہ کے نام کا ذکر کرتا رہا اور نماز قائم کی" (68)

فلاح سے مراد بہتر اور ہمیشہ باقی رہنے والی زندگی ہے۔ لہٰذا ایسی زندگی کے حصول کی پہلی منزل تزکیہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کے لیے ضروری ہے کہ بندہ اس طرح تیاری کرے جس

Marfat.com

طرح کسی ایسے شہنشاہ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے جو پاک اور برگزیدہ ہستی، ساری کائنات کا خالق اور پروردگار ہے اور بندے کے دل میں جو خیالات آتے ہیں وہ بھی جانتا ہے۔ لہٰذا ضروری ہے بندہ اپنے جسم اور خیالات دونوں کو پاک وصاف کرے۔ پس نماز کی تیاری کے لیے صاف ستھرا لباس پہننے اور وضو کرنے کا حکم ہے جس سے انسان اپنے جسم اور نفس کو ہر قسم کی آلودگیوں' نجاستوں، کدورتوں اور برائیوں سے پاک کرتا ہے۔ ذکر کے حوالے سے نماز بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

☆ ''بیشک میں اللہ ہوں' میرے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ پس میری ہی عبادت کرو اور میرے ذکر کے لیے نماز قائم کرو (69)۔

نماز کی تیاری: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''مسجد کی ہر حاضری کے وقت اپنے آپ کو مزین کیا کرو'' (70)۔ اپنے کپڑوں کو پاک رکھو اور ناپاکی سے دور رہو (71)۔

وضو: طہارت کے لیے جسم اور کپڑوں کی پاکیزگی کے بعد دوسرا عمل وضو ہے۔ وضو کا ارادہ، جسمانی صفائی اور پاکیزگی کے علاوہ ذہن اور ضمیر کو ہر قسم کے پراگندہ خیالات سے پاک کرنا ہوتا ہے۔ ہاتھ دھونا انسان کے تحت الشعور سے گناہوں کو نکال دیتا ہے جیسا کہ موجودہ دور کی تحقیق نے بھی ثابت کیا ہے۔ منہ کے اندر صفائی کرتے وقت یہ دعا اور فیصلہ ہو کہ میں نے بد کلامی، جھوٹ، غیبت، چغلی اور دوسروں کے لیے ہر قسم کی تکلیف دہ بات چھوڑ دی اور خوش کلامی اختیار کر لی۔ ناک صاف کرتے وقت دعا اور ارادہ ہو کہ ہر سانس میں اللہ کی یاد ہو گی۔ منہ دھوتے وقت یہ دعا ہو کہ اللہ تعالیٰ چہرے کو نور سے روشن کرے اور آخرت میں سرخروئی بخشے۔ داہنا بازو دھوتے وقت نیک کام کرنے کا اور بایاں بازو دھوتے وقت برے کاموں سے بچنے کا فیصلہ ہو۔ مسح کرتے وقت بندہ صحیح سوچنے اور سمجھنے کا تہیہ کرے۔ کانوں میں انگلیاں پھیرتے وقت کوئی بھی بُری بات نہ سننے کا فیصلہ ہو اور گردن پر ہاتھ پھیرتے وقت اللہ کی راہ میں ہر چیز حتیٰ کہ اپنی جان بھی قربان کرنے کا

Marfat.com

اعادہ ہو۔اس طرح دایاں اور بایاں پاؤں صاف کرتے وقت راہِ راست پر چلنے اور غلط راستے سے رکنے کی نیت ہو۔غرضیکہ سارا وضوا پنے جسم اور ذہن کی پاکیزگی کا ذریعہ ہے۔اگر پانی میسر نہ ہو تو تیمم کرنے کا حکم ہے۔اس کا مقصد بھی اللہ تعالیٰ کے حضور حاضری کے ارادے کے ساتھ اپنے آپ کو یعنی ذہنی طور تمام پراگندہ خیالات سے پاک کرنا ہے۔

ادب ، اخلاص ،خشوع اور حفاظت: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ عاجزی سے ڈرتے ہوئے اور پست اور ہلکی آواز سے میرا ذکر کرو اور غافلوں سے نہ ہو (72)۔ادب کو ملحوظ خاطر رکھو (73)۔اسے مخلص ہو کر پکارو (74)۔اور نمازوں میں خشوع کرو (75)۔خشوع وہ کیفیت ہے جس میں بندہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے اور محبت کے جذبات کے ساتھ الفاظ اس طرح ادا کرتا ہے کہ معنی کی سمجھ کے ساتھ دل پر اثر انداز ہوتے ہیں اور خیالات ادھر اُدھر نہیں بھٹکتے۔حفاظت کا مطلب یہ ہے کہ نمازیں اوقات مقررہ پر ادا ہوں اور چھوٹنے نہ پائیں' نماز پڑھتے وقت دوسرے خیالات ذہن میں نہ آئیں اور جو کچھ نماز میں کہا جاتا ہے اس پر عمل بھی ہو۔

شوق ترا گر نہ ہو، میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب، میرا سجود بھی حجاب
اقبالؒ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "اللہ کی عبادت اس طرح کرو کہ تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر ایسی کیفیت پیدا نہیں ہوتی تو یقین کرو کہ وہ تمہیں دیکھ ہی رہا ہے" (76)

نماز باجماعت:
اگرچہ نماز اکیلے بھی ادا کی جاسکتی ہے لیکن اس کی باجماعت ادائیگی احسن طریقہ ہے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو (77) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جہاں تین شخص اکٹھے ہوں وہاں نماز با جماعت ادا کریں ورنہ شیطان ان پر غالب آ جائے گا۔ لہٰذا نماز با جماعت ادا کرو ایسا نہ ہو کہ بھیڑیا اس بکری کو کھا جائے جو اپنے ریوڑ سے علیحدہ ہو'' (78)۔ گویا یہ اتحاد کا ایک بڑا سبق ہے۔

نماز با جماعت کے لئے رسول اللہ ﷺ سب سے پہلے صفوں کو برابر فرماتے، مونڈھوں کو ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ کر سیدھا کھڑے ہونے کا حکم فرماتے اور جب صفیں درست ہو جاتیں تو پھر تکبیر کہی جاتی (79) سب لوگوں کا کندھے سے کندھا ملا کے ایک قطار میں کھڑے ہونا نہ صرف مساوات کا شعور بیدار کرتا ہے بلکہ افراد کے اندر اتحاد، یکجہتی، الفت، محبت اور اجتماعیت کے ساتھ وحدت کا سبق ہے۔

بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے
اقبالؒ

اب ''اللہ اکبر'' کی آواز کے ساتھ ادب اور عاجزی سے کھڑے سب لوگ ان الفاظ میں اپنی بات شروع کرتے ہیں: ''اے اللہ تو پاک ہے ساری تعریف تیرے لیے ہے، تیرا نام برکت والا ہے، تیری شان بلند ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں''۔ پھر سورۃ فاتحہ پڑھتے ہوئے عاجزی اور محبت سے اپنے رب سے ہم کلام ہوتے ہیں۔

سورہ فاتحہ: اس حوالے سے رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ سورۃ فاتحہ میرے اور میرے بندے کے درمیاں آدھی آدھی تقسیم ہوتی ہے۔ جب میرا بندہ کہتا ہے: ''الحمدلله رب الغلمين * (تمام تعریف اللہ کے لئے ہے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے

Marfat.com

)تو میں کہتا ہوں کہ ''میرے بندے نے میری تعریف کی''۔ جب کہتا ہے''الرحمٰن الرحیم ''
(مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے)تو میں کہتا ہوں''میرے بندے نے میری رحمت بیان کی''۔
جب میرا بندہ کہتا ہے''مالك یوم الدین ''(یوم جزا کا مالک ہے)تو میں کہتا ہوں''میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی''۔جب کہتا ہے''ایاك نعبدو و ایاك نستعین ''(ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں)تو میں کہتا ہوں''میرے بندے نے اپنے معاملات میرے سامنے پیش کردیئے ہیں''۔جب میرا بندہ کہتا ہے' اھد نـالصراط المستقیم o صراط الزین انعمت علھیم غیر المغضوب علیھم و لا الضالین ۔ع ہمیں سیدھے رستے پر چلا، ان لوگوں کے رستے پر جن پر تو نے انعام کیا نہ کہ ان لوگوں کے جن پر تیرا غضب نازل ہوا یا جو گمراہ ہو گئے''۔تو میں کہتا ہوں کہ''میرے بندے نے جو کچھ مانگا وہ میں نے دے دیا''۔اس طرح نماز بندے اور اس کے پروردگار کے درمیان گفتگو ہے۔پس جب بندہ اللہ تعالیٰ کو مخاطب کرکے دعا کی صورت میں عرض کرتا ہے کہ ہمیں سیدھے رستے پر چلا، پھر اگر عملی طور پر اس کے لیے کوشش نہیں کرتا تو یہ قول اور فعل میں فرق کے مترادف ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ اس سے بڑا بیزار ہے کہ جو کہتے ہو وہ کرتے نہیں (80)۔سورۃ اخلاص یا قرآن مجید سے کوئی اور آیات پڑھی جاتی ہے۔

رکوع و سجود: پھر سب لوگ خواہ غریب، امیر، بادشاہ یا نوکر ہوں امام کی ایک آواز''اللہ اکبر ''کے ساتھ رکوع میں چلے جاتے ہیں اور اللہ کی عظمت کا اقرار کرتے ہیں۔پھر امام پکارتا ہے کہ''اللہ نے اُس کی بات سُن لی جس نے اس کی تعریف کی''۔اس پر سب لوگ دوبارہ با ادب کھڑے ہو کر عرض کرتے ہیں کہ''اے ہمارے پروردگار! ساری تعریف تیرے لیے ہے''۔ پھر امام کی''اللہ اکبر'' کی آواز پر سب کے سب اللہ کے حضور سجدے میں گر جاتے ہیں اور اس کی بڑائی بیان کرتے ہیں۔اس طرح نہ صرف اللہ کے اور قریب ہو جاتے ہیں بلکہ اپنے تکبر کی نفی کے ساتھ

Marfat.com

قیادت کی اطاعت اور نظم وضبط کی ایک بہترین مثال پیش کرتے ہیں۔

تشہد: اس طرح ایک اور رکعت کی ادائیگی کے بعد تشہد میں بیٹھ کر اپنی زبان کی، بدن کی اور مالی عبادات اور قربانیوں کا یعنی اپنی پوری زندگی کا مقصد صرف اللہ کی ذات قرار دیتے ہیں۔ گویا اپنے آپ کو مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیتے ہیں۔ پھر نبی اکرم ﷺ پر ان الفاظ میں سلام بھیجتے ہیں "اے نبی ﷺ! آپ ﷺ پر سلام اور اللہ کی رحمت اور برکات نازل ہوں"۔ پھر سب پر اور صالحین پر سلام بھیجتے ہیں۔ پھر توحید اور رسالت کی شہادت دینے اور رسول پاک ﷺ پر درود و برکات بھیجنے کے بعد اپنے لئے اور اپنی اولاد کے لیے دعائے خیر کرتے ہیں اور اپنے والدین اور تمام مومنین کی مغفرت کی دعا کر کے اپنے دائیں بائیں السلام علیکم کہہ کر سب کے لیے سلامتی کی خواہش کا اظہار کرتے ہوئے نماز ختم کرتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "اگر ایک شخص دو رکعت نماز ادا کرے جس میں کوئی دنیاوی خیال نہ آئے تو اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے" (81)۔

دعا: اس کے بعد ہاتھ اٹھا کر اکثر یہ دعا کی جاتی ہے: اللھم انت سلام و منك السلام و اليك يرجع السلام حينا ربنا بالسلام و ادخلنا دار السلام ـــ تباركت ربنا وتعاليت يا ذوالجلال و لاكرام۔ (اے اللہ تو سلامتی والا ہے اور تجھی سے سلامتی ہے اور تیری طرف سلامتی رجوع کرتی ہے۔ ہمیں سلامتی کے ساتھ زندہ رکھیو اور سلامتی کے گھر میں داخل کیجیو۔ اے ہمارے پروردگار! تو بڑا برکت والا، عالی مرتبت، جلال اور بزرگی والا ہے)۔ لہٰذا یہ دعا دنیا اور آخرت دونوں میں سب کے لیے محبت، سلامتی اور امن کی خواہش کا اظہار ہے۔

Marfat.com

محبت ہی سے پائی ہے شفا بیمار قوموں نے
کیا ہے اپنے بخت خفتہ کو بیدار قوموں نے
اقبالؒ

نماز کے فوائد

1۔ معراجِ مومن:

نماز کو معراجِ مومن کہا گیا ہے کیونکہ اس میں بندہ اپنے رب سے ہم کلام ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ایک معجزہ، معراج پر تشریف لے جانے کا ہے۔ جس میں آپ ﷺ ایک رات مدینہ سے مسجد اقصیٰ تشریف لے گئے۔ پھر عرش معلّٰی پر اللہ تعالیٰ سے باتیں ہوئیں۔ چونکہ نماز میں بھی بندہ اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوتا ہے لہٰذا یہ مومن کی معراج ہے جو اپنی محبت کے اظہار کا ایک انداز ہے۔ اس طرح جو شخص اللہ تعالیٰ سے رابطہ کر لیتا ہے وہ دنیا میں دوسروں کے آگے سجدے کرنے سے بے نیاز ہو کر صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کرتا ہے۔ نماز درحقیقت ایک دعاؤں کا مجموعہ بھی ہے۔ پس جب بندہ اللہ کو پکارتا ہے تو وہ پکارنے والے کی پکار سُنتا ہے اور اگر دعائیں دل سے نکلی ہوں تو وہ قبول فرماتا ہے۔

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات
اقبالؒ

2۔ منکرات سے بچاؤ اور تقوٰی کا حصول

☆ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نماز فحاشی اور منکرات سے بچاتی ہے (82)۔

لہٰذا نماز کا ایک بڑا مقصد ہر قسم کی برائی سے بچنا اور اپنے اندر تقوٰی پیدا کرنا ہے۔ تقوٰی کے

Marfat.com

بغیر قرآن سے ہدایت ممکن ہے نہ قرب الٰہی کا حصول، جو زندگی کی منزل مقصود ہے۔ دراصل نماز میں جب بندہ سیدھے راستے پر چلنے کی دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے سامنے نیکی کا عزم اور ارادے کا اظہار کرتا ہے۔ لہٰذا اگر وہ اپنی عملی زندگی اس کے مطابق ڈھال لیتا ہے تو نیکی اس کی فطرت بن جاتی ہے۔

بندہ جب دن میں پانچ بار سب کی سلامتی کا اظہار اور سب کے لیے دعا کرتا ہے تو کیسے ممکن ہے کہ وہ تشدد پسند یا دوسروں کے لیے کسی تکلیف کا باعث ہو؟ یہ بھی کیسے ممکن ہے کہ وہ اللہ سے محبت کا اظہار تو کرے جس کو دیکھ نہیں سکتا لیکن اللہ کے بندوں سے، جنہیں دیکھتا ہے، ان کی بہتری خیر خواہی اور سلامتی کا خواہاں نہ ہو؟ اس طرح نماز ضبط نفس کے ساتھ پورے معاشرے میں امن کی تربیت اور پیغام ہے اور انسان کے جسم، ذہن، دل، اور روح کے درمیان ربط قائم کرتی ہے جس سے آسودگی اور تقدس کا احساس پیدا ہوتا ہے۔

3۔ محبت واخوت:

نماز میں بندہ اپنی ذات سے بالاتر ہو کر سب کے لیے دعا کرنے کے لیے 'میں' کی بجائے 'ہم' اور 'ہمیں' یعنی جمع کا صیغہ استعمال کرتا ہے اور سب کے لیے سیدھے راستے پر چلنے کی اور مغفرت کی دعا کرتا ہے۔ نماز کے اختتام پر دائیں بائیں منہ پھیر کر سب کو سلامتی کا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مژدہ سناتا ہے۔ یہ پوری انسانیت کے لیے محبت اور اخوت کے جذبات کی تجدید ہے۔ لہٰذا جب بندہ دن میں پانچ اوقات نماز میں بار بار ایسے جذبات کا اظہار کرتا ہے تو ممکن نہیں کہ وہ سب کا خیر خواہ اور بھلائی چاہنے والا نہ ہو۔

4۔ اتحاد اور نظم وضبط:

اگرچہ نماز اکیلے بھی پڑھی جا سکتی ہے لیکن اس کی باجماعت ادائیگی، جو ترجیحی بنیادوں پر ضروری ہے، معاشرے کی صحیح بنیادوں پر تشکیل کرتی ہے۔ سب لوگوں کو بلا تفریق ایک جگہ متحد و منظم کرتے ہوئے روزانہ پانچ وقت محلہ کی سطح پر نماز، جمعہ کے روز اس سے بڑی سطح پر، عیدین کو شہر کی سطح پر

Marfat.com

اور حج کے موقع پر تمام ملتِ اسلامیہ کی سطح پر نماز، اتحاد اور نظم وضبط کی بہترین تربیت ہے۔ جمعہ، عیدین اور حج کے مواقع ایسے ہیں جن میں تنہا نماز قابلِ قبول ہی نہیں۔ ان نمازوں میں کسر کے ساتھ صرف دو فرض کی ادائیگی کا ایک بڑا مقصد زیادہ سے زیادہ لوگوں کو خدا کے حضور حاضری کے ساتھ سب کو ایک جگہ اکٹھا کرنے کا مقصد انہیں متحد و منظم کرنا ہے۔ دنیا بھر میں آج تک تنظیم اور قیادت کی اطاعت کی ایسی مثال نہیں ملتی جیسے حج کے موقع پر میدان عرفات ہے جس میں اللہ اکبر کی ایک آواز پر تیس لاکھ سے زیادہ لوگ سب کے سب ہاتھ باندھ لیتے ہیں، جھکتے ہیں اور سجدے میں گر پڑتے اور اُٹھتے بیٹھتے ہیں۔ علاوہ ازیں، الفاظ میں باہم اخوت کے جذبات کا اظہار اور سب کے لیے سلامتی اور امن کا پیغام تو بہر حال اس اجتماعیت سے صاف ظاہر ہے۔ قائداعظم کا ایمان، اتحاد اور تنظیم کا نعرہ دراصل نماز کی روح کا ترجمان ہے۔

5۔ وقت کی پابندی:

پانچ وقت نماز کی ادائیگی پابندی وقت کا بہترین سبق ہے۔ ان میں ایسے اوقات بھی ہیں جن میں ذراسی کوتاہی نماز کو باطل کرسکتی ہے جیسے سورج نکلنے، ڈوبنے، نصف النہار کے اوقات ہیں۔ قرآن مجید میں سورۃ عصر کی ابتدا اللہ تعالیٰ 'وقت کی قسم' سے فرماتا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ اپنے بندوں کو وقت کی قدر و قیمت کا احساس دلانا چاہتا ہے۔

6۔ صحت کا راز

نماز میں خشوع وخضوع اور اس کے ارکان کی ٹھہر ٹھہر کر صحیح ادائیگی، جسم، دماغ، دل اور روح کے درمیان رابطہ کا ذریعہ ہیں جس سے آسودگی اور تقدس کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ اس طرح، یہ جسمانی، ذہنی اور روحانی صحت برقرار رکھنے اور بے شمار بیماریوں سے نجات دلاتی ہے۔ یوگا سے، جس کا آج کل چرچا ہو رہا ہے، نماز ہر لحاظ سے جسمانی، ذہنی اور روحانی صحت کے لیے زیادہ فائدہ مند ہے۔

Marfat.com

7۔ نماز سے لاپروائی:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

☆ نماز میں سُست اور کاہل نہ بنو اور نہ ہی لوگوں کو دکھانے کی خاطر نماز پڑھو (83)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

☆ ''اگر نماز برائی اور منکرات سے نہیں روکتی تو ایسی نماز کا کُچھ حاصل نہیں سوائے خدا سے دوری کے۔ اللہ تعالیٰ کو ایسی نماز کی پروا نہیں جس میں انسان کے دل و جان شامل نہ ہوں۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو نمازوں سے کُچھ حاصل نہیں کرتے سوائے تکلیف اُٹھانے کے۔ انسان کو نماز کے صرف اس حصے کا اجر ملتا ہے جس سے وہ باخبر ہو'' (84)۔

☆ ''نماز سے لاپروائی دین کی تباہی ہے'' (85)۔

آپ ﷺ کے ارشادات سے صاف ظاہر ہے کہ آج اگر مسلمان خستہ حال ہیں تو اس کی ایک بڑی وجہ نماز کے مقاصد اور روح سے بے پروائی ہے۔

5۔ روزہ برائے تقویٰ

كُتِبَ عَلَيْكُمُ صِيَامُ...... لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (86)

(تم پر روزے فرض کئے گئے۔۔۔۔۔۔تاکہ تمہیں تقویٰ حاصل ہو)

روزہ دین اسلام کا تیسرا بنیادی رکن ہے۔ نماز کی طرح روزے میں بھی اللہ تعالیٰ کی محبت کا پہلو نمایاں ہوتا ہے جس میں بندہ اپنے پروردگار کے حکم کی پیروی میں کھانا پینا چھوڑ دیتا ہے اور

Marfat.com

نفسانی خواہشات سے منہ موڑ لیتا ہے۔ چونکہ انسان کے اندر مادی اور سفلی تقاضے ہیں جو حیوانوں سے مشترک ہیں اور نورانی جوہر بھی ہے جو روحِ الٰہی کے حوالے سے ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کی بندگی کا دارومدار اس پر ہے کہ اس کا روحانی جوہر اس کے حیوانی عنصر پر غالب رہے۔ روزہ اس مقصد کے حصول میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

☆ تم پر روزے فرض کئے گئے جس طرح تم سے پہلی امتوں پر فرض کئے گئے تا کہ تمہیں تقوی حاصل ہو" (87)۔

تقوی: روزہ انسان کے اندر احساسِ بندگی پیدا کرتا ہے کیونکہ روزہ رکھنے والے کی اندرونی کیفیت کو سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔ گویا یہ خدا اور بندے کے درمیان راز و نیاز کا معاملہ ہے۔ تقوی اسی صورت میں حاصل ہوتا ہے جب دن بھر پیٹ کے روزے کے ساتھ جسم کے ہر حصے کا روزہ ہو۔ ذہن پراگندہ خیالات سے پاک رہے، زبان اس طرح قابو میں رہے کہ کوئی جھوٹ، غلط یا ناشائستہ بات منہ سے نہ نکلے، کسی کی چغلی کھائے نہ ہی غیبت کرے۔ کان کا روزہ اس طرح ہو کہ کوئی غلط بات نہ سنے۔ آنکھ کا روزہ ایسا ہو کہ خیانت نہ کرے یعنی کسی کو بُری خواہشات سے نہ دیکھے۔ ہاتھ سے دوسرے محفوظ رہیں اور پاؤں غلط راستے پر نہ چلیں۔

تطہیر نفس:

روزوں کے لیے وہ مہینہ مقرر کیا گیا جس میں قرآن مجید کا نزول ہوا اور جس میں بے حد برکتوں والی رات لیلۃ القدر ہے۔ اس مہینے میں دن کے روزوں کے علاوہ رات میں بھی تراویح کی شکل میں ایک خاص عبادت کا اجتماعی نظام قائم کیا جاتا ہے جس میں تلاوتِ قران سے اللہ تعالیٰ کے احکام کی یاددہانی کرائی جاتی ہے جو نصیحت کے ساتھ ساتھ ذریعہ تطہیر نفس اور قربِ الٰہی ہے۔

اخلاق حسنہ:

روزہ نہ صرف نفس کو مارتا ہے بلکہ کئی جسمانی بیماریوں سے بھی نجات دلاتا ہے اور جسم اور

Marfat.com

روح کے درمیان توازن کو برقرار رکھتا ہے۔ پس روزہ تربیت نفس کے ساتھ صبر واستقامت اور اخلاقِ حسنہ کی مشق ہے اور سب کی جان ومال اور عزت وآبرو کی حفاظت اور سلامتی ہے۔ رمضان میں بے ہودگی، جھوٹ، غیبت، چغلی، بددیانتی یا بسیار خوری روزے کے مقصد کو فوت کردیتی ہے۔ لہٰذا روزہ ان سب سے بچنے کی تربیت ہے۔

اخوت وہمدردی:

روزہ غریبوں کی بھوک کا احساس بیدار کرتے ہوئے لوگوں میں محبت، اخوت اور ہمدردی کے جذبات ابھارتا ہے۔

جسم سے آزادی:

جیسے نماز کی حالت میں بندہ اپنے جسم سے بے خبر ہوجاتا ہے، روزے کا مقصد بھی یہ احساس دلانا ہے کہ بھوک صرف جسم کو لگتی ہے لیکن 'میں' جو جسم سے علیحدہ ہے وہ بھوکا نہیں ہوتا۔ گویا روزے میں انسان کو اپنے جسم پر پورا اختیار حاصل ہوتا ہے اور ساتھ یہ بھی احساس واضح ہوجاتا ہے کہ وہ جسم نہیں بلکہ ایک علیحدہ شخصیت ہے۔

غیبت سے بچاؤ:

غیبت کے حوالے سے ایک واقعہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس بیان کی تصدیق کرتا ہے کہ

"کیا تم پسند کرتے ہو کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھاؤ"؟(87)۔

ایک دفعہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ دو روزہ دار عورتیں ہیں جو پیاس کی وجہ سے قریب المرگ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے خاموشی سے اپنا چہرہ مبارک اس شخص سے پھیر کر روزہ توڑنے کی اجازت نہ فرمائی۔ اس شخص نے دوبارہ التجا کرتے ہوئے عرض کیا کہ وہ عورتیں مرنے کے قریب ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "انہیں میرے پاس لاؤ اور ساتھ ایک پیالہ

Marfat.com

بھی لاؤ"۔ جب وہ حاضر ہوئیں تو آپ ﷺ نے ایک عورت کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اس پیالے میں قے کرو۔ اس عورت نے ویسا ہی کیا تو اس کے منہ سے قے کے ساتھ خون، پیپ اور گوشت کے ٹکڑے نکلے جن سے پیالہ آدھا ہو گیا۔ پھر آپ ﷺ نے دوسری عورت کو بھی ویسا ہی کرنے کے لیے فرمایا۔ اس کے منہ سے بھی ویسا ہی مواد نکلا جس سے پیالہ بھر گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "ان دونوں نے روزہ اس چیز سے رکھا جو اللہ تعالیٰ نے حلال کیا ہے اور اس چیز سے توڑا جو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔ انہوں نے اپنا روزہ دوسروں کا گوشت کھا کر ضائع کر دیا" (88)۔

اس واقعہ سے صاف ظاہر ہے کہ غیبت کتنی بڑی برائی ہے اور روزہ ایسی برائیوں سے بچنے کی تربیت ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

☆ "ہر چیز کا ایک مصفیٰ ہوتا ہے اور روزہ جسم کی صفائی کرتا ہے اور یہ معاملہ صبر کا ہے" (89)۔

☆ "جو شخص پورے ایمان کے ساتھ روزے رکھے اس کے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں" (90)۔

6۔ زکوٰۃ برائے معاشی فلاح

اَنۡفِقُوا مِمَّا رَزَقۡنٰکُم (91)

(دوسروں میں بھی تقسیم کرو اس سے جو ہم نے تمہیں بخشا ہے)

توحید و رسالت کے اقرار، اقامت نماز اور روزہ کے بعد اسلام کا چوتھا بنیادی رکن زکوۃ ادا کرنا ہے جس کے بہت سے مقاصد ہیں۔

Marfat.com

اظہارِ بندگی: اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی بندگی اور نیاز مندی کے اظہار کا ایک طریقہ زکوٰۃ کی ادائیگی ہے۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ جو کچھ بندے کے پاس ہے وہ اس کا اپنا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے در پردہ اور ظاہر خرچ کرنے کا حکم دیتا ہے۔

تزکیہ: زکوٰۃ کا دوسرا پہلو مال و دولت کی محبت کے زہریلے اثرات سے نفس کو پاک کرنا ہے۔ گویا یہ تزکیہ نفس میں مدد کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

☆ "اے نبیؐ! آپ مسلمانوں کے اموال میں سے صدقہ وصول کیجئے جس سے ان کے قلوب کی تطہیر اور ان کے نفوس کا تزکیہ ہو" (92)۔ "آتش دوزخ سے وہ متقی بندہ دور رکھا جائے گا جو اپنا مال راہِ خدا میں اس لیے دیتا ہے کہ اس کی روح اور اس کے دل کو پاکیزگی حاصل ہو" (93)۔

امن: زکوٰۃ کے ذریعہ ضرورت مند، نادار اور پریشان حال لوگوں کی مدد ہوتی ہے جس سے معاشرے میں سکھ اور امن کی فضا پیدا کرتی ہے۔

اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

☆ تم ہرگز نیکی کو نہیں پہنچ سکتے جب تک ان چیزوں میں سے خرچ نہ کرو جن سے محبت رکھتے ہو۔ جو لوگ خرچ کرتے ہیں ان کے لیے بڑا ثواب ہے، ان کو خوف ہوگا نہ غم۔ ان کے کاموں کا صلہ اللہ کے ہاں ہے۔

☆ خرید و فروخت اور تجارت انہیں زکوٰۃ دینے سے غافل نہیں کرتی (94)۔

☆ لیکن جو لوگ مال دینے میں بخل کرتے ہیں اس مال و دولت سے جو اللہ نے اپنے فضل و کرم سے ان کو دیا ہے وہ یہ گمان نہ کریں کہ دولت ان کے حق میں بہتر ہے۔ بلکہ انجام کے لحاظ سے وہ ان کے لیے بدتر ہے۔ وہ دولت جس میں انہوں نے بخل کیا یعنی زکوٰۃ ادا نہ کی قیامت کے دن ان کے گلوں میں طوق بنا کر ڈالی جائے گی (95)۔

Marfat.com

زکوٰۃ نہ دینے والوں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

☆ مالِ زکوٰۃ جب دوسرے مال میں مخلوط ہوگا تو اس کو ضرور تباہ کردے گا(96)۔

بے لوث مدد کا جذبہ : زکوٰۃ دینے کا مقصد رضائے الٰہی ہے(97) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ زکوٰۃ دینا فرض قرار پایا جو امیروں سے لے کر غریبوں میں تقسیم کی جاتی ہے(98)۔ ظاہر ہے اس کا مقصد ضرورت مندوں کی بہبود اور سلامتی کیلئے لوگوں میں مدد کے جذبے کو ابھارنا ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ جسے خیرات دو اس پر احسان نہ سمجھو۔ ناپاک چیزیں دینے کا ارادہ نہ کرو اور پاکیزہ اور اچھا مال خیرات کرو اور تقسیم کے لیے صحیح حق دار تلاش کرو(99)۔

زکوٰۃ کے فرض ہونے کی حیثیت ان لوگوں کے اس جذبہ کی نفی ہے جو صرف نمائش کے لیے یا انہیں مرعوب کرنے کی خاطر غریبوں کی مدد کرتے ہیں۔

نصاب: زکوٰۃ دینے کے لئے نصاب مقرر ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی رضامندی سے زکوٰۃ کی مقدار میں اضافہ کرے وہ اللہ کے نزدیک زیادہ مقبول ہے۔ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے ادوار میں جو نظام رائج تھا اس کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ زکوٰۃ کی مقدار کو نصاب اور قابل زکوٰۃ چیزوں کے اضافے سے بڑھایا بھی جا سکتا ہے(100)۔ لہٰذا آج کی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے ایک کھلا راستہ جس کا تعین اجتہاد سے کیا جا سکتا ہے۔

زکوٰۃ کے مصرف: زکوٰۃ کے مصرف کی رو سے صدقات سے متعلق قرآن مجید کی درج ذیل آیت مبارکہ ہے:

''بیشک صدقات، فقرا، مساکین، عاملین جو مقرر ہیں، تالیف قلوب کے لئے، گردنیں چھڑانے میں، تاوان بھرنے والوں کے لئے، اللہ کی راہ میں اور مسافر کے لئے، اللہ کی طرف سے فریضہ ہے اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے'' (101)

Marfat.com

اگرچہ یہ احکام بڑے سادہ نظر آتے ہیں لیکن حکمت سے بھرپور ہیں۔ ان کے تحت سارے فلاحی کام جو اللہ کے لئے ہوں، زکوٰۃ کے مصرف کے زُمرے میں آتے ہیں۔ لہٰذا انفرادی اور اجتماعی فلاح دونوں کے لئے خرچ کرنا ان میں شامل ہوگا۔ بیان کردہ مستحقین کی وضاحت کے بارے میں اگرچہ کچھ لوگوں میں اختلاف پایا جاتا ہے لیکن موجودہ دور کے حالات کے پیش نظر، درج ذیل وضاحت ممکن ہے۔

فُقراُ: فقراُ کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "یہ وہ غریب لوگ ہیں جو اللہ کی راہ میں روک دیئے گئے جو ملک میں چل پھر نہیں سکتے۔ نادان لوگ ان کے بے سوالی ہونے کی وجہ سے انہیں مالدار خیال کرتے ہیں۔ آپ ان کے چہرے دیکھ کر اندازہ لگا کر قیافہ سے انہیں پہچان لیں گے۔ وہ لوگوں سے چمٹ کر سوال نہیں کرتے (102)۔ اس سے ظاہر ہے کہ "فقراُ" کے بارے میں "مانگنے والوں کا" عام تصور غلط ہے۔ اسلام بھکاریوں کی طرح مانگنے کی مذمت کرتا ہے۔ بہر حال فقراُ میں وہ غریب شامل ہوں گے جو اپنی بنیادی ضروریات پورا کرنے سے کسی بھی وجہ سے قاصر ہیں۔

مساکین: ایک حدیثِ مبارکہ کے مطابق مسکین وہ ہے جو اپنی حاجت بھر مال حاصل کر پاتا ہے نہ پہچانا جاتا ہے کہ اس کی مدد کی جائے اور جو کما نہ سکتا ہو یا کمانے کا موقع نہ پاتا ہو (103)۔ اس تعریف کی رو سے وہ تمام غریب یا یتیم بچے، معذور، اپاہج یا بوڑھے جو کمانے کے قابل نہ ہوں یا وہ بیمار، جو عارضی طور پر کمانے کے موقع سے محروم ہونے کی وجہ سے اپنی بنیادی ضروریات پورا نہیں کر سکتے، مساکین ہیں۔

عاملین: یہ وہ لوگ ہیں جو صدقات اکٹھے کرنے، ان کا ہر طرح سے انتظام، منصوبہ بندی، خرچ اور تقسیم کے ذمہ دار ہیں۔ ان کے اخراجات اس میں شامل ہو سکتے ہیں۔

تالیف قلوب: اس سے مراد وہ لوگ ہیں جن کی دلداری کر کے اسلام کی طرف

Marfat.com

راغب کیا جا سکے۔ جو غریب لوگ اسلام میں نئے نئے داخل ہوں ان کی مالی مدد کے لئے خرچ کرنا بھی اس میں شامل ہو سکتا ہے تا کہ ان کی پریشانیاں دُور ہوں اور وہ مسلمانوں کے ساتھ رہیں۔ اس کے علاوہ جو لوگ دوسروں کو بہکا کر اسلام سے دور کرتے ہیں ان کے اور عام لوگوں کے دل دین کی طرف جیتنے کے لئے منصوبہ بندی کرنا اور اس پر عمل کے لئے اخراجات بھی اس میں شامل ہو سکتے ہیں۔ منافقین کے شر سے مسلمانوں کو بچانا بھی اسی مد کے تحت آ سکتا ہے۔

گردنیں چھڑانے میں: ان میں وہ مسلمان شامل ہیں جو جنگ میں گرفتار ہو کر دشمن کے نرغے میں آ جائیں یا اغوا برائے تاوان کر لئے جائیں۔ اگر کوئی ناجائز طور پر کسی جرم میں، جو اس نے نہیں کیا، پکڑا جائے اسے چھڑانے کے لئے خرچ بھی اسی زمرے میں آ سکتا ہے۔ اگرچہ آج جسمانی غلامی باقی نہیں رہی لیکن لوگ اب ذہنی اور معاشی غلامی میں جکڑے ہوئے ہیں۔ لہٰذا اس سے بچانے کے لئے ہر طرح سے خرچ اس مد میں خاص طور پر شامل ہو سکتا ہے۔

قرض دار: ایسا قرض دار جو اپنی بنیادی بود و باش کی ضروریات پورا کرنے کے لئے قرض لیتا ہے یا سخت بیمار ہے اور اپنی جان بچانے کے لئے قرض لے چکا ہے یا اپنی تعلیم مکمل کرنے کے لئے قرض لے چکا ہے لیکن ادا کرنے سے قاصر ہے تو ایسے شخص کی مدد اس مد میں شامل ہو سکتی ہے۔ البتہ جو شخص اپنا مال اسراف سے ضائع کرتا ہے یا بے ایمان یا بدکردار ہے وہ اس سے مستثنیٰ ہوگا تا آنکہ وہ پکی توبہ کرے۔

مسافر: اس مد میں وہ لوگ شامل ہو سکتے ہیں جو دورانِ سفر کسی وجہ سے اپنا مال و اسباب کھو دیں اور بے یار و مددگار ہوں۔ خواہ اکتنا ہی مالدار ہو، اس سے مستفید ہو سکتا ہے۔ اس میں حج کا سفر بھی بلاشبہ شامل ہوگا بشرطیکہ وہ شخص گھر سے سامانِ سفر لے کر چلا لیکن راستے میں یا حج کے دوران کھو گیا۔

فی سبیل اللہ یعنی اللہ کی راہ میں: یہ شق بہت وسیع مفہوم کی حامل ہے۔ اس لئے ہر وہ

Marfat.com

کام جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے، مسلمانوں کی فلاح، دین کی حفاظت، ابلاغ اور سربلندی کے لئے کیا جائے وہ اس میں شامل ہو سکتا ہے۔ فلاح کے حوالے سے ان تمام کاموں کے لئے خرچ جن کی ضرورت ایک فلاحی ریاست کے قیام کے حوالے سے ضروری ہو اس مد سے پورے کیا جا سکتا ہے۔

آئمہ سلف کی اکثریت اس بات کی قائل تھی کہ فی سبیل اللہ سے مراد جہاد یعنی قتال فی سبیل اللہ ہے لیکن اگر موجودہ دَور کے تناظر میں دیکھا جائے تو اس کے تقاضے بدل چکے ہیں۔ آج جہاد کی ضرورت پڑنے پر ہر سلطنت میں فوج کا انتظام موجود ہے جن کے اخراجات کھربوں روپوں میں ہوتے ہیں۔ زکوٰۃ کی خطیر رقم ان اخراجات کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا فی سبیل اللہ کو آج کے تناظر میں دیکھنے کی ضرورت ہے۔

اس کے برعکس اگر عوام کی بہتری کے لئے وہ فلاحی کام اس میں شامل کئے جائیں جس سے کوئی نادار بھوکا ننگا یا بے گھر نہ رہے اور ہر شخص کو صحت قائم رکھنے اور تعلیم حاصل کرنے کے مواقع نصیب ہوں تو اس سے معاشرے میں صحیح معنوں میں اسلام کی روح نظر آئے گی۔ اس طرح جب ہر شخص کی بنیادی ضروریات پوری ہوں گی تو نہ صرف وہ بے شمار اخلاقی بیماریوں سے نجات پائے گا بلکہ فکروں سے بے پرواہو کر اپنے رب کی طرف رجوع بھی کر سکے گا۔

غریب لوگوں کو خودکفیل بنا کر غربت وافلاس کی ذلت آمیز زندگی جو اسلامی طریق زندگی کو داغدار کر رہی ہے، سے نجات دلانا بھی اللہ کی راہ میں کام ہیں جو اس مد سے پورے کئے جا سکتے ہیں۔۔ لہٰذا اس کے لئے مناسب انتظامات بھی اس مد کے تحت ہو سکتے ہیں جبکہ تبلیغ اسلام، تعلیم کے اخراجات اور عوام کی صحت برقرار رکھنا ایسے کاموں میں خصوصیت کے حامل ہیں۔

عشر:

اسلام میں زکوٰۃ کے علاوہ عُشر کی ادائیگی بھی ایک فرض ہے۔ یہ زمین سے پیداوار پر لگان ہے۔ جس کی شرح چشموں، بارش اور سیلاب سے سیراب ہونے والی سرسبز وشاداب زمین میں پیداوار کا دسواں حصہ اور مصنوعی طریقہ کار جیسے ٹیوب ویل، کنوئیں اور بیلوں کے ذریعہ سینچنے والی زمین سے

Marfat.com

پیداوار کا بیسواں حصہ ہے۔ موجودہ دور میں کئی جگہ عشر وصول ہی نہیں کیا جا رہا۔ لہٰذا اس سے متعلق بھی ضرورت اجتہاد کے تحت ایک جامع حکمت عملی کی ضرورت ہے۔

زکوٰۃ کی اہمیت اور تجزیہ۔

زکوٰۃ کا ذکر قرآن مجید میں کم از کم ستائیس بار نماز کے ساتھ اور تین بار علیحدہ آیا ہے۔ اس لئے یہ نماز کی طرح ایک فرض کی حیثیت کی حامل ہے۔ زکوٰۃ کا مقصد رضائے الٰہی، تزکیہ نفس، تزکیہ مال، دولت کی عادلانہ تقسیم سے غربت کا تدراک اور انسانوں کے درمیان محبت اور خیر خواہی کے جذبات کو تقویت دینا ہے۔ یہ ایک ایسی مالی عبادت اور فریضہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا۔ اس کی شرح اور مصرف متعین ہوتے ہیں۔ زکوٰۃ بچت پر لگتی ہے جبکہ ٹیکس آمدن پر لگتے ہیں۔ لہذا اس کا مقصد لوگوں سے وہ مال لینا ہے جو ان کی مالی ضرورت سے زائد ہے۔ ٹیکسوں میں اخراجات کو پیشِ نظر نہیں رکھا جاتا اور مختلف شرح سے لگتے ہیں جبکہ زکوٰۃ میں ایسی کوئی تخصیص نہیں۔ لہٰذا یہ فطری رجحانات کے قریب تر ہے۔ اجتماعی بھلائی کے لئے ان کا ایک مرکز میں جمع کرنا اور باقاعدہ منصوبہ بندی سے استعمال عین اسلام کی روح کے مطابق ہوگا۔

زکوٰۃ اس مال پر واجب ہوتی ہے جو کسی بھی صورت میں ایک سال کے عرصہ تک پڑا رہے اور نصاب سے زائد ہو۔ ذاتی جائز ضروریات کی چیزیں، جو روزمرہ کے استعمال میں ہوں؛ مثلاً اپنی رہائش کا مکان، سامانِ بود و باش، خورد و نوش و سفر وغیرہ زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہیں۔ وہ جمع شدہ مال جس پر زکوٰۃ واجب ہے، ظاہری بھی ہوسکتا ہے اور پوشیدہ بھی۔ مالِ تجارت پر زکوٰۃ کا جواز خلافتِ راشدہ کی حکمتِ عملی سے ملتا ہے۔ یہ اتنے بڑے وسائل کا ذریعہ ہے کہ ایک بہترین فلاحی ریاست تشکیل دی جا سکتی ہے۔ لہذا ظاہری سامان میں مال و دولت، ہر قسم کی کمرشل اور اپنی ذاتی رہائش گاہ کے علاوہ رہائشی اور دوسری جائیدادیں، سرمایہ و سامان، مال مویشی وغیرہ شامل ہیں۔ چھپے ہوئے مال میں ہر قسم کی کرنسی

Marfat.com

اور بنکوں میں پڑا ہوا مال، سونا چاندی اور ہر قسم کا سامانِ تجارت وغیرہ شامل ہو سکتے ہیں۔

زکوٰۃ سے ارتکاز زر کی بیخ کنی بھی ہوتی ہے کیونکہ اگر مال بغیر استعمال کے پڑا رہے تو ہر سال زکوٰۃ کی ادائیگی سے آہستہ آہستہ ختم ہو جائے گا۔ لہٰذا بلا مقصد کسی چیز کو رکھ دینا اسلام کی نظر میں ناپسندیدہ فعل ہے۔ آپ ﷺ نے ایک خطبہ میں فرمایا کہ ''آگاہ ہو جاؤ کہ تم میں جو کوئی یتیم کا متولی ہو اور اس کے پاس یتیم کا مال و دولت ہو تو اسے تجارت میں لگاؤ اور یونہی نہ ڈالے رکھو ایسا نہ ہو کہ زکوٰۃ اُسے ختم کر ڈالے (104)۔ پس زکوٰۃ کا ایک مقصد گردشِ زر بھی ہے۔

اسلامی فلاحی ریاست کا تصور:

اگر اللہ تعالیٰ کے زکواۃ، عشر اور انفاق سے متعلق کلام کی حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کی جائے تو ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر انسان کی بنیادی ضرورتوں کو پورا کرنے کا متمنی ہے۔ لہٰذا اسلام میں ان کا ایک بڑا مقصد معاشرے میں ایک ایسا معاشی استحکام ہے جس سے ہر شخص کی بنیادی ضروریات پوری ہوں۔ ظاہر ہے یہ ذمہ داری ایک ریاست ہی پورا کر سکتی ہے۔ لہٰذا اس نظام میں قرآن وسنت کی روشنی میں ایسی تبدیلیوں کی ضرورت ہے جن سے صحیح معنوں میں ایک اسلامی فلاحی ریاست کا قیام ممکن ہو۔ اس کے لئے سب سے پہلا قدم ان محاصل کی وصولی کا نظام ہے۔ اس کے لئے ایسی جامع منصوبہ بندی درکار ہے جس کا مقصد لوگوں کو استحصال اور غربت سے نجات دلا کر خوشحال زندگی اور امن سے ہم کنار کرنا ہو۔ بہر حال ایک فلاحی ریاست کا تصور تمام انسانوں کی بنیادی ضرورتوں کو پورا کرتے ہوئے ہر شخص کو معاشرتی اور معاشی تحفظ فراہم کرتا ہے۔

اس موضوع پر اظہار خیال ایک دوسری تحریر بعنوان مسائلِ مسلم اور امن میں بھی کیا گیا ہے

Marfat.com

7۔ حج برائے وحدتِ اُمّہ

اَوّل بَیۡتَ وَضُعَ لِلنَّاسَ (105)

انسانوں کے لیے (وحدت اور امن کا) پہلا گھر

حج دین اسلام کا پانچواں رکن ہے جو ان لوگوں کے لیے فرض ہے جو استطاعت رکھتے ہیں۔ یہ اللہ سے محبت کرنے والے دیوانوں کی طرح اس کے دربار میں حاضری اور اجتماعیت سے وحدت کی تربیت ہے۔ ویسے صحیح معنوں میں نماز ادائیگی بھی اللہ کے حضور ایسی ہی حاضری ہے لیکن حج کے دوران حاضری کا انداز ہی نرالا ہوتا ہے

وحدت کا اصول مسلم روح کا بنیادی عنصر ہے۔ اس کا مقصد تمام مسلمانوں کو متحد کر کے باہم ربط سے زندگی گزارنا ہے۔ حج نہ صرف اس طرف رہنمائی کرتا ہے بلکہ سفرِ آخرت کی یاد بھی دلاتا ہے کیونکہ انسان اپنے عزیز و اقارب، گھر بار، سب کچھ چھوڑ کر اپنے اس امن والے گھر کی طرف رخصت ہوتا ہے جو لوگوں کے لیے پہلا گھر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"بیشک پہلا گھر جو لوگوں کے لیے مقرر کیا گیا وہی ہے جو مکہ میں ہے۔ وہ تمام دنیا کے لیے بڑی برکت والا اور ہدایت والا ہے۔ اس میں واضح نشانیاں ہیں۔ مقامِ ابراہیم ہے جو اس میں داخل ہو جائیگا وہ امن والا ہو جائیگا۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر بیت اللہ کا حج فرض کیا ہے جو اس کی طرف سفر کرنے کی طاقت رکھتے ہیں" (106)

اس طرح بیت اللہ کو امن کا گھر قرار دینے کا مقصد دنیا کے لیے پیامِ امن ہے۔ امن کے حوالے سے حج کے دوران کسی کو تکلیف دینا تو در کنار، اپنا ایک بال کاٹنا بھی منع ہے۔

Marfat.com

اجتماعی اظہار عبودیت:

حج اجتماعت کے ساتھ وحدت کی تربیت ہے۔ دنیا کی تاریخ میں انسانی مساوات، اتحاد، بھائی چارے اور سلامتی کے ساتھ اکٹھے ہو کر اللہ وحدہٗ لاشریک کے حضور حاضر ہونے کی ایسی کوئی مثال نہیں ملتی جیسے حج کا فریضہ ہے۔ مرد ننگے سر اور ایک سفید اَن سلے کپڑے میں لپٹا ہوا ہوتا ہے جس سے قوم، نسل، رنگ یا رتبے کی وجہ سے کسی قسم کی تخصیص یا تفریق نہیں ہوتی اور ہر ایک مسکینی اور محتاجی کی حالت میں اللہ تعالیٰ کو آوازیں دیتا جاتا ہے کہ "اے اللہ میں حاضر ہوں"۔ پھر خانہ کعبہ کے گرد طواف اور حجر اسود کو بلاواسطہ یا بالواسطہ چومنا، یہ سب عبودیت کا اظہار ہے۔

مساوات، اتحاد اور اخوت: حج کے لیے میدان عرفات میں وقوف ہی دراصل حج کا بنیادی رکن ہے۔ اس میں لوگ دنیا کے کونے کونے سے آ کر جمع ہوتے ہیں جو میدان حشر کی یاد دلاتا ہے اور سب کا بلاتفریق اکٹھے ہونا، باہم اتحاد اور اخوت کی بے نظیر مثال پیش کرتا ہے۔ یہ آپس میں تعارف کا بھی موقع ہے جس سے مسلمانوں میں باہم تعلقات بڑھتے ہیں۔

آئندہ کی حکمت عملی: حج مسلم اُمہ کے لیے اپنا محاسبہ کرتے ہوئے آئندہ کے لیے لائحہ عمل مرتب کرنے کا بھی ایک ایسا موقع ہے جس کی مثال حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنے خطبہ حجۃ الوداع کے ذریعہ ساری امت کے لیے قائم فرما دی۔

نظم و ضبط: حج کے موقع پر نماز میں کم و بیش تیس لاکھ لوگ اللہ اکبر کی ایک آواز پر مکمل سکوت کی حالت میں صف بندی کے ساتھ رکوع کرتے اور سجدے میں چلے جاتے ہیں۔ ایسے نظم و ضبط کی مثال دنیا میں نہیں ملتی۔ اگر ایسے ہی ایمان، نظم و ضبط، یگانگت، اخوت، مساوات اور ہر ایک کے لیے سلامتی کے جذبے کا مظاہرہ مسلمان اپنی عملی زندگیوں سے کریں اور ہر سال حج کے موقع پر اپنے محاسبہ کے ساتھ آئندہ کے لیے لائحہ عمل بھی مرتب کر لیں تو کوئی وجہ نہیں کہ یہ مثال دیکھ کر

Marfat.com

دنیا کے بیشتر لوگ اسلام کی طرف نہ دوڑے آئیں۔ میدان عرفات میں قیام میدان حشر کی یاد بھی دلاتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی ہیبت اور محبت کی ملی جلی فضا ہوتی ہے۔

قربانی: میدانِ عرفات سے واپسی پر بندہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت میں ایک جانور کی قربانی کے ذریعہ اللہ کی راہ میں اپنی جان دینے کا اعادہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''اس تک ان قربانیوں کے جانوروں کا گوشت پہنچتا ہے نہ خون بلکہ اس تک تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے'' (107)۔ گویا قربانی کا مقصد حصول تقویٰ ہے اور اللہ کی رضا کے لئے بُری نفسانی خواہشات کو قربان کرنا ہے۔

''رمی'': شیطان کو پتھر مار کر اپنے نفس کے شیطان کو مارنے کا فیصلہ ہے

''سعی'': صفا و مروہ کے درمیان ایک ماں کی محبت کا دل میں احساس جگاتی ہے وہ ماں جو اپنے بچے کے لیے پانی کی تلاش میں تپتی دھوپ میں ایک پہاڑی اور کبھی دوسری پہاڑی پر دوڑتی ہوئی جاتی ہے حتیٰ کہ زم زم کا چشمہ پھوٹ پڑتا ہے۔ یہ اس طرف بھی رہنمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اس پر نچھاور فرماتا ہے جو اپنی بھرپور کوشش کرتے ہیں۔

سر منڈوانا یا بال ترشوانا: یہ بھی بندے کی عبدیت کا اظہار ہے۔

لہٰذا حج کی ادائیگی کے لیے جب بندہ روانہ ہو تو جسمانی طور پر دنیا کو چھوڑنے، ارکان حج کی ادائیگی کے وقت اور خاص طور پر میدان عرفات میں روزِ محشر کا احساس ہو۔ ذہن صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی بندگی اور اس کی ہیبت، عظمت، بزرگی اور محبت کے احساس کے ساتھ اس کی طرف رجوع کرے۔ دل شیطانی وسوسوں سے پاک ہو کر اللہ تعالیٰ سے ملنے کی تڑپ اور اس کی راہ میں اپنی جان تک دینے کی قربانی کے جذبے سے سرشار ہو۔ ایامِ حج میں مدینہ منورہ روضہ اقدس پر حاضری کے وقت رسول اللہ ﷺ کی محبت میں ڈوبا ہوا ہوتا ہے اس محبت کا عملی اظہار آپ ﷺ کے اُسوہ حسنہ کو اپنانے کا مصمم ارادہ ہے۔ المختصر یہ کہ حج کا ایک ایک رکن ایک اچھا انسان اور ہم آہنگ معاشرے کی

Marfat.com

تشکیل کا عکاس ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر ایک شخص حج، عمرہ یا جہاد کے ارادے سے چلتا ہے اور راستے میں اس کی موت واقع ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کی جزا دیتا ہے جس کا اس نے ارادہ کیا تھا'' (108)۔ جب تک میری امت اس حرمِ مقدس کا احترام کرتی رہے گی خیریت سے رہے گی (109) کیونکہ یہ وحدت اور امن کا گھر ساری انسانیت کے لئے پیامِ امن ہے۔

Marfat.com

باب سوم

ایمان اور اس کی تکمیل

1- ایمان کا تصور

اٰمَنُوْ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۔(110)

(اللہ اور رسول پر ایمان لاتے ہیں۔۔)

ایمان دل کی اس کیفیت کا نام ہے جو کسی جذبے، خواہش یا مشن کی انتہا یا آخری نقطہ ہو اور بندہ اس کے لیے ہر قسم کی قربانی دینے کے لیے تیار ہوتا ہے۔اس طرح ایمان انسان کی پوری شخصیت کا احاطہ کرتا ہے۔مثلاً ایک فوجی، خواہ اس کا تعلق کسی بھی مذہب یا ملک سے ہو، ملکی سرحدوں کی حفاظت کی خاطر اپنی جان قربان کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہتا ہے کیونکہ یہ اس کا ایمان ہوتا ہے۔ آج کچھ لوگ دولت کمانے یا اپنے کسی اور مادی نصب العین یا خواہش کی تکمیل کے لئے ملکی قوانین، اخلاقی ضابطے، دوستیاں حتیٰ کہ اپنے بہت قریبی عزیز واقارب سے تعلقات بھی قربان کرنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں کیونکہ یہ ان کا ایمان اور اس کی تکمیل کا راستہ ہوتا ہے۔

اللہ پر ایمان:

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ پر ایمان کی جانچ ایک ایسے بے لاگ تجزیے سے ہو سکتی ہے جس سے پتا چلے کہ بندہ کس حد تک ان کی محبت اور محبت سے اطاعت کے لیے اپنی ذاتی خواہشات، دلچسپیاں، کاروباری فائدے، وقت، ذاتی مفادات، رنجشیں وغیرہ قربان کرنے کے لیے تیار ہے۔

Marfat.com

پس اللہ تعالیٰ پر ایمان کی نسبت جب انسان اپنے گردونواح کا جائزہ لیتا ہے یعنی اپنی آنکھوں، کان اور عقل سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کے مظاہر دیکھتا ہے اور اس بصیرت سے، جو اسے اللہ تعالیٰ کی روح اور اس کی فطرت پر تخلیق کے حوالے سے حاصل ہے، خدا کی ہستی کو اپنے اندر محسوس کرتا ہے تو بے ساختہ پکار اٹھتا ہے کہ وہی الہٰ ہے۔ اس پر اور اس کے ہر حکم پر یعنی اس کے رسولوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے فرشتوں پر اور یوم آخرت پر ایمان (110) کی ایک فطری آواز بن جاتا ہے۔

ایمان کی کیفیات:

اسلام میں اللہ تعالیٰ پر ایمان کے لیے زبان سے لا الہ الا اللہ کا اقرار اور اس کا دل سے یقین ضروری ہے۔ اس یقین کی بھی دو کیفیات ہیں۔ ایک تو تصور ہے جو ذہن میں ابھرتا ہے اور ایک اُس تصور یا خیال کے ساتھ احساس ہے جو دل میں پیدا ہوتا ہے۔ مثلاً ایک شخص اپنے ماں باپ، بیوی، بچے یا دوست کا تصور یا اس کی تصویر ذہن میں لاتا ہے تو اس تصویر کے ساتھ ایک تعلق کا احساس وابستہ ہوتا ہے جس کی نسبت، عزت، محبت، شفقت، پیار، ہمدردی یا دوستی کے جذبات دل میں محسوس ہوتے ہیں۔ گویا ایک سوچ ہے دوسرا احساس ہے یا جذبات ہیں۔

جب بندہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے تو ایک اس کا خیال ذہن میں ابھرتا ہے پھر اس کے ساتھ ایک تعلق کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ یعنی ایک خالق، مالک اور پروردگار کا خیال آتا ہے اور بندگی، پرستش، لگاؤ اور محبت کے جذبات دل میں ابھرتے ہیں یا اس کی بزرگی اور عظمت کا احساس یا ناراضگی کا خوف دل میں پیدا ہوتا ہے۔ اگر ایسے جذبات یا احساسات دل میں جاگزیں ہوتے ہیں تو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ ایمان پختہ ہے۔ لہٰذا پختہ ایمان کا تعلق صرف تصور سے نہیں بلکہ محسوسات اور جذبات سے بھی ہے اور جب اللہ تعالیٰ کے بارے میں دل میں صحیح احساس پیدا ہو جائے تو اس کی اطاعت جس کا تعلق عمل سے ہے اور محبت جس کا تعلق جذبات سے ہے ایک فطری عمل بن جاتے ہیں۔

Marfat.com

2 ۔ ایمان کی شرح

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ" ایمان ایک قسم کا درخت ہے۔ جس کی جڑیں اللہ تعالیٰ کی وحدت کے بارے میں علم اور یقین یعنی لا الٰہ الا اللہ ہے۔ اس کا تنا نیت کا خلوص ہے یعنی ہر کام اس کی رضا کے لیے کیا جائے۔ اس کی شاخیں کردار اور نیک اعمال ہیں جبکہ پھل اطمینانِ قلب ہے (111)۔

آپ ﷺ کے اس ارشاد کی درج ذیل شرح ہوسکتی ہے:

جڑیں: علم سے کائنات کی ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کی شانِ وحدت نظر آتی ہے۔ اس کے احکام کا پتہ چلتا ہے۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "علم حاصل کرنا سب پر فرض ہے"۔ گویا علم کے بغیر ایمان مضبوط ہی نہیں ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں یقین لا الٰہ الا اللہ کے ذکر اور اللہ کی تخلیق میں غور وفکر سے پیدا ہوتا ہے۔ جس کا نتیجہ دل ونگاہ کی پاکیزگی یعنی کردار کی بلندی اور فطرت میں نیکی ہے۔

تنا: نیت کے خلوص، جسے ایمان کے تنے سے تشبیہہ فرمائی، کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ" اعمال نیتوں پر منحصر ہیں۔ ہر شخص کو وہی ملے گا جس کی اس نے نیت کی۔ پس جس نے اللہ اور رسول ﷺ کے لیے ہجرت کی تو اس کی ہجرت اللہ اور رسول ﷺ کے لیے ہوئی جس کی اس نے نیت کی تھی (107)۔ گویا ہر کام کرتے وقت نیت رضائے الٰہی درکار ہے۔

شاخیں: آپ ﷺ نے ایمان کی شاخوں کی تشبیہہ پاکیزہ کردار اور نیک اعمال سے فرمائی۔ لہٰذا اگر انسان کا کردار پاکیزہ ہے تو اس کا ایمان مضبوط ہے۔ اس کے برعکس اگر وہ اسلام کے بنیادی ارکان کی پابندی بڑے اہتمام سے کرتا ہے لیکن ساتھ وہ جھوٹ بولتا ہے یا دیانتداری سے کام نہیں

Marfat.com

لیتا یا وعدے کا پابند نہیں یا دوسروں سے بداخلاقی سے پیش آتا ہے یا اس کے ہاتھ اور زبان سے لوگ محفوظ نہیں یا اُس کے خیالات پراگندہ ہیں تو اس کا ایمان مضبوط نہیں ہو سکتا۔ اُس کے ادا کیے گئے ارکانِ دین ایسے جسم ہیں جن میں جان نہیں کیونکہ ان کا مقصد انسان کو کردار کی پاکیزگی اور نیک اعمال کی رغبت دلانا ہے۔ کردار کی پاکیزگی کے لیے تزکیہ نفس بہت ضروری ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ایمان کی بہتر شاخیں ہیں۔ ان میں سب سے افضل شاخ لا الٰہ الا اللہ کا کہنا ہے اور ادنیٰ شاخ تکلیف دہ چیز کا راستے سے ہٹا دینا ہے اور حیا ایمان کی ایک شاخ ہے۔ گویا ایک چھوٹے سے چھوٹا نیک عمل بھی ایمان کا حصہ ہے اور حیا کی پاسداری بھی ایمان کا حصہ ہے۔

خرد نے کہہ بھی دیا لا الہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

پھل: ایمان کے پھل کو اطمینان قلب سے تعبیر کیا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات میں استغراق سے ملتا ہے اور یہ انسان کے لیے اور معاشرے دونوں میں سلامتی اور امن کا ضامن ہوتا ہے۔

ایمان کا پھل جو اطمینان قلب ہے وہ اللہ کے ذکر سے آگہی حاصل کرنے سے ملتا ہے۔ اس موضوع پر تفصیل سے ذکر اس سلسلے کی تحریر ''آگہی سے امن کے سفر'' میں کیا گیا ہے۔

3۔ مومن کی خصوصیات:

ارشاداتِ باری تعالیٰ:

اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو مومن کے خطاب سے نوازتا ہے اور فرماتا ہے کہ مومنین وہ ہیں:

Marfat.com

☆ جو اللہ اور رسول اللہ ﷺ پر ایمان لاتے ہیں اور پھر اس میں شک نہیں کرتے اور اپنے مال اور جان سے اللہ کی راہ میں جہاد یعنی جہدِ مسلسل کرتے ہیں (112)۔

☆ دیانت دار ہیں اور ایفائے عہد کرتے ہیں۔ جو اپنی نمازوں میں عجز و انکساری کرتے ہیں اور ان کی حفاظت کرتے ہیں۔ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، بیہودہ باتوں سے بچتے ہیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں (113)۔

☆ جو ثابت قدم، سچے، اطاعت کرنے والے، اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے اور اوقات سحر میں استغفار کرنے والے ہیں (114)

☆ جو نیکیوں میں جلدی کرتے ہوئے دوڑ میں آگے نکل جاتے ہیں (115)۔

☆ جو اپنے پروردگار کے آگے سجدہ کرتے اور عجز انکساری سے کھڑے رہ کر راتیں بسر کرتے ہیں (116)۔

☆ جو اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ سے اپنی جان سے زیادہ محبت کرتے ہیں (117)۔

☆ مومنوں کا دوست اللہ ہے کہ انہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے (118)۔

ارشاداتِ رسول اللہ ﷺ:

☆ ایک مومن دوسرے مومن کا عکس اور بھائی ہوتا ہے۔ وہ اسے نقصان ہونے سے بچاتا ہے اور اس کی غیر موجودگی میں اس کے فائدے کی حفاظت کرتا ہے (119)۔

☆ سب سے اچھا مومن وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہیں (119)

☆ کوئی مومن نہیں ہوسکتا جب تک اپنے بھائی کے لیے وہی پسند نہ کرے

Marfat.com

جو اپنے لیے پسند کرتا ہو(120)۔

☆ تمام مومن، محبت، ہمدردی اور خلوص کے حوالے سے ایک جسم کے حصے ہیں جب اس کا ایک حصہ بیمار ہوتا ہے تو سارے جسم کو تکلیف ہوتی ہے جس سے نیند اُڑ جاتی ہے اور بخار ہو جاتا ہے(120)۔ پس یہ نہیں ہو سکتا کہ اگر ایک حصے کو تکلیف ہو جائے تو ہم بے حس ہو جائیں۔

☆ تم جنت میں داخل نہیں ہو گے جب تک تم مومن نہیں اور مومن نہیں ہو سکتے جب۔ تک تم ایک دوسرے سے محبت نہیں کرتے اور محبت ایک دوسرے کو سلام کرنے سے پیدا ہوتی ہے(121)۔

☆ ایمان خیر خواہی ہے، اللہ کے لیے، اس کے رسول کے لیے، اس کی کتاب کے لیے، مسلم حاکم کے لیے اور سب آدمیوں کے لیے خیر خواہی ہے(121)۔

☆ ایمان یہ ہے کہ جب تمہیں اپنے اچھے عمل سے خوشی ہو اور اپنے بُرے کام سے رنج ہو تو تم مومن ہو(122)۔

مومن کی اللہ سے محبت: المختصر یہ کہ مومن وہ ہیں جو اللہ اور رسول اللہ ﷺ سے محبت کرتے ہیں، ان کی اطاعت محبت سے کرتے ہیں، صرف اللہ پر بھروسہ رکھتے ہیں اور دنیاوی لالچ میں آ کر کوئی غلط کام نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ سے محبت دراصل اس کے ساتھ فطری تعلق کی ایفا ہے جو انسان کے اندر اللہ تعالیٰ کی روح کے حوالے سے ہے چھپی ہوئی ہے۔ یہ محبت پروان اس وقت چڑھتی ہے جب بندہ اپنے نفس کو آلودگیوں سے پاک کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس کی نیابت کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ہمہ تن مصروف رہتا ہے۔

مومنین کے درمیان محبت: حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے بندوں میں کچھ ایسے خوش نصیب بھی ہیں جو نبی یا شہید تو نہیں لیکن قیامت کے دن

Marfat.com

بہت سے انبیاء اور شہداء ان کے اللہ سے خاص قرب کی وجہ سے رشک کریں گے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ بتلا دیجئے کہ یہ کون لوگ ہوں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے بغیر کسی لین دین کے روح خداوندی کی وجہ سے باہم محبت کی۔ پس قسم ہے خدا کی ان کے چہرے قیامت کے دن نورانی ہوں گے بلکہ سراسر نور ہوں گے اور وہ نور کے منبروں پر ہوں گے۔ عام انسانوں کو جس وقت خوف و ہراس ہوگا اس وقت وہ بے خوف اور مطمئن ہوں گے۔ جس وقت عام انسان مبتلائے غم ہوں گے وہ اس وقت بے غم ہوں گے۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑی "اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَـآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ---(بے شک اللہ کے دوستوں کو نہ ڈر ہوگا نہ غم ---)" (123)۔ گویا اصل ایمان اللہ سے دوستی ہے اور سچی دوستی میں دوست کی رضا ہر چیز پر مقدم ہوتی ہے۔

پس اس دوستی کے پیش نظر ایک مومن اچھے اور برے اوقات میں اپنے ضمیر کی آواز کے مطابق کام کرتا ہے اس لئے وہ کبھی بھی گمراہ نہیں ہوتا۔ وہ دکھلاوے کا خواہش مند نہیں ہوتا بلکہ وہ اخلاص کا مجسمہ ہوتا ہے۔ وہ دنیا میں رہ کر اپنے حقوق اور ذمہ داریاں احسن طریقے سے ادا کرتا ہے۔ وہ اعتدال پر مبنی زندگی گزارتا ہے۔ وہ وقت کے دھارے کے ساتھ چلتا ہے لیکن اپنا نصب العین نہیں بدلتا۔ وہ بدلتی دنیا کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے اپنے اندر لچک رکھتا ہے لیکن بنیادی اصولوں پر مفاہمت نہیں کرتا۔ وہ تسلیم و رضا کا نمونہ بن کر بے لوث محبت کا خواہاں ہوتا ہے۔ وہ ایک طرف اپنے خالق سے مضبوط تعلق قائم رکھتا ہے اور دوسری طرف انسانوں سے اخوت کے جذبات کے ساتھ ایک خوبصورت اور ہم آہنگ معاشرہ تشکیل دیتا ہے۔ پس جب بندہ اللہ اور اس کے بندوں سے محبت کرتا ہے تو اعمال صالح کا ظہور خود بخود ہوتا جاتا ہے۔ اس طرح وہ نیابت الٰہی کے حقوق کی ادائیگی کے لئے اس دنیا کو جنت بنانے کی کوشش میں ہر دم مصروف رہتا ہے

مومن کے لیے خطرہ:

اللہ تعالیٰ مومنین کو خبردار بھی کرتا ہے کہ "اے ایمان والو! جو کوئی تم میں سے اپنے دین

Marfat.com

سے پھرے گا تو عنقریب اللہ ایسے لوگوں کو لائے گا جن سے اللہ محبت کرتا ہوگا اور انہیں اللہ سے محبت ہو گی۔ وہ مسلمانوں پر مہربان اور کفار کے لیے سخت ہوں گے۔اور وہ اللہ کی راہ میں جہد مسلسل کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے" (124)۔

اللہ کی رحمت:

اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو مایوس بھی نہیں ہونے دیتا کیونکہ اس کی رحمت بے پایاں ہے۔ وہ ہر ایک کے لئے فرماتا ہے کہ اس نے اپنے اوپر رحمت لازم کر لی ہے (125) اور وہ بہت مغفرت کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے (126)

☆ اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے وہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں۔ بلاشبہ وہ سارے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ لہٰذا اپنے رب کی طرف پلٹ آؤ اور اس کے فرمانبردار بن جاؤ اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آ جائے (127)

اللہ کی محبت خاص طور پر اپنے ان بندوں کے لئے ہے جو

☆ پاکیزہ رہنے والے اور توبہ کرنے والے (128)

☆ توکل کرنے والے (129)

☆ احسان کرنے والے (130)

☆ صبر کرنے والے (131)

☆ عدل وانصاف کرنے والے اور

☆ اللہ پر بھروسہ رکھنے والے ہیں (132)۔

اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے محبت نہیں کرتا جو

Marfat.com

خیانت اور بدعہدی کرنے والے، فساد کرنے والے، ظلم کرنے والے، تکبر کرنے والے اترانے والے، ، اسراف کرنے والے اور زیادتی کرنے والے ہیں یا جو کفار ہیں (134)

اگر چہ اللہ کی رحمت اور اپنے بندے کے لئے محبت کی کوئی حد نہیں جس بنا پر پوری انسانیت اس دنیا میں مزے لوٹ رہی ہے لہٰذا انسان کی زندگی کا مقصد بھی اس کی محبت کا حصول اور سرخروئی کے ساتھ اس کا قرب حاصل کرنا ہے جو انسان کی معراج ہے۔

دلوں کو مرکزِ مہر و وفا کر حریمِ کبریا سے آشنا کر

اقبالؒ

4۔ آخرت پر ایمان

اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ (135)

(اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان لایا)

اسلام کے نظریہ کے مطابق آخرت پر ایمان اللہ تعالیٰ پر ایمان کی ایک ضروری شرط ہے یعنی یہ دنیا جائے امتحان ہے جس کا نتیجہ آخرت میں ملے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "یہ دنیا کی زندگی تو صرف کھیل کود ہے اور اصل زندگی تو آخرت کا گھر ہے (136)۔ چونکہ آخرت کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اس لیے اس پر کوئی اظہار خیال کئے بغیر اللہ تعالیٰ کے کلام سے جو اس سلسلے میں بڑی تفصیل سے ہے، چند ایک آیات تحریر کی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

زندگی ایک آزمائش:

☆ "اس نے موت اور زندگی پیدا کی تا کہ آزمائے کہ تم لوگوں میں سے کون نیک عمل کرتا ہے" (137)۔

Marfat.com

☆ ''بلاشبہ جو کچھ روئے زمین پر ہے اسے اس کی زینت بنایا تا کہ لوگوں کی آزمائش کرے کہ ان میں کون اچھے عمل کرتا ہے'' (138)۔

☆ ''اگر اللہ چاہتا تو تمہیں ایک امت بنا دیتا لیکن وہ چاہتا ہے کہ تمہیں اس کے بارے میں آزمائے جو اس نے تمہیں دیا ہے۔ چنانچہ تم نیکیوں میں ایک دوسرے پر سبقت لے جاؤ۔ تم سب نے اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے پھر وہ تمہیں اصل حقیقت بتلا دے گا جس میں تم اختلاف کرتے رہتے تھے'' (139)۔

☆ ''اور ہم لوگوں کو خیر اور شر سے یعنی آسودگی اور سختی میں آزمائش کے طور پر مبتلا کرتے ہیں اور تم ہماری ہی طرف لوٹ کر آؤ گے'' (140)

☆ ''اور تمہیں کسی قدر خوف، بھوک، مال، جانوں اور پھلوں کی کمی یا نقصان سے۔ آزمائیں گے اور جو صبر کرنے والے ہیں کہتے ہیں ''بیشک ہم اللہ کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں'' (141)۔

☆ ''جو شخص آخرت کی کھیتی کا طالب ہو اس کے لئے ہم اس کی کھیتی میں افزائش کریں گے۔ جو لوگ صرف دنیا کی زندگی اور اس کی زیب و زینت کے طالب ہوں ہم ان کے اعمال کا بدلہ انہیں دنیا ہی میں دیتے ہیں اور اس میں ان کی حق تلفی نہیں کی جاتی اور اس کا آخرت میں کچھ حصہ نہ ہوگا۔ اور تمہارا مال اور اولاد ایسی چیز نہیں کہ تمہیں ہمارا مقرب بنا دے۔ ہاں! ہمارا مقرب وہ ہے جو ایمان لایا اور نیک عمل کرتا رہا۔ ایسے ہی لوگوں کو ان کے اعمال کے سبب دگنا بدلہ ملے گا اور وہ بالا خانوں میں امن سے رہیں گے'' (142)۔

Marfat.com

حیات بعد الموت:

☆ ''بیشک ہر جاندار کو موت کا مزا چکھنا ہے'' (143)۔

☆ ''اللہ ہی خلقت کو پہلی بار پیدا کرتا ہے۔ وہی اس کو پھر پیدا کرے گا پھر تم اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جاؤ گے'' (144)۔

☆ ''کہہ دیجئے کہ موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر کیا گیا ہے تمہاری روحیں قبض کر لیتا ہے پھر تم اپنے پروردگار کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ جب فرشتے متقی لوگوں کی جانیں نکالنے لگتے ہیں تو وہ پاک ہوتے ہیں تو فرشتے کہتے ہیں تم پر سلام ہو، تو جو نیک عمل کرتے تھے ان کے بدلے جنت میں داخل ہو جاؤ اور کاش تم اس وقت دیکھتے جب فرشتے کافروں کی جانیں نکالتے ہیں ان کے مونہوں اور پیٹھوں پر مارتے ہیں اور کہتے ہیں کہ چکھو عذابِ آتش کا مزہ'' (145)۔

☆ ''(کچھ لوگ) کہتے ہیں کہ ہماری زندگی جو دنیا کی ہے بس یہی ہے اور پھر زندہ نہیں کیے جائیں گے۔ بھلا جب ہم مر گئے مٹی اور ہڈیاں ہو گئے تو کیا پھر اٹھائے جائیں گے؟ ہمیں دوبارہ زندہ کون کرے گا؟ کہہ دیجئے کہ وہی جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا۔ تو تمہارے آگے سر ہلائیں گے اور پوچھیں گے کہ ایسا کب ہوگا؟ کہہ دیجئے کہ امید ہے کہ جلد ہوگا'' (146)۔

رجوع الا اللہ:

☆ ''بیشک سب کو اپنے پروردگار ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ وہ اپنی آیات کھول کھول کر بیان کرتا ہے تا کہ تم اپنے پروردگار کے روبرو جانے کا یقین کر لو'' (147)۔

☆ ''اس کے پاس تم سب کو لوٹ کر جانا ہے اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ وہی مخلوق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے پھر وہی اس کو دوبارہ پیدا کرے گا تا کہ ایمان والوں اور نیک کام کرنے

Marfat.com

والوں کو انصاف کے ساتھ بدلہ دے اور جو کافر ہیں ان کے لیے پینے کو نہایت گرم پانی اور درد دینے والا عذاب ہوگا کیونکہ وہ انکار کرتے تھے" (148)۔

☆ "پس اللہ اور رسول کے فرمانبردار رہو اس امید پر کہ تم پر رحم کیا جائے اور دوڑو اپنے رب کی بخشش کی طرف اور ایسی جنت کی طرف جس کی وسعت زمین اور آسمانوں جیسی ہے اور وہ نیک اور متقی لوگوں کے لیے تیار کی گئی ہے" (150)۔

☆ "اے انسان! تو کشاں کشاں اپنے رب کی طرف چلا جا رہا ہے اور اس سے ملنے والا ہے۔ پھر جس کا نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں ہوگا اس سے سہل حساب لیا جائے گا اور وہ اپنے گھر والوں کی طرف خوشی خوشی پلٹے گا۔ رہا وہ شخص جس کا نامہ اعمال اس کے پیٹھ پیچھے دیا جائے گا تو وہ موت کو پکارے گا اور بڑھکتی ہوئی آگ میں جا پڑے گا" (151)۔

☆ "اور کافر لوگ ہمیشہ اسی شک میں رہیں گے یہاں تک کہ وہ قیامت کی گھڑی ان پر اچانک آ جائے یا ایک نامبارک دن کا عذاب ان پر آ واقع ہو" (152)۔ "کہیں گے کہ ہمیں ہماری خواب گاہوں سے کس نے اٹھایا۔ یہ وہی تو ہے جس کا اللہ نے وعدہ کیا تھا اور پیغمبروں نے سچ کہا تھا" (153)۔

☆ "اور جب ان میں سے کسی کو موت آ جائے گی تو وہ کہے گا کہ اے میرے رب مجھے واپس بھیج دے تا کہ میں اس دنیا میں جسے میں چھوڑ آیا ہوں نیک عمل کروں۔ ہرگز نہیں۔ یہ تو بس ایک بات ہے جو وہ کہہ رہا ہے۔ اب ان کے آگے ایک برزخ حائل ہے جس دن وہ دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔ پھر جب صور پھونکا جائے گا صرف ایک زور کی آواز کا ہونا ہوگا تو اس دن نہ ان میں رشتہ داریاں ہوں گی اور نہ وہ باہم سوال کریں گے۔ پھر جن کے پلڑے بھاری ہوں گے تو وہی فلاح پانے والے ہوں گے۔ جن کے پلڑے ہلکے ہوں گے تو وہی ہیں جنہوں نے اپنے آپ

Marfat.com

کو خسارے میں ڈالا۔وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے" (154)۔

خودی میں ڈوب جا غافل یہ سرِّ زندگانی ہے
نکل کر حلقہء شام وسحر سے جاوداں ہو جا
اقبالؒ

قیامت کا حال

☆ "بیشک قیامت ایک عظیم حادثہ ہے۔ جب آسمان پھٹ جائے گا، سورج لپٹ جائے گا، تارے بے نور ہو جائیں گے اور جو کچھ زمین پر ہے سب فنا ہو جائے گا (155)۔ صرف ایک زور کی آواز کا آنا ہوگا کہ سب کے سب اللہ کے ہاں حاضر ہوں گے (156)۔ تمہارا رب اس حال میں جلوہ فرما ہوگا کہ فرشتے صف در صف کھڑے ہوں گے اور اس روز جہنم سامنے لائی جائے گی۔ اس دن آدمی سوچے گا لیکن اب سوچنے کا وقت کہاں؟ وہ کہے گا کاش میں نے اپنی زندگی کے لئے کچھ نیکی آگے بھیجی ہوتی۔ اس دن جیسا عذاب کوئی نہیں ہوگا اور اس جیسا جکڑنے والا بھی اور کوئی نہیں ہوگا" (157)۔

☆ "اس روز زمین اپنے پروردگار کے نور سے چمک اُٹھے گی اور عملوں کی کتاب کھول کر رکھ دی جائے گی۔ جو کچھ اس میں لکھا ہوگا اس سے گنہگار ڈر رہے ہوں گے اور کہیں گے ہائے شامت! یہ کیسی کتاب ہے کہ نہ چھوٹی بات چھوڑتی ہے نہ بڑی مگر اس میں لکھ رکھا ہے۔ اور پیغمبر اور گواہ حاضر کئے جائیں گے بلکہ انسان آپ اپنا گواہ ہوگا۔ ان میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا اور کسی پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ جس شخص نے جو عمل کیا ہوگا اس کو اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ (158)۔ ہاں! جو شخص ایمان لائے اور نیک عمل کرے اس کا صلہ اس کے پروردگار کے پاس ہے، اسے نہ خوف ہوگا نہ غم۔ تو جو بدبخت ہوں گے وہ دوزخ میں ڈالے

Marfat.com

جائیں گے اور س میں ان کا چلانا اور دھاڑنا ہوگا (159)۔اس دن اللہ تعالیٰ پیغمبر کو اور ان لوگوں کو جوان کے ساتھ ایمان لائے، رسوانہیں کرے گا۔ بلکہ اُن کا نور ان کے آگے اور ان کی داہنی طرف چل رہا ہو گا" (160)۔

لوگوں کی تقسیم: "جب واقع ہونے والی (قیامت) واقع ہوگی اور تم تین قسموں میں ہو جاؤ گے۔ سو دائیں ہاتھ والے خوب ہیں دائیں والے۔ اور بائیں ہاتھ والے کیا حقیر ہیں، بائیں والے۔ اور سبقت لے جانے والے تو سبقت لے جانے والے ہیں۔ یہی لوگ مقرب ہیں"۔ اگر اصحاب یمین میں سے ہو تو تمہارے لیے سلامتی ہے۔ اگر تکذیب کرنے والے گمراہوں سے ہو تو مہمانی گرم کھولتے ہوئے پانی سے ہوگی" "مقربین کے لیے راحت اور خوشبو اور نعمتوں والے باغ ہیں۔ (162)۔ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ بیشک جو لوگ ایمان لاتے ہیں، ان کے دل اللہ کی یاد سے آرام پاتے ہیں۔ آگاہ رہو کہ اللہ کی یاد سے ہی دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے" (163)۔

خلاصہ: سفر آخرت: زندگی ایک آزمائش ہے۔ اس میں ہر شخص سے نیک کاموں کی توقع کی جاتی ہے۔ اس کے بعد ہر نفس کو موت کا مزا چکھنا ہے۔ موت دراصل ایک اور زندگی کا افتتاحیہ ہے۔ جس میں ہر شخص کی کارکردگی کا مواخذہ ہوگا۔ جن لوگوں نے نیک کام کئے ہوں گے ان کے لئے جنتیں ہوں گی اور جو لوگ تکذیب کرنے والے ہوں گے ان کے لئے جہنم کا عذاب ہوگا۔ وہ لوگ جو دنیا میں نیک کاموں میں سبقت لے جانے والے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ سے تعلق بھی پیدا کیا ہوگا وہ اللہ تعالیٰ کے خاص مقربین بندوں میں ہوں گے۔

جہاں میں اہل ایماں صورت خورشید جیتے ہیں
اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے، اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے

Marfat.com

باب چہارم

اعمالِ صالح کی نوعیت

لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا (137)

(وہ آزمائے کہ تم میں کون اچھے کام کرتا ہے)

1- بنیادی اصول

نیابت الٰہی کے حق کی ادائیگی کے لیے ایمان کے ساتھ دوسری شرط اعمالِ صالح ہے۔اعمال صالح سے مراد نیک کام ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے تقویٰ کو نیکیوں کا اصل الاصول بیان فرمایا یعنی تقویٰ نیکیوں کی بنیاد ہے۔گناہ کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ ایک سلیم القلب فرد کے دل میں کانٹے کی طرح چبھتا ہے۔پھر اپنے قلب مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ "تقویٰ یہاں ہوتا ہے، تقویٰ کا مسکن تو یہ ہے"۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

☆ نیکی وہ ہے جس سے تمہارے دل میں اطمینان محسوس ہو اور برائی وہ ہے جس سے دل میں کھٹک پیدا ہو"۔

آپ ﷺ کے ارشاد کے مطابق اعمال صالح کی کوئی حد مقرر نہیں کی جا سکتی۔ان میں افکار و اعمال دونوں شامل ہیں اور ان کی کئی شکلیں ہو سکتی ہیں۔بہر حال ان کا بڑا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا ہونا بنیادی شرط ہے۔

Marfat.com

اعمالِ صالح کا دائرہ: اگر چہ اعمال صالح کا دائرہ لامحدود ہے لیکن ان میں عبادات، حقوق العباد اور اخلاقِ حسنہ کو خصوصیت حاصل ہے۔

عبادات: عبادت کی بنیاد تقویٰ پر ہے۔ اگر چہ عبادات کے حوالے سے دین کے بنیادی ارکان کو حقوق اللہ تصور کیا جاتا ہے لیکن ان کا ایک بڑا مقصد اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم کرنے کے علاوہ حقوق العباد کی ادائیگی کے لئے ذہنوں کو تیار کرنا ہے۔

حقوق العباد: اس حوالے سے اخلاقیات کو خصوصیت حاصل ہے۔ بہر حال حقوق العباد میں ہر وہ کام شامل ہے جو لوگوں میں باہم خوشگوار تعلقات قائم رکھنے، عدل وانصاف اور دیانتداری پر مبنی معاملات نبھانے اور محبت واخوت کے جذبات کے تحت ایک دوسرے کی مدد کرنے کے لیے کیا جائے۔ ان میں درج ذیل خصوصیات کے حامل ہیں۔

☆ والدین، اہل وعیال، قرابت دار، ہمسایہ، یتیم، مسکین، ضرورت مند یا کسی بھی انسان کی بھلائی کے لیے نیکی اور ہمدردی کے جذبات کے تحت کئے گئے کام۔

☆ اپنے اور اپنے خاندان کے لیے رزقِ حلال کا حصول۔

☆ انفرادی یا مجموعی طور پر انسانیت کی، علاقہ کی یا کسی کی بھی بہتری کے لئے کام۔

اعمال صالح کی نوعیت کو سمجھنے کی خاطر درج ذیل عنوانات کے تحت بیان کیا جاتا ہے۔

1۔ ارشاداتِ ربانی

2۔ فرامینِ رسول اللہ ﷺ

3۔ تقویٰ

4۔ حقوق العباد

5۔ امن کے حوالے سے اعمال

6۔ روزمرہ کی زندگی سے مثالیں

Marfat.com

2۔ارشادات ربانی

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

☆ نیکیوں میں ایک دوسرے پر سبقت لے جاؤ(166)۔

☆ نیکی یہ نہیں کہ تم اپنا چہرہ مشرق یا مغرب کی طرف کرلو بلکہ نیک وہ ہے جو:

☆ ایمان لایا اللہ پر، روزِ آخرت پر، فرشتوں پر اور اللہ کی کتاب پر۔

☆ اللہ کی محبت میں خرچ کرتا ہے۔

☆ نماز قائم کرتا ہے اور زکوٰۃ دیتا ہے۔

☆ اپنے عہد کو پورا کرتا ہے۔

☆ صبر کرتا ہے یعنی تکلیف اور پریشانی کی حالت میں ثابت قدم رہتا ہے۔

☆ اللہ کی اطاعت کرتا ہے اور اخلاقی قدروں کی پاسداری کرتا ہے۔

☆ عدل، احسان اور عفو درگزر کرتا ہے۔

☆ نیکی اور پرہیزگاری میں ایک دوسرے کی مدد کرتا ہے(167)۔

☆ نیکی اور بدی برابر نہیں، تو بُرائی کا جواب اچھائی سے دو۔ پھر دیکھو گے کہ جس کے اور تمہارے درمیان دشمنی ہے وہ ایسا ہو جائے گا جیسے ناتے دار دوست۔ یہ بات انہی کو حاصل ہوتی ہے جو صبر اور برداشت رکھتے ہیں اور جس کی بڑی قیمت ہے(168)۔

☆ کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو حالانکہ تم اللہ کی کتاب پڑھتے ہو۔ تو پھر کیا تم عقل سے بالکل کام نہیں لیتے(169)۔

Marfat.com

3۔فرامینِ رسول اللہ ﷺ

رسول ﷺ کی حیات طیبہ کا ہر لمحہ، ہر کام اور ہر بات نیک اعمال کی مثال تھے۔آپ ﷺ نے اعمال صالح کے بارے میں بے شمار ہدایات فرمائیں۔اُن میں سے چند ایک کا ذکر عمل صالح کی نوعیت سمجھنے کی خاطر کیا جاتا ہے جو ان کے اصولوں کی طرف رہنمائی بھی کرتے ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا:۔

☆ اپنے بھائی کے لیے وہی چاہو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو(170)

☆ قیامت کے دن بندے سے پانچ سوال کیے جائیں گے۔

(i) زندگی کیسے گزاری ؟ (ii) اپنے علم کے مطابق کیا عمل کیا؟ (iii) دولت کیسے حاصل کی؟ (iv) دولت کہاں خرچ کی (v) جوانی کو کیسے استعمال کیا؟ (171)۔

☆ جب بندہ مرتا ہے تو اس کی صرف تین چیزیں باقی رہتی ہیں:۔

(i) صدقات اور صدقہ جاریہ۔ (ii) علم جس سے دوسرے فائدہ اٹھائیں۔(iii) نیک اولاد جو اس کے لیے دعا گو ہو(165)۔

☆ ہر روز کسی نہ کسی طرح سے صدقہ دو یعنی نیکی کرو۔دو انسانوں کے درمیان انصاف کرنا صدقہ ہے، کسی کا وزن اٹھانا صدقہ ہے،ایک اچھی بات کہنا صدقہ ہے، ہر ایک قدم جو نماز کے لیے اٹھایا جائے صدقہ ہے۔صدقہ گناہوں کو اس طرح ختم کر دیتا ہے جیسے پانی آگ کو(171)۔

☆ جب کوئی شخص کسی غم، تکلیف، مصیبت یا پریشانی میں مبتلا ہو تو اس کو دور کرنے سے اللہ تعالیٰ بندے کی کچھ خطائیں معاف کر دیتا ہے۔

☆ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ بندے سے پوچھے گا اے اولادِ آدم! میں بیمار تھا تم مجھے دیکھنے نہیں آئے۔بندہ جواب دے گا۔اے لہٰ العالمین! میں آپ کو کیسے دیکھنے آ

Marfat.com

سکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا فلاں شخص بیمار تھا اور تم اس سے ملنے نہیں آئے۔ اگر تم اسے دیکھنے آتے تو مجھے وہاں پاتے۔

☆ اگر تم اس طرح اپنی صبح کرو کہ کسی کو بُرا نہ کہو اور سارا دن ایسا ہی کرو اور شام گزارو تو کسی کو برا نہ کہو۔ یہی میرا طریقہ ہے اور جو میرے طریقے سے محبت کرتا ہے وہ مجھ سے محبت کرتا ہے وہ جنت میں داخل ہوگا۔

☆ جو شخص کسی کی تکلیف دور کرے گا اللہ تعالیٰ روز جزا اس کی تکلیف دور کرے گا۔ جو کسی حاجت مند کی سختی دور کرے گا اللہ اس کی دنیا اور آخرت میں سختی دور کرے گا۔ جو کسی مسلمان کی حفاظت کرے گا اللہ دنیا اور آخرت میں اس کی حفاظت کرے گا۔ اللہ اپنے بندے کی مدد میں رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں رہتا ہے(79)۔

☆ صبح کو شام کی اور شام کو صبح کی توقع مت کرو۔ بیماری سے پہلے اپنی صحت سے اور موت سے پہلے اپنی زندگی سے فائدہ حاصل کر لو یعنی زندگی کے ایک ایک لمحہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے نیک عمل کرو(96)۔

☆ جو شخص نیک کام کا ارادہ کرتا ہے لیکن ابھی اس پر عمل نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ اپنے پاس اس کا نیک عمل پوری طرح لکھ لیتا ہے اور اگر وہ نیک عمل کر لیتا ہے تو اس سے بھی زیادہ کا اجر لکھ لیتا ہے۔ اگر کوئی شخص بُرے کام کا ارادہ کرتا ہے اور اس پر عمل نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ اس کا ایک نیک عمل لکھ لیتا ہے(76)۔

Marfat.com

4۔ تقویٰ کی اہمیت

تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى

(نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے کی مدد کرو)

تقویٰ کے معنی بچنے یعنی پرہیزگاری کے ہیں لیکن قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ دل کی ایک ایسی کیفیت کا نام جو اللہ تعالیٰ کو ہر وقت حاضر وناظر ہونے کا یقین، دل میں نیکی کی رغبت اور برائی سے نفرت پیدا کردے۔

ایک اچھا انسان بننے اور خوبصورت اور ہم آہنگ معاشرے کی تشکیل کے لیے تقویٰ ناگزیر ہے۔ یہ نہ صرف اس دنیا میں زندگی کو صحیح اور پاکیزہ ڈگر پر چلانے کا ضامن ہے بلکہ آخرت کے لیے سیدھے رستے پر چل کر منزل مقصود تک رسائی کا ذریعہ بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید سے ہدایت حاصل کرنے کے لیے تقویٰ کو بنیادی شرط قرار دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو متقی ہے۔ حصول تقویٰ ہی حقوق اللہ، حقوق العباد اور حقوق النفس کی ادائیگی کی ضمانت ہے اور ان حقوق کی ادائیگی سے زندگی کی تکمیل ممکن ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ:

☆ اس ذات کی قسم جس نے نفس کو استوار کیا۔ پس اس کے اندر تقویٰ اور فجور یعنی نیکی اور برائی دونوں الہام کردیئے۔ بیشک جس نے نفس کو پاک کیا اور تقویٰ اختیار کیا وہ فلاح پاگیا اور جس نے اسے خاک میں ملا دیا وہ نامراد ہوا(172)۔

اس طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر نیکی اور بدی میں امتیاز کی قوت بطور فطرت ودیعت

Marfat.com

فرمادی۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ہر لحاظ سے بہترین پیمانے پر تخلیق فرمایا اور اپنے نائب ہونے کی استطاعت عطا فرمائی لہٰذا فطری طور پر دل کے گوشے میں تقویٰ کو برائی پر فوقیت حاصل ہے۔ اسی لیے جب بندہ کوئی نیک کام کرتا ہے تو دل کو ایک خاص قسم کی تسکین ملتی ہے لیکن جب کبھی برائی عود کر آتی ہے تو اندر سے ضمیر ملامت کرتا ہے اور ذہن پریشان ہو جاتا ہے۔ اس لیے تقویٰ فطرت کے قریب تر ہے۔

تقویٰ مقصودِ عبادات:

اللہ تعالیٰ نے عبادات کا مقصد بھی تقویٰ کا حصول قرار دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "اے لوگو اپنے پروردگار کی عبادت کرو تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو"۔ روزے کے بارے میں خاص طور پر فرمایا ہے کہ روزے فرض کرنے کا مقصد بھی حصول تقویٰ ہے۔ نماز بھی اس مسجد میں پڑھنے کا حکم ہوا جس کی بنیاد تقوی پر رکھی گئی ہو۔ قربانی کے سلسلے میں بھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کے پاس گوشت اور خون نہیں بلکہ تقویٰ پہنچتا ہے۔ تقویٰ حاصل کرنے والے کو متقی کہا جاتا ہے۔

متقی کی خصوصیات

اللہ تعالیٰ نے متقی کی بہت سی صفات بیان فرمائی ہیں۔ ان میں جو زیادہ اہمیت کی حامل ہیں وہ ہیں: ایمان، (جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے)، انفاق، ایفائے عہد، عدل و انصاف، احسان، صدق، صبر و استقلال، عفو و درگزر، خوف خدا، شیطانی وسوسوں سے احتیاط اور اللہ تعالیٰ سے بخشش کی طلب اور حقوق العباد۔ لہٰذا ان کا تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

Marfat.com

انفاق

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِى السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ (173)

(جو اللہ کی راہ پر خوشی اور سختی میں خرچ کرتے ہیں)

اللہ تعالیٰ نے جو کچھ بندے کو عطا کیا ہے اسے دوسروں میں بھی تقسیم کرنا انفاق ہے۔ یہ متقی کی ایک صفت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم اس وقت تک نیکی حاصل نہیں کر سکتے جب تک اس میں سے وہ چیزیں دوسروں میں تقسیم نہ کرو جو تمہاری نظر میں پسندیدہ ہوں (174)۔ لہٰذا بندہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کو اپنی ذاتی ملکیت نہ تصور کرے بلکہ خدا کی طرف سے عطیہ سمجھے۔ اور اپنی ضروریات پوری کرنے کے ساتھ ساتھ انہیں دوسروں میں بھی تقسیم کرے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

☆ ''جو تمہاری ضرورت سے زیادہ ہے وہ خرچ کرو۔ جس کے رزق میں تنگی ہو وہ جتنا اللہ نے دیا ہے اس کے مطابق خرچ کرے اور یہ کہ چھپا کر اور اعلانیہ خرچ کرو اور اس میں سے خراب چیزیں دینے کا قصد مت کرو'' (175)۔

اللہ تعالیٰ خرچ کرنے کے لیے بدرجہ اہل استحقاق تفصیل بھی بتاتا ہے۔ سب سے پہلے ماں باپ پر خرچ کرنے کا حکم ہے۔ پھر قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں پر اور ان غریبوں پر جو سفید پوش ہیں اور اصرار نہیں کرتے۔ گویا ہر وہ شخص جو اپنی بنیادی ضروریات پوری کرنے سے کسی نہ کسی طرح قاصر ہے یا مصیبت زدہ ہے اس پر خرچ کرنے کا حکم ہے۔ اس طرح خرچ کرنے کے حوالے سے اللہ تعالیٰ بار بار تلقین فرماتا ہے۔

سورہ بقرہ کی ابتدا ہی اس بات سے ہوتی ہے کہ قرآن مجید سے ہدایت متقیوں کے لیے ہے

Marfat.com

یعنی وہ لوگ جو غیب پر ایمان لاتے ہیں نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ اس کی عطا کردہ نعمتیں تو بہت ہیں جن میں مال و دولت، علم و ہنر، اخلاق حسنہ، ہمدردی و خیر خواہی کے جذبات وغیرہ شامل ہیں جن کو اللہ تعالیٰ دوسروں میں بھی بانٹنے کی ترغیب فرماتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ان احکام کی تکمیل سے معاشرے میں کوئی شخص بھوکا اور مفلوک الحال نہیں رہے گا اور یوں ایک مثالی معاشرہ تشکیل پائے گا۔

مال خرچ کرنے کا بہتر طریقہ لوگوں کو برسرِ روزگار کرنا اور ان کی تعلیم اور صحت کا انتظام کرنا ہے۔ قرآن مجید میں دوسروں پر خرچ کرنے کا حکم کئی جگہ نماز کے حکم سے بھی پہلے ہے۔ خاص طور پر والدین کے ساتھ احسان کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید کے ذکر کے ساتھ فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

☆ ''جو لوگ اس کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں ان کی مثال اس دانے کی سی ہے جس سے سات بالیں نکلیں اور ہر ایک میں سے سو دانے'' (176)۔

☆ ''جو اللہ کے عطا کردہ مال میں سے دینِ حق کے لیے خرچ کرنے میں بخل سے کام لیتے ہیں وہ خیال نہ کریں کہ ایسا کرنا ان کے حق میں بہتر ہے بلکہ بہت بُرا ہے۔ قیامت کے دن بہت جلد ان کا مال طوقِ ناری بنا کر ان کے گلے میں ڈالا جائے'' (177)

خرچ کرنے سے متعلق اگر اللہ تعالیٰ کے احکامات پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ یہ ایک ایسا اقتصادی نظام پیش کرنے کی نشان دہی ہے جو سرمایہ داری اور اشتراکیت دونوں سے بالاتر ہے۔ یہ بندے کے ذاتی حقوق کا ضامن ہے اور معاشرے کی اجتماعی ضرورت کو پورا کرنے کا بھی بہتر اور مثالی اہتمام ہے۔

Marfat.com

ایفائے عہد

اُوفُو بِاالعَهدِ اِنَّ العَهدَ کَانَ مَسئُولَا (178)

(ایفائے عہد کرو کہ عہد کے بارے میں ضرور پرسش ہوگی)

ایفاء کا مطلب ہے پورا کرنا یا سرانجام دینا اور عہد سے مراد ہے وعدہ، قول وقرار یا عہد و پیمان، قَسم یا ارادہ۔ اس لیے ایفائے عہد کسی وعدہ، قول وقرار یا عہد و پیمان کی ایفاء ہے۔ ایفائے عہد کی اہمیت کا اندازہ صرف اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن مجید کی کل 6666 آیات میں سے ایک ہزار کا تعلق عہد سے ہے اور ایک ہزار کا وعید سے۔ کسی جگہ ایفائے عہد کی نیکی کے اوصاف کے تذکرے ہیں اور کسی جگہ وعدہ خلافی کرنے والوں کیلئے سخت سزا کا بیان ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

☆ "جو عہد سے پھر جاتے ہیں وہ فاسق ہیں" (179) یعنی بدکردار ہیں۔

اللہ تعالیٰ وعدوں کی پابندی کے ساتھ اقراروں کی پابندی کا بھی حکم دیتا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ

☆ "اے مومنین! اپنے اقراروں کو پورا کرو" (180)۔

اس آیت مبارکہ میں لفظ عقد ہے جس کا لفظی معنی گرہ یا گرہ لگانے کے ہیں۔ جیسے عقد نکاح، عقد بیع، عقد شراکت داری، عقد صلح وغیرہ۔ یہ دو انسانوں یا گروہوں کے درمیان عقد، اقرار یا معاہدہ ہے۔ چونکہ ایسے معاہدے یا عقود کسی باہم شراکت یا لین دین سے متعلق ہوتے ہیں اس لیے کئی باران کی قانونی حیثیت بھی ہوتی ہے۔ اس طرح یہ دُور رس نتائج کے حامل ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے متعلق تفصیل کے ساتھ احکامات فرماتا ہے تاکہ انہیں پورا کرنے میں کسی غلطی کا احتمال نہ

Marfat.com

رہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

☆ ''معاملہ تھوڑا ہو یا بہت، لکھنے میں کاہلی نہیں کرنی چاہیے اور لکھنے والا انصاف سے لکھے اور جب خرید و فروخت کیا کریں تو گواہ بھی کرلیا کریں جو کسی طرح کا نقصان نہ کریں لیکن اگر معاملہ نقد تجارت یعنی دست بدست سودا کا ہو تو لکھنے کی ضرورت نہیں'' (181)۔

انسانوں کے درمیان ایفائے عہد بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اس کا تعلق ہر شعبہء زندگی سے ہر سطح پر ہے۔ انفرادی طور پر ایک اچھے معاشرے کے فرد کی حیثیت سے روزمرہ زندگی میں ایک دوسرے سے تعلقات، میل جول اور معاملات کی نسبت اس کا اہم کردار ہے۔ اجتماعی سطح پر ہماری معاشرتی، کاروباری اور سیاسی زندگی پر اس کے گہرے اثرات ہیں۔ اداروں یا گروہوں کے درمیان کسی معاہدے کی ایفاء ایک دوسرے کے مال و جان کی حفاظت کرتی ہے۔ ایفائے عہد لوگوں کی ترقی کا ضامن ہے۔ لہٰذا یہ اخلاقاً، شرعاً اور کئی بار قانوناً بھی فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ سے تعلق کے حوالے سے بھی ایفائے عہد بہت بڑی ذمہ داری عائد کرتا ہے۔ رسول ﷺ نے ایفائے عہد سے متعلق ایسی ایسی مثالیں قائم فرمائیں جن کی نظیر نہیں ملتی۔

انفرادی سطح پر ایفائے عہد کی مثال :

عبداللہ بن ابی الحمساء سے روایت ہے کہ رسول ﷺ کی بعثت سے پہلے آپ سے کوئی خرید و فروخت کا معاملہ کیا تھا اور جس جگہ یہ معاملہ طے ہو رہا تھا میں نے آپ ﷺ سے وعدہ کیا کہ میں اسی جگہ آتا ہوں۔ پھر میں بھول گیا۔ تین دن بعد مجھے یاد آیا تو دیکھا کہ آپ ﷺ اسی جگہ موجود ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم نے مجھے بڑی مشکل میں ڈالا اور بڑی زحمت دی۔ میں تمہارے انتظار میں تین دن سے یہیں ہوں''۔

Marfat.com

قومی سطح پر ایفائے عہد کی مثال:

گروہوں اور قومی سطح پر ایفائے عہد کی ایک بہترین مثال معاہدۂ صلح حدیبیہ ہے جو رسول اللہ ﷺ اور کفارِ مکہ کے درمیان ہوا۔ جب آپ ﷺ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ عمرہ کی غرض سے مکہ کے قریب پہنچے تو کفارِ مکہ لڑائی کے لیے تیار ہو گئے لیکن جب انہوں نے آپ ﷺ کے صحابہ کرامؓ کے جوش و جذبہ کو دیکھا تو صلح کے لیے آمادہ ہو گئے اور معاہدہ صلح حدیبیہ طے پایا۔

اس معاہدے کی ایک شق یہ تھی کہ کفار مکہ اور مسلمانوں میں سے اگر کوئی شخص مدینہ چلا جائے تو مکہ واپس کر دیا جائے گا۔

اسی اثناء میں ایک صحابی حضرت ابو جندلؓ ابن سہیل، جنہیں مکہ میں کفار نے محبوس کر دیا تھا اور طرح طرح کی اذیتیں دیتے تھے، کسی طرح بھاگ کر رسول ﷺ کے پاس پہنچ گئے۔ اس پر سہیل نے آپ ﷺ کو مخاطب کر کے کہا کہ ''محمد (ﷺ)، صلح کی تعمیل کا یہ پہلا موقع ہے، ابو جندلؓ کو شرائط صلح کے مطابق واپس کر دو''۔ اگرچہ اُس وقت تک معاہدہ زبانی طے پا چکا تھا لیکن ابھی تک زیرِ تحریر نہیں آیا تھا لیکن حضور ﷺ نے حضرت ابو جندلؓ کی طرف دیکھا اور فرمایا۔ ''اے ابو جندلؓ! صبر اور ضبط سے کام لے، اللہ تمہارے لیے اور ان کمزور مظلوموں کے لیے کوئی راہ نکالے گا۔ اب صلح استوار کر چکے ہیں اور ہم ان لوگوں سے بدعہدی نہیں کر سکتے۔'' الغرض حضرت ابو جندلؓ اسی طرح پابہ زنجیر واپس کر دیے گئے۔

اس طرح رسول اللہ ﷺ نے ایک معاہدہ، جو دو گروہوں یا مملکتوں کے درمیان طے پایا تھا، کے ایفاء کی ایک بہترین مثال پیش کی۔

Marfat.com

عدل واحسان

اِعدِلُوھُوَ اَقرَبُ لِلتَّقوٰی (198)

(عدل کیا کرو کہ یہ تقوی کے قریب ہے)

اسلام زندگی کے ہر پہلو میں عدل قائم کرنے کا حکم دیتا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

☆ ''عدل کیا کرو کہ یہ تقوی کے قریب ہے۔تمھیں عدل سے بنایا گیا اور ہم نے اس کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کئے تا کہ لوگ انصاف پر قائم رہیں (183)۔

☆ ''ہم نے نظام توازن قائم کر دیا،اس توازن میں خلل مت ڈالو اور توازن کو انصاف کے ساتھ قائم رکھو اور اس میں کسی قسم کا فرق نہ ڈالو'' (184)۔

☆ ''نفسانی خواہشات کے پیچھے پڑ کر انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑو'' (185)۔

☆ ''جب تم کوئی بات کہو تو انصاف سے کام لو،اگر چہ معاملہ تمہارے قریبی رشتہ دار کا ہو'' (186)۔

☆ ''جو عدل کا حکم دیتا ہے وہ صراط مستقیم پر ہے'' (187)۔

☆ انصاف کے علمبردار رہو۔اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے (188)۔

اس طرح اللہ تعالیٰ انسان کی ذات اور معاشرے دونوں میں عدل اور انصاف کرنے کا

Marfat.com

حکم دیتا ہے۔انسان کی ذات میں عدل کے حوالے سے جسم اور روح کی ضروریات میں توازن کی ضرورت ہے۔یعنی ایک طرف دنیا کی زندگی کو خوبصورت بنانے کے لیے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں سے فائدہ اٹھانا اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق جوڑنے کے لیے کوشش جاری رکھنا عدل کے تقاضوں کی ایفاء ہے۔

آج دنیا میں علیحدہ علیحدہ طبقے بن چکے ہیں۔ایک تو اللہ کے نیک بندے ہیں جو راہ راست پر ہیں اور زندگی میں عدل قائم رکھتے ہیں۔دوسرا طبقہ صرف دنیاوی زندگی اپنائے ہوئے روح کی پکار سے بے خبر ہے۔تیسرا طبقہ ان لوگوں کا ہے جو صرف اپنی ظاہری شکل وصورت پر اکتفا کر کے حقوق العباد سے بے اعتنائی برتتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے انعامات سے انسانیت کے فائدے کے لیے بھی کچھ نہیں کرتا لیکن وہ اپنی جگہ اطمینان محسوس کرتا ہے کہ اس نے نماز، روزہ اور دوسرے ارکانِ دین کی ظاہری صورت میں پابندی کر کے اسلام کے فرائض کی ادائیگی کر دی۔

دراصل جب تک دینی اور دنیاوی دونوں فرائض کی ادائیگی باہم توازن کے ساتھ نہ کی جائے انسان کامل نہیں بنتا۔اس لیے ضروری ہے کہ بندہ دنیا کی آسائشوں میں اتنا گم نہ ہو کہ قلب و روح کے تقاضے بھول جائے اور نہ ہی ترک دنیا کر کے گوشہ نشینی اختیار کر لے اور حقوق العباد پورا نہ کر سکے۔لہٰذا ایک طرف اپنے خاندان کی، اپنے ملک وملت کی اور مجموعی طور پر پوری انسانیت کی بہتری کے لیے کوشش کرنا اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ سے لو لگانا ہی عدل کے تقاضوں کی ایفاء ہے۔

اس لیے اللہ تعالیٰ نماز، ترتیل کے ساتھ قرآن پڑھنے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے اور ذکر وفکر کی ہدایت فرماتا ہے۔وہ اپنے بندے کی دنیاوی ذمہ داریوں سے بھی پوری طرح واقف ہے اور ان کو نبھانے کی طرف رہنمائی اِن الفاظ میں فرماتا ہے:

☆ ”آپ کا رب خوب جانتا ہے کہ آپ اور آپ کے ساتھیوں میں بعض آدمی کبھی دو تہائی رات، کبھی آدھی رات اور کبھی ایک تہائی رات تہجد نماز کے لیے کھڑے رہتے

Marfat.com

ہیں اور وہ خوب جانتا ہے کہ تم اسے ہرگز نہ نبھا سکو گے۔ پس اُس نے مہربانی کی۔ لہٰذا جتنا قرآن پڑھنا تمہارے لیے آسان ہو اتنا ہی پڑھو۔ وہ جانتا ہے کہ تم میں بعض بیمار بھی ہوں گے، بعض ملک میں سفر کر کے اللہ تعالیٰ کا فضل یعنی روزی بھی تلاش کریں گے اور بعض اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے۔ پس جتنا آسانی سے ہو سکے اتنا قرآن پڑھ لیا کرو اور زکوٰۃ دو اور اللہ کو اچھا قرض دو (189)۔

نماز جمعہ کے حوالے سے ارشاد ہے

☆ ''جب نمازِ جمعہ ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور بکثرت اللہ کا ذکر کیا کرو تا کہ فلاح پاؤ'' (190)۔

نمونہ عدل

دنیا میں عدل قائم کرنے کی سب سے عمدہ مثال رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ ہے۔ آپ ﷺ نے ایک عام آدمی سے لے کر ایک عظیم سلطنت کے کامیاب سربراہ ہونے کی حیثیت سے مثالی کردار ادا کرتے ہوئے بھرپور زندگی بسر فرمائی۔ آپ ﷺ ایک مشفق باپ، ایک محبت کرنے والے خاوند، ایک ہمدرد اور خیر خواہ انسان، ایک کامیاب تاجر، ایک عادل منصف اور ایک عظیم سپہ سالار تھے۔ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے فطری تعلق کی ایفاء اس انداز سے فرمائی کہ دنیاوی زندگی میں ہی معراج کی سعادت نصیب ہوئی۔ اس طرح زندگی کے ہر ایک شعبہ میں بہترین نمونہ عمل پیش کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا

☆ کہ اس دنیا کے واسطے اس طرح کام کرو جیسے ہمیشہ زندہ رہنا ہے اور آخرت کے لیے اس طرح تیاری کرو جیسے کل ہی روزِ آخرت ہے (191)۔

Marfat.com

احسان

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ (123)

(اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے)

احسان ایک جامع تصور ہے۔ جس میں بندوں کے ساتھ خوش خلقی، رواداری، ہمدردانہ رویہ، فیاضانہ سلوک، نیک برتاؤ اور درگزر وغیرہ سب شامل ہیں۔ عدل اور احسان کے لئے ایک حکم کے طور پر جمعہ کے خطبہ کے اختتام پر قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی جاتی ہے۔

☆ اِنَّ اللّٰہَ یَامُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِیْتَاءِ ذِی الْقُرْبٰی وَ یَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَ الْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ (192)۔

"بے شک اللہ تعالیٰ عدل احسان اور اہل قرابت پر خرچ کرنے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی کے کاموں، کھلی برائی اور سرکشی، ظلم اور زیادتی سے منع فرماتا ہے اور تمہیں سمجھاتا ہے تا کہ تم نصیحت پکڑو"۔

یہ ایک بڑا جامع حکم ہے۔ اگر اسے سننے اور سمجھنے کے بعد ہر شخص اپنا محاسبہ کرے تو بہت جلد معاشرے میں ایک مثبت تبدیلی واقع ہوسکتی ہے۔

عدل معاشرے کی زیادتیوں اور تلخیوں سے نجات دلاتا ہے جب کہ احسان عدل کا حسن و جمال ہے۔ عبادات سے متعلق احسان کی تعریف میں رسول ﷺ نے فرمایا کہ

☆ "تم اللہ تعالیٰ کی عبادات اس طرح کرو کہ تم اسے دیکھ رہے ہو اور

Marfat.com

اگر ایسی کیفیت ممکن نہیں تو یقین کرو کہ وہ تجھے دیکھ ہی رہا ہے‘‘(83)۔

بندوں سے تعلق کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

☆ ’’جس طرح اس نے تم پر احسان کیا ہے تم بھی دوسروں پر احسان کرو اور اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے‘‘(193)۔

صدق

وَکُونُوا مَعَ الصَّادِقِین(194)

(اور سچ بولنے والوں کے ساتھ ہو جاؤ)

سچائی متقی کی ایک بہت بڑی صفت ہے۔ سچائی کے حوالے سے نیت کی سچائی، دل کی سچائی اور عمل کی سچائی سب اس میں شامل ہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ

☆ ’’جو سچی بات لایا اور جس نے اس کو سچ جانا تو وہ لوگ متقی ہیں‘‘(195)۔

’’اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور درست بات کہو‘‘(196)۔’’

☆ بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، مومن مرد اور مومن عورتیں، سچ بولنے والے مرد اور سچ بولنے والی عورتیں، صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے عورتیں، فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں، خاکساری کرنے والے مرد اور خاکساری کرنے والی عورتیں، خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں، روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں، اپنی ناموس کی حفاظت کرنے والے مرد اور اپنی ناموس کی حفاظت کرنے والی عورتیں، کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والے مرد اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والی عورتیں، ان

Marfat.com

سب کے لیے اللہ نے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے(197)۔

رسول اللہ ﷺ نبوت سے پہلے ہی صادق اور امین کے ناموں سے پہچانے جاتے تھے۔ آپ ﷺ سے بڑھ کر کون متقی ہوسکتا ہے۔ آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ سب کے لیے مینارِ نور ہے۔ لہٰذا جو شخص آپ ﷺ سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے اسے بھی سچا اور دیانت دار ہونا چاہیے۔

صبر واستقلال

وَالصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِیْنَ الْبَاس(198)

(اور تنگدستی، تکلیف اور معرکہ کارزار میں صبر واستقلال کا مظاہرہ کرتے ہیں)

صبر کو متقی کی صفت قرار دیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں سے محبت کرتا ہے"(199)۔

صبر ایک ایسی آزمائش کا وقت ہوتا ہے جس میں بندے کو کسی جانی یا مالی نقصان یا جذباتی تکلیف کی وجہ سے گزرنا پڑتا ہے۔ صبر کا مطلب یہ نہیں کہ بندہ تکلیف، نقصان یا ظلم برداشت کرکے چپکے سے بیٹھ جائے۔ صبر یہ ہے کہ راضی برضا الٰہی ہوکر آنے والی ہر سختی اور مشکلات سے دل برداشتہ نہ ہو بلکہ ہمت، ثابت قدمی اور استقلال کا مظاہرہ کرے، راستے میں آنے والی غلط ترغیبات سے بچے، اللہ پر بھروسا کرتے ہوئے بہتری کی کوشش جاری رکھے اور نتائج اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:"

☆ اے لوگو! جو ایمان لائے ہو تم صبر اور نماز کے ساتھ مدد مانگو۔ بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ ہم تمہیں کسی قدر خوف اور بھوک اور مال، جان اور پھلوں کے نقصان یعنی محنت کا صلہ نہ ملنے سے آزمائیں گے اور صبر کرنے والوں کو خوش خبری دیں کہ جب ان پر

Marfat.com

مصیبت آتی ہے تو کہتے ہیں کہ بیشک ہم اللہ کے لیے اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ یہی لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے درود اور رحمت نازل ہوتی ہے اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں" (200)۔

☆ بے شک جنہوں نے کہا ہمارا پروردگار اللہ ہے۔ پھر وہ جمے رہے تو ان کو نہ ڈر ہے نہ غم (201)۔ گویا مشکل میں استقامت صبر کی آئینہ دار ہے۔

عفو درگزر

وَاَنْ تَعْفُوْا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی (202)

(معاف کردو کہ یہ تقوی کے قریب ہے)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ معاف کردو کہ یہ تقویٰ کے قریب ہے۔ انسان کے لیے سب سے مشکل کام کسی کو دل سے معاف کر دینا ہے۔ ویسے تو آنکھ کے بدلے آنکھ لی جا سکتی ہے لیکن جہاں تک ممکن ہو معاف کر دینا افضل ہے۔ کسی سے ایسی غلطی یا قصور سرزد ہو جائے جس سے بندے کے دل کو ٹھیس لگے تو اس کا معاف کرنا بہت بہادری کا کام ہے۔ خاص طور پر اُس شخص کو جو اپنے سے کمزور ہو۔ طاقتور کا کمزور کو معاف کرنا اصل میں معاف کرنا ہے کیونکہ کمزور شخص کے پاس معاف کرنے کے علاوہ کوئی چارہ ہی نہیں ہوتا۔ پس جو لوگ معاف کر دیتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں بھی معاف فرماتا ہے۔

اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ بندہ اللہ تعالیٰ کا کتنا قصوروار ہے۔ اس سے ہر روز ہر موقع پر کوئی نہ کوئی غلطی سرزد ہو جاتی ہے لیکن اللہ تعالی بندے کو اس وقت تک نہیں پکڑتا جب تک وہ حد سے نہ گزر جائے۔ کئی بار اس کی رسی دراز کیے جاتا ہے تاکہ شاید بندہ کسی وقت معافی مانگ لے اور وہ معاف کر سکے۔ اپنے غصے کو پی جانا اور دوسرے کے قصور معاف کر دینا اللہ تعالیٰ کی رحمانی خاصیت کا پرتو ہے۔

Marfat.com

جہاں بندہ دوسروں کو معاف کرے وہاں اپنے لیے بھی اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ معافی کا خواستگار رہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

☆ ''پروردگار کی بخشش اور بہشت کی طرف لپکو جس کا عرض آسمانوں اور زمین کے برابر ہے جو متقیوں کے لیے تیار کی گئی ہے۔ جو آسودگی اور تنگی میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور پروردگار کی بخشش مانگتے ہیں اور جب کوئی گناہ یا برائی کر بیٹھتے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں اور جان بوجھ کر اپنے افعال پر اڑے نہیں رہتے۔ بیشک اللہ کے سوا کون گناہ بخش سکتا ہے''؟(203)۔

رسول اللہ ﷺ کی مثالیں:

آپ ﷺ نے معاف کرنے کی ایسی ایسی مثالیں قائم فرمائی ہیں جن کی نظیر نہیں ملتی۔ ایک تو فتح مکہ کی مثال ہے۔ وہ کفارِ مکہ جو تیرہ سال کے طویل عرصہ تک آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھیوں پر سخت ترین ظلم وستم ڈھاتے رہے، فتح مکہ کے بعد اُن سے بدلہ لینے کا بہترین موقعہ تھا لیکن آپ ﷺ نے انہیں فرما کر اعلان کر دیا کہ جاؤ تم سب آزاد ہو۔

دوسری مثال آپ ﷺ کا طائف کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے کا واقعہ ہے جب آپ ﷺ کو طائف کے لوگوں نے پتھر مار مار کر لہولہان کر دیا اور اتنا خون نکلا کہ آپ ﷺ کے جو تے مبارک تر ہو گئے۔ اس پر حضرت جبرائیلؑ تشریف لائے اور پوچھا کہ اگر حکم ہو تو طائف کے دو نوں جانب کے پہاڑوں کو آپس میں ملا کر اس ساری بستی کو تباہ کر دوں۔ آپ ﷺ نے انکار فرمایا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ ان لوگوں کو ہدایت کی طرف لے آئے اور انہیں معاف فرمادے۔

بہر حال اللہ تعالیٰ سے متعلق جو انسان سے گناہ سرزد ہوتے ہیں، سچی توبہ کرنے اور معافی مانگنے پر وہ معاف فرما دیتا ہے لیکن جو زیادتی لوگوں سے کی ہوتی ہے اس کی معافی لوگ ہی دے سکتے ہیں۔ لہذا ان سے معافی مانگ لینے میں انسان کی فلاح ہے۔

Marfat.com

کسی کو اس کے بغیر معافی مانگے معاف کر دینا ایک بہت بڑائی ہے اور اپنے آپ کو بھی معاف کر دینا اپنے آپ کو ذہنی اذیت سے نجات دینا ہے۔

خوفِ خدا

اَلَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ (204)

وہ اپنے پروردگار کو دیکھے بغیر اس سے ڈرتے ہیں

ڈر کی نوعیت دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک ڈر حاکم کی حکم عدولی کا اور دوسرا ڈر اپنے کسی مہربان کی ناراضگی کا ہوتا ہے۔ ڈر کی زندہ مثال ملک میں رہنے کے حوالے سے دی جا سکتی ہے جہاں مملکت انسان کی بنیادی ضروریات مہیا کرنے میں مدد کرتی ہے، لیکن کچھ قوانین، قواعد وضوابط بھی بناتی ہے جن کا مقصد ہر شخص کو تحفظ فراہم کرنا ہوتا ہے۔ چونکہ ان کی پابندی ہر شخص پر لازم ہوتی ہے لہٰذا خلاف ورزی پر مملکت سزا بھی دیتی ہے۔ جس کا مقصد سزا نہیں بلکہ معاشرے کی بہتری ہوتا ہے؛ مثلاً ٹریفک کے قانون کی سزا ہے کیونکہ ان کی خلاف ورزی کسی کے لیے اور اپنی بھی چوٹ یا موت کا سبب بن سکتی ہے۔ لہٰذا جرم کی نوعیت کے مطابق بندہ سزاوار ٹھہرایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قوانین کا مقصد بھی انسان کی بہتری ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے اس کے ماں باپ سے بھی زیادہ محبت کرتا ہے۔ اسی لیے اسے کامیاب زندگی گزارنے کا راستہ بتاتا ہے۔ پس جو لوگ اس کے نیک بندے بن کر اس راستے پر چلتے ہیں ان کے لیے جنت کی خوشخبری ہے اور اس کی قربت کا مژدہ ہے لیکن جو لوگ اس سے انحراف کرتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور سزا کا ڈر ہونا چاہیے۔ لہٰذا

☆ اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ جو تم کرتے ہو وہ اللہ دیکھ رہا ہے (205)۔

Marfat.com

شیطانی وسوسوں سے احتیاط:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

☆ "جو لوگ متقی ہیں ان کو جب کوئی شیطانی وسوسہ آتا ہے تو چونک اُٹھتے ہیں اور اللہ کی یاد میں لگ جاتے ہیں اور دل کی آنکھیں کھول کر دیکھنے لگتے ہیں" (206)۔

گویا ہر وقت محتاط رہتے ہیں اور اپنا محاسبہ کرتے رہتے ہیں کہ خدانخواستہ کہیں غلط سوچ میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ جب کبھی غلط خیال آتا ہے تو اسے فوراً رد کر دیتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے کہ برائیاں سر نہ اٹھا سکیں اور ہر طرف نیکی اور اچھائی پھلے پھولے اور امن اور سلامتی کا دَور دَورہ ہو۔

شیطانی وسوسوں سے بچنے کے لیے پاکیزہ ماحول بہت ضروری ہے۔ ایسا ماحول جس میں نہ صرف برائی کا خاتمہ ہو بلکہ نیکی پھیلانے میں مدد ملے۔ افراد سے معاشرہ تشکیل پاتا ہے اور معاشرہ افراد کی تعمیرِ شخصیت پر اثر انداز ہوتا ہے۔ گویا دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ جب دل میں یہ احساس پیدا ہو جائے کہ میرا اثر دوسروں پر ہو رہا ہے اور دوسرے بھی مُجھ پر اور میرے عزیز و اقارب پر اثر انداز ہو رہے ہیں تو ظاہر ہے کہ ہر شخص دونوں میں مثبت تبدیلی لانے کی کوشش کرے گا۔ لہٰذا اپنا تزکیہ کرنا اور معاشرہ کو برائیوں سے پاک کرنا تقوٰی کی راہ میں مددگار ہیں۔ اگرچہ یہ دونوں کام مشکل ہیں لیکن بہت اہم ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

☆ "ہم نے شیطانوں کو انہی لوگوں کا رفیق بنایا ہے جو ایمان نہیں رکھتے (207)

☆ اگر تمہیں شیطان کی جانب سے کوئی وسوسہ پیدا ہو تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کرو بیشک وہ سنتا اور جانتا ہے (208)۔

Marfat.com

باب پنجم

حقوق العباد کی ادائیگی

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَه (209)

(یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ میں عمدہ نمونہ موجود ہے)

1- بنیادی اصول

حقوق العباد کی ادائیگی عمل صالح میں بہت اہمیت کی حامل ہے۔ یہ ارکانِ دین کی طرح ایک فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے ہر طبقے اور تعلق کے حوالے سے حقوق العباد ادا کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔ ان کی ادائیگی میں اخلاقِ حسنہ کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ دنیا کے ہر مذہب میں ایک اچھے معاشرے کی تشکیل کے لیے اخلاقِ حسنہ بہت اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ چنانچہ ہر دور میں فضائل اخلاق کو سراہتے ہوئے اپنایا جاتا رہا ہے اور رزائل اخلاق کو بُرا قرار دیتے ہوئے بچنے کی کوشش ہوتی رہی ہے۔

اگر چہ اخلاق کے بارے میں مختلف وقتوں میں مختلف روایات رہی ہیں لیکن مکارمِ اخلاق کے لیے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت تکمیلی حیثیت رکھتی ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ "آپ ﷺ بیشک عمدہ اخلاق والے ہیں" اور آپ ﷺ کی زندگی کو اللہ تعالیٰ "اسوہ حسنہ" قرار دیتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "میں اخلاق کو مکمل کرنے کے لیے بھیجا گیا ہوں" (23)۔

اخلاق حسنہ کے حوالے سے رسول اللہ ﷺ کے ارشادات اصولوں کی حیثیت کے حامل ہیں۔

Marfat.com

آپ ﷺ نے فرمایا:

☆ ''مسلمانوں میں کامل ایمان اس کا ہے جس کا اخلاق اچھا ہے۔ انسان حُسن خُلق سے وہ درجہ پا سکتا ہے جو دن بھر روزہ رکھنے اور رات بھر عبادت کرنے سے پاتا ہے۔ اللہ کے بندوں میں سب سے پیارا وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہیں''۔

☆ ''نیکی حُسن خُلق ہے اور گناہ وہ ہے جو تمہارے دل میں کھٹک پیدا کرے''۔

☆ ''اپنے بھائی کے لیے وہی پسند کرو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو''۔

☆ معلمِ اخلاق کے لئے خدا تعالیٰ خود اور اس کے فرشتے آسمانوں والے اور زمین والے، یہاں تک کہ مچھلیاں پانی کے نیچے اور چیونٹیاں اپنے بلوں میں دعائے رحمت کرتی ہیں۔

خطبۂ رسول ﷺ:

رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کے بعد مدینہ منورہ پہنچ کر اپنے خطبے میں فرمایا:

☆ ''اے لوگو! اگر تمہارے پاس کھجور کا ایک ٹکڑا بھی ہے تو تم اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کر کے اپنے آپ کو جہنم سے بچا سکتے ہو۔ جس کو یہ بھی میسر نہیں وہ اچھی بات کے ذریعہ اپنے آپ کو بچا سکتا ہے۔ بے شک بھلی بات کی جزاء اللہ کی طرف سے دس گنا سے سات سو گنا تک دی جاتی ہے۔ ایک دوسرے سے محبت کرو کیونکہ اللہ نے تمہارے اندر اپنی روح اتاری ہے۔ اللہ اس سے ناراض ہوتا ہے کہ اس کے وعدے کو توڑا جائے''(210)۔

اس خطبہ میں رسول پاک ﷺ نے حقوق العباد سے متعلق اللہ تعالیٰ کے احکام کو چند الفاظ میں بیان فرما کر دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔

حقوق العباد اور ان سے متعلق فضائل اور رزائل اخلاق کو سمجھنے کی خاطر تین حصوں میں

Marfat.com

تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

1۔ انسانوں میں باہم خوشگوار تعلقات۔

2۔ دیانت اور سچائی پر مبنی معاملات۔

3۔ محبت اور اخوت کے جذبات کے تحت ایک دوسرے کی مدد۔

2 - باہم خوشگوار تعلقات

فضائل اخلاق جو لوگوں کے درمیان خوش گوار تعلقات قائم رکھنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں ان میں جو خصوصیات کے حامل ہیں وہ ہیں: سچائی، حلم و بردباری، نرمی، اخلاص، ایفائے عہد، میانہ روی، رواداری، عفوودرگزر، عفت و پاکبازی، شرم وحیا، صبروشکر، مہربانی وغیرہ۔

ان کے برعکس رزائل جو انسانی فطرت کے منافی ہیں ان سے بچنا ضروری ہے؛ مثلا جھوٹ، بد دیانتی، بد عہدی، بدگوئی: بہتان، غیبت، چغل خوری، ناشکری، دشمنی، فتنہ، فساد، ظلم وستم، تعصب، انتقام، غصہ، غرور، تکبر، حرص، بے صبری، بزدلی، بے حیائی، فحاشی، گندگی وغیرہ۔

حسب مراتب کا خیال:

حقوق العباد کی ادائیگی میں حسب مراتب کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ان میں سب سے پہلے والدین کے حقوق ہیں جس کا ذکر اللہ تعالیٰ اپنی وحدت کے ذکر کے ساتھ فرماتا ہے۔پھر اپنی بیوی اور بچوں کے حقوق ہیں جن کی ادائیگی اگر بطریق احسن ہو اور اولاد کی صحیح تربیت ہو تو آئیندہ کے لئے

Marfat.com

ایک اچھی نسل کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔ پھر قرابت داروں، ہمسایوں، حاجت مندوں، بیماروں، عام مسلمانوں اور انسانی برادری کے حقوق ہیں۔ حتیٰ کہ جانوروں کے بھی حقوق بتائے گئے ہیں جن کی تفصیل قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں ملتی ہے۔ ان حقوق کی ادائیگی سے ایک خوشحال اور پرامن معاشرہ تشکیل پاتا ہے اور پوری قوم سرفرازی اور عروج و ترقی پر گامزن ہوتی ہے۔

والدین: گھریلو زندگی انسانی زندگی کا سب سے پہلا دائرہ ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ اس سے متعلق خصوصی حکم فرماتا ہے کہ والدین سے احسان، نیک برتاؤ اور بھلائی کرو۔ ان کے سامنے عجز و نیاز سے جھکے رہو اور ان کے حق میں اچھی دعا کرو جب وہ بڑی عمر کو پہنچیں تو ان کے آگے اُف بھی نہ کہو(211)۔

اولاد: آپ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے عمدہ تحفہ جو ایک باپ اپنے بچوں کو دے سکتا ہے وہ اچھی تعلیم و تربیت ہے(171)۔ لہٰذا اولاد کے حقوق کی ادائیگی کے لیے ان کی اچھی نگہداشت کرنا، بہتر تعلیم و تربیت، ان کی صحت کا اچھی طرح سے خیال اور ان کو اچھا شہری بنانا فرض کی حیثیت رکھتے ہیں کیونکہ کسی بھی قوم کے مستقبل کا انحصار اس کی نئی پود کی صحیح نشوونما پر ہوتا ہے۔

ازدواجی تعلقات: میاں بیوی کے تعلقات کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ

☆ ”وہ ایک دوسرے کے لیے راحت، تسکین، محبت اور رحمت کا باعث ہوں“(212)

☆ ”عورتوں کے بھی ایسے ہی حقوق ہیں جیسے کہ ان پر مردوں کے حقوق ہیں“(213)

اس طرح اللہ تعالیٰ دونوں کے حقوق کا تحفظ فرماتا ہے۔

☆ اہل خانہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ”ان کے ساتھ اچھی طرح سے رہو سہو۔ اگر وہ تم کو ناپسند ہوں تو عجب نہیں کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرتے ہو اور اللہ اس میں بہت سی

Marfat.com

بھلائی پیدا کردے(215)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

☆ تم میں سب سے اچھا وہ ہے جو اپنی بیوی بچوں سے اچھا سلوک کرتا ہے۔ اور اپنے اہل و عیال کے لیے سب سے بہتر ہے(214)۔ اگر کوئی شخص اپنے اہل و عیال پر اس لیے خرچ کرتا ہے کہ اللہ راضی ہو تو وہ خرچ صدقہ بن جاتا ہے(23)۔

☆ اگر مومن کو اپنی بیوی کی کوئی خصلت یا عادت ناپسند ہے تو اس سے ناراض نہ ہو کیونکہ اس کی کوئی اور اچھائی اس کو پسند ہوگی(66)۔

ہمسایہ: آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر ایک شخص آسودہ ہے ور اس کا ہمسایہ بھوکا ہے تو وہ مومن نہیں ہے(216)۔

عزیز و اقارب: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''جو لوگ اپنے عزیز و اقارب سے اچھا سلوک ان کے اچھے سلوک کی وجہ سے کرتے ہیں وہ ان سے محبت نہیں ہے۔ ان سے اصل محبت یہ ہے کہ ان کے بُرے سلوک کے باوجود ان سے اچھا سلوک کیا جائے''(23)۔

سب لوگ: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اور اپنے دو بھائیوں میں صلح کرادو۔ اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑیں تو ان میں صلح کرادو''۔

☆ ''ایک دوسرے پر نہ ہنسو، اور اللہ سے ڈرو۔ امید ہے کہ تم پر رحم کیا جائے۔ عجب نہیں کہ وہ ہنسنے والوں سے بہتر ہوں۔؟'' بدگمانیوں سے بچو اور ایک دوسرے کے عیب نہ ڈھونڈو''

☆ ''ایک دوسرے کو بُرے ناموں سے پکارو اور نہ ایک دوسرے کو لگا لگا کر باتیں کرو''(217) اور سیدھی بات کہو''(218)۔

Marfat.com

☆ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کسی مسلمان کے لیے حلال نہیں کہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑ دے اس طرح کہ دونوں ملیں تو ایک دوسرے سے منہ پھیر لیں۔ ان میں بہتر وہ ہے جو پہلے سلام کرے لیکن اگر ایسا نہیں کرتا تو اس کے دل میں بغض و کینہ ہے جس کی اللہ تعالیٰ بخشش نہیں فرمائے گا(96)۔ کیونکہ کینہ کسی شخص سے عداوت کو دیر پا رکھنا ہے۔

متعلقہ فضائل اور رزائل:

زبان پر قابو: باہم تعلقات کے اس حوالے سے جتنے بھی اوامر ہیں اگر ان کا بغور جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان میں سے بیشتر کا انحصار ہماری زبان کے صحیح یا غلط استعمال پر ہے۔ اکثر اوقات اسی سے تعلقات بنتے اور بگڑتے ہیں۔ اسی سے سچائی، خیر خواہی، خوش خلقی، ہمدردی، پیار محبت اور باہم عزت کے جذبات کا اظہار ہوتا ہے۔ زبان ہی بد گوئی، الزام تراشی، چغلی، غیبت وغیرہ کرتی ہے۔ کہتے ہیں، میٹھے بول میں جادو ہے۔ لہٰذا جس کسی نے زبان کو قابو میں رکھا، اس کو سوچ سمجھ کر اور احسن طریقے سے استعمال کیا، اس نے دین و دنیا دونوں میں کامیابی حاصل کر لی۔ مسکراہٹ ایسی خصوصیت ہے جو انسان کو جانوروں سے ممتاز کرتی ہے کیونکہ جانور مسکرا نہیں سکتے۔

نرم اور خوش اخلاق رویہ: اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ

☆ ''سچی، سیدھی، نرمی کے ساتھ اور خوشگوار لہجے میں بات کرو'' (219)۔

☆ ''سخت کلامی کا جواب اچھے طریقے سے دو۔ ایسا کرنے سے تم دیکھو گے کہ جو شخص تمہارا دشمن تھا وہ تمہارا دوست بن گیا'' (220)

☆ ''جب تم بیہودہ بات سنو تو اس سے منہ پھیر لو اور کہو ہمارے اعمال ہمارے لیے اور تمہارے اعمال تمہارے لیے۔ تم کو سلام، ہم جاہلوں سے الجھنا نہیں چاہتے'' (221) یعنی ناشائستہ بات سن کر الجھنے کی بجائے خاموشی سے دوسرا راستہ اختیار کر لینا بہتر ہے۔

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

☆ "اللہ تعالیٰ گندی زبان اور بے ہودہ باتوں کو سخت نا پسند فرماتا ہے"(222)۔

ایک دفعہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ ایک عورت نماز پڑھتی ہے، روزے رکھتی ہے اور خیرات بہت زیادہ دیتی ہے لیکن اپنی زبان سے ہمسایہ کو دکھ پہنچاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ دوزخ میں جائے گی۔ پھر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ایک عورت زیادہ نمازیں نہیں پڑھتی اور نفلی روزے بھی کم رکھتی ہے اور خیرات بھی بہت کم دیتی ہے، صرف پنیر کے کچھ ٹکڑے دیتی ہے لیکن ہمسائے کو اپنی زبان کی وجہ سے کبھی دکھ نہیں دیتی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ جنت میں داخل ہوگی(223)۔

غصہ: غصہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ تلقین فرماتا ہے کہ

"غصہ کی حالت میں اپنی زبان پر قابو رکھو اور درگزر اور احسان کرو"(224)۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "غصہ مت کرو جب غصہ آئے تو وضو کر لو کیونکہ غصہ آگ ہے اور آگ سے شیطان بنا اور آگ پانی سے بجھتی ہے۔ اگر کھڑے ہو تو بیٹھ جاؤ"(96)۔

ایک قول ہے کہ غصے کی آندھی عقل کے چراغ کو بجھا دیتی ہے۔ غصہ کی حالت میں اکثر اوقات انسان حواس کھو بیٹھتا ہے۔ غصہ میں دل و دماغ میں کئی کیمیائی تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں جن سے انسان ذہنی اور جسمانی طور پر متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ان کا اظہار کئی بار چہرے کی رنگت میں تبدیلی، دل کی دھڑکن میں تیزی اور جسم کی کپکپاہٹ سے ہوتا ہے۔ جس کا اثر کبھی کبھی حرکتِ قلب کے بند ہونے یا دماغ کی کوئی شریان پھٹنے سے بھی ہو سکتا ہے۔

غصہ کی وجہ کسی کا ناپسندیدہ فعل یا اپنے جذبات کو ٹھیس لگنا ہے۔ ضروری نہیں کہ ہر دفعہ غصہ حق بجانب ہو۔ بہر حال غصہ کے فائدے بھی ہیں کیونکہ کبھی کبھی یہ کسی غلط کام کو ٹھیک کرنے میں مدد

Marfat.com

دیتا ہے۔ غصہ آنے پر کئی طریقوں سے ردعمل کیا جا سکتا ہے۔

(1) اسے ٹھنڈا کرنے سے (2) اظہار سے یا (3) دبانے سے۔

غصہ ٹھنڈا کرنے کے بارے میں ہدایات اوپر درج ہیں۔ اظہار کی بجائے اگر فوری غصہ دبالیا جائے تو صحیح سوچنے کا موقعہ ملتا ہے۔ بہر حال اگر غصہ کا اظہار ضروری ہو تو اسے ٹھنڈا کرنے کے بعد سوچنا چاہیے کہ اظہار کیوں ضروری ہے، کب اور کس پر کیا جائے، کس طریقہ کیا جائے اور کس حد تک کیا جائے کہ مقصد حاصل ہو۔

غرور: غرور اور تکبر اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہیں اس لیے اترانے اور شیخی بگھارنے کی بہت مذمت کی گئی ہے۔ تاریخ میں اور ہمیں اپنی زندگی میں بھی بے شمار مثالیں ملیں گی جن میں تکبر کرنے والوں کا انجام بہت عبرت ناک ہوا۔ قرآن مجید میں درجنوں آیات میں غرور اور تکبر کو بہت برا فعل گردانا گیا ہے۔ جس کی سخت سزا کا ذکر ہے۔ (225)۔ لہٰذا بول چال اور دوسروں سے برتاؤ میں ایسا رویہ اختیار کرنے کی ضرورت ہے جو تکبر سے پاک اور سب کے لیے خوشی، امن اور محبت کا باعث ہو۔ ابلیس اس لیے مردود ہوا اور راندھا گیا کیوں کہ اس نے تکبر کیا تھا۔ بڑے بڑے شہ زور معذور ہو گئے؛ قارون جیسے خزانوں والے بے گھر ہو گئے، بادشاہ زندان میں چلے گئے اور خوبصورت لوگوں کے چہرے مسخ ہو گئے۔ سکندر اعظم جب مرا تو اس کی وصیت کے مطابق اس کے دونوں خالی ہاتھ تابوت سے باہر لٹک رہے تھے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ کے نزدیک بزرگی والا وہ ہے جو متقی ہے۔

حسد: حسد کو اللہ تعالیٰ کفر سے تعبیر کرتا ہے۔ کسی دوسرے کی دولت، عزت یا کوئی دینی یا دنیوی نعمت کی بنا پر رشک کرنا برا نہیں لیکن دوسرے کی نعمت کے سلب کی خواہش یا اپنی محرومی کا شدت سے احساس، جو تکلیف کی حد تک ہو، حسد ہے۔ حسد وہ بیماری ہے جو انسان کو اندر ہی اندر جلا کر آہستہ آہستہ راکھ کر دیتی ہے۔ یہ دل کی وہ کیفیت ہے جو دوسروں کو اپنے سے بہتر دیکھ کر تکلیف محسوس کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔ اس کے نتیجہ میں خود حاسد کئی جسمانی، ذہنی اور روحانی بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے اور حسد کی آگ میں جلتے ہوئے، جس سے حسد کرتا ہے، اسے بھی نقصان

Marfat.com

پہچانے کی کوشش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حسد سے پناہ لینے کی دعا نازل فرمائی (226) جسے روزانہ پڑھنے والے کو اللہ تعالیٰ حاسد کے حسد سے بچالیتا ہے۔ حسد سے بچنے کے لیے بندہ اپنے سے اوپر والے لوگوں کی طرف دیکھنے کی بجائے اپنے سے نیچے والے لوگوں کو دیکھے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے مقابلے میں اُسے کیسی کیسی نعمتوں سے نوازا ہے۔ جب ایک شخص اوپر دیکھتا ہے تو خود نیچے ہو جاتا ہے لیکن جب وہ نیچے دیکھتا ہے تو اپنے آپ کو اوپر دکھائی دیتا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کا ہر حال میں شکر ادا کرنا چاہیے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے لوگوں میں درجات رکھے ہیں تا کہ آزمائے کہ کون اچھے کام کرتا ہے۔

غیبت: غیبت سے مراد کسی شخص کی غیر موجودگی میں اس کی برائی کی بات کرنا ہے بیشک وہ برائی اس میں موجود ہو۔ اگر وہ برائی اس میں موجود نہیں تو یہ الزام تراشی یا بہتان ہو گا جو ایک سخت گناہ ہے۔ غیبت کو اللہ تعالیٰ سختی سے منع فرماتا ہے۔ غیبت کے بارے میں مثال دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "کیا تم پسند کرتے ہو کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھاؤ"؟ ظاہر ہے تمہیں اس سے گھن آئے گی۔ پس تقویٰ اختیار کرو۔ یقیناً اللہ توبہ قبول کرنے والا ہے" (227)۔ غیبت دراصل اللہ تعالیٰ کے نظام عدل کے خلاف چیلنج ہے کیونکہ اس میں دوسرے کو اپنی صفائی پیش کیے بغیر اس کے بارے بُری بات کی جاتی ہے۔ غیبت کی ایک مثال 'روزہ' کے عنوان کے تحت دی گئی ہے جو ایک عبرت ناک سبق ہے۔

3۔ دیانت اور سچائی پر مبنی معاملات

اگر چہ باہم معاملات کے حوالے سے فقہاء کی مختلف آراء اور ترجیحات ہیں لیکن بنیادی طور پر اس زمرے میں ایسے معاملات آتے ہیں جن کا انسانوں کے درمیان لین دین اور رہن سہن سے تعلق ہے۔ ان سے متعلق کئی ضوابط اور قوانین ہیں لیکن اصولاً ان سب کی بنیاد سچائی، دیانت، امانت، راست بازی، ایفائے عہد، انصاف، حیا اور امن پر مبنی ہے۔

Marfat.com

خطبہ حجۃ الوداع: رسول اللہ ﷺ کا خطبہ حجۃ الوداع ایک عالمی دستور کی حیثیت رکھتا ہے۔اس میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ

''اے لوگو۔۔۔۔بلاشبہ تمہارے خون (جانیں)، تمہارے مال اور تمہاری عزت و آبرو قیامت تک ایک دوسرے پر حرام ہیں جس طرح تمہارے لیے آج کا دن، یہ مہینہ اور اس شہر کی حرمت واجب ہے"۔

اس طرح رسول اللہ ﷺ نے دوسروں کی جان و مال اور ناموس تینوں کا تحفظ ایک فرض قرار فرمایا۔

تحفظ جان: تحفظ جان کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

☆ ''جس شخص نے کسی ایک کو، بغیر اس کے کہ وہ کسی کا قاتل ہو یا زمین میں فساد پھیلاتا ہو، قتل کیا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کیا اور جس نے کسی ایک کی جان بچائی اس نے گویا ساری انسانیت کو بچایا'' (228)۔لہٰذا کسی بھی انسان کا ناحق قتل سخت ترین جرم ہے۔

☆ ''جو کسی مسلمان کو قصداً مار ڈالے گا تو اس کی سزا دوزخ ہے۔جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اللہ اس پر غضبناک ہوگا اور اس پر لعنت کرے گا اور ایسے شخص کے لئے اس نے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے'' (229)۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

☆ '' مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے محفوظ رہیں'' (230)۔''جس نے کسی مسلمان کو تکلیف دی اُس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے مجھے تکلیف دی اُس نے یقیناً اللہ تعالیٰ کو ناراض کیا'' (231)۔''جو شخص کسی مسلمان کو نقصان پہنچائے یا اُسے دھوکا دے، وہ ملعون ہے۔اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے ناپسندیدہ شخص وہ ہے جو سخت جھگڑالو ہے۔ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان سے تعلق ایک عمارت کی طرح ہے

Marfat.com

جس کا ایک حصہ دوسرے کو مضبوط کرتا ہے" (96)۔

تحفظ عزت:

تحفظ عزت و آبرو کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

☆ "مسلمان مردوں کو کہہ دو کہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ ان کے لیے بہت بہتر ہے۔ بیشک اللہ جانتا ہے جو وہ کرتے ہیں" (232)

☆ "اور مسلمان عورتوں کو حکم دو کہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت نہ دکھائیں مگر جتنا خود ہی ظاہر ہو اور اپنے دوپٹے گریبانوں میں ڈالے رہیں" (233)۔ "کہہ دیجئے کہ میرا پروردگار بے حیائی کی باتوں کو ظاہر ہوں یا پوشیدہ اور گناہ کو اور ناحق زیادتی کو حرام قرار دیتا ہے" (234)۔ "بیشک جن لوگوں نے مومن مردوں اور عورتوں کو ستایا اور پھر توبہ بھی نہ کی تو ان کے لیے جہنم اور جلنے والا عذاب ہے" (235)۔

اس طرح اللہ تعالیٰ مردوں اور عورتوں دونوں کو حکم دیتا ہے کہ نظریں نیچی رکھیں لیکن آج کل صرف عورتوں کو سخت قسم کے پردوں میں رکھنے پر زور دیا جاتا ہے جبکہ کئی، جو بظاہر شکل و صورت اور لباس سے اچھے مسلمان دکھائی دیتے ہیں، ان کی نظریں کسی سڑک پر چلتی ہوئی عورت کا اس وقت تک تعاقب کرتی رہتی ہیں جب تک وہ اوجھل نہ ہو جائے۔ یہ وہ تجربات ہیں جو اکثر یورپ کی عورتیں پاکستان سے واپسی پر بیان کرتی ہیں۔ لہٰذا صحیح مسلمان کہلانے کے لیے دلوں میں ایمان کی مضبوطی اور ذہنوں میں حیا پیدا کرنے کی ضرورت ہے جو دین کی روح کی سمجھ سے ہی ممکن ہے۔

تحفظ مال: تحفظ مال کا تصور صنعت، تجارت، خدمات یعنی سروسز اور لین دین، سب کا احاطہ کرتا ہے۔ اس میں سچائی، دیانت، انصاف بنیادی حیثیت کے حامل ہیں جبکہ محنت اور اعلیٰ معیار اس کو ضیا بخشتے ہیں۔ ہمارے معاشرے میں صورت حال یہ ہے کہ کاروبار میں بدیانتی،

Marfat.com

جھوٹ، وعدہ خلافی، خدمات میں سستی، لاپروائی اور رشوت معمول کی باتیں ہیں۔ اس بنا پر نہ صرف باہم معاملات بلکہ تعلقات بھی بگڑتے ہیں۔

تحفظ مال کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ

☆ ''تم لوگ نہ تو آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقے سے کھاؤ اور نہ انہیں حاکموں کے پاس اس غرض سے لے جاؤ تاکہ تمہیں دوسروں کے مال کا کچھ حصہ قصداً ظالمانہ طریقہ سے کھانے کا موقع مل جائے''۔ ''اور ناپ تول کو پورا کرو اور عدل و انصاف کرو''(236)۔

محنت، مہارت اور معیار: تحفظ مال کے حوالے سے محنت خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ محنت انسانی فطرت ہے۔ محنت سے ہی بندہ رزق حلال کما سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

☆ ''اس نے انسان کو مشقت کے ماحول میں پیدا فرمایا ہے''(237)

اس کے برعکس صورتحال یہ ہے کہ اکثر لوگ محنت سے جی چراتے ہیں جب کہ محنت اور اپنے اپنے کام میں مہارت ہی اعلیٰ معیار کے لیے ضروری عناصر ہیں۔ زندگی کے ہر شعبے میں، خواہ صنعت ہو یا تجارت، عام سروسز ہوں یا خصوصی خدمات، تعلیم ہو یا تربیت، صفائی ہو یا پاکیزگی، اعلیٰ معیار ہی کامیابی کی ضمانت ہے۔ جس کا بدقسمتی سے بیشتر مسلمانوں میں فقدان پایا جاتا ہے۔ موجودہ دور میں زندگی بہتر طور پر گزارنے کے لیے اور دنیا میں مقابلے کی دوڑ میں ناکامی سے بچنے کے لیے انصاف، محنت، مہارت، عمدہ معیار یعنی کوالٹی اور ایفائے عہد ناگزیر ضرورت بن چکے ہیں۔ یہی تحفظِ مال کی ضمانت ہیں اور دنیا میں وقار کے ساتھ زندہ رہنے کی طرف مثبت قدم۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

☆ ''جب کوئی شخص اپنا کام خوبی اور مہارت سے کرے تو اللہ تعالیٰ اسے پسند فرماتا ہے(238)

Marfat.com

تجارت اور لین دین: رسول اللہ ﷺ نے تجارت اور باہم لین دین کے معاملات میں ایک دوسرے کے حقوق کے تحفظ کی خاطر فرمایا:

☆ ''ایک سچا یعنی ایماندار اور قابلِ اعتبار تاجر قیامت کے روز انبیاء، صدیقین، شہدا اور صالحین کی معیت میں ہوگا'' (171)۔

☆ ''مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ جب کوئی چیز ایک دوسرے کو بیچتا ہے تو اس کا فرض ہے کہ اس چیز میں اگر کوئی نقص ہو تو دوسرے کو بتا دے'' (109)۔

☆ ''مزدور کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کرو'' (109)۔

☆ ''اللہ ان پر رحم فرماتا ہے جو خرید و فروخت اور ادھار واپس لیتے وقت ہمدردی کرتے ہیں'' (96)۔

☆ ''ایسا تاجر جو قیمت بڑھانے کے لیے ذخیرہ اندوزی کرتا ہے وہ گناہ گار ہے اور اس پر لعنت ہے'' (109)

☆ ''جو کسی کی زمین کا ایک ٹکڑا بھی ظلم یا جبر سے لے لیتا ہے تو قیامت کے دن سات زمینیں اس کے گلے کا ہار بنیں گی'' (76)۔ ''جس شخص نے تھوڑی سی زمین بھی ناحق لے لی تو قیامت کے دن اُس کی وجہ سے سات زمینوں تک دھنسایا جائے گا'' (96)۔

☆ ''جب تم کسی نوکر کو کام دیتے وقت اس سے ہمدردی کا سلوک کرو تو قیامت کے روز یہ تمہارے حق میں ہوگا اور تمہیں اس کا اجر ملے گا'' (239)۔

4۔ باہم محبت اور اخوت کے جذبات

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''دین خیر خواہی کا نام ہے'' (66) ایک دوسرے سے محبت

Marfat.com

مومنین کا خاصہ ہے۔ باہم محبت کے جذبات کی عکاسی کا سب سے مؤثر طریقہ لوگوں پر خرچ کرنا اور مشکل وقت میں کام آنا اور ہمدردی کا اظہار ہے۔ باہم محبت اور ہمدردی کا سبق دیتے ہوئے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ

☆ ''تم میں سے بہترین انسان وہ ہے جس سے دوسرے انسانوں کو فائدہ پہنچے'' (89)۔

اس سلسلے میں ضروری فضائل اخلاق، محبت، اخوت اور ہمدردی، خیر خواہی، رحم، عفوو درگزر اور مہربانی خصوصیت کے حامل ہیں جب کہ بخل، حرص، لالچ، تکبر ایسے رزائل ہیں جو اخوت کے لئے زہر قاتل ہیں۔ اللہ تعالیٰ معاشرے میں ایسی خوشحالی کی فضا قائم کرنا چاہتا ہے جس میں ایک دوسرے کے لئے اخوت کے جذبات ہوں۔

اپنی جان کے حقوق: حقوق العباد کے حوالے سے انسان پر بے شمار ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ اس میں اپنی ذات بھی شامل ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''تمہاری جان کا تم پر حق ہے اور تمہاری آنکھ کا بھی تم پر حق ہے'' (240)۔ گویا اپنی جسمانی، ذہنی اور روحانی صحت کا خیال رکھنا عین دین کا حصہ ہے۔

ارشادِ رسول اللہ ﷺ: ''بندہ مومن کو انس و محبت کا مرکز ہونا چاہیے کہ وہ خود دوسروں سے محبت کرے اور دوسرے اس سے محبت کریں اور اس سے مانوس ہوں۔ اگر کسی شخص میں یہ بات نہیں ہے تو گویا اس میں کوئی خیر نہیں'' (76)۔

خدا کے عاشق تو ہیں ہزاروں، بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے
میں اس کا بندہ بنوں گا جس کو خدا کے بندوں سے پیار ہوگا

Marfat.com

متفرق نیک اعمال:

مدد: نیکی کے حوالے سے خواہ چھوٹے سے چھوٹا کام ہو یا بڑے سے بڑا اللہ کو بہت پسند ہے۔ راستے سے رکاوٹ ہٹا دینا، کسی ضعیف یا بچے کو سڑک پار کرا دینا، کسی سے ہمدردی کے دو بول بول دینا کسی کی کوئی تکلیف یا کوئی غم دور کر دینا یا کسی کو ایک اچھی بات بتا دینا یہ سب اعمال صالح ہیں۔ انسان کئی بار فضول خرچی کرتا ہے جو ویسے بھی اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے۔ اگر ایسے خرچ بچا کر کسی بیمار کی مدد کر دی جائے یا کسی کے روزگار کا بندوبست کر دیا جائے یا کسی طالب علم کی فیس دے دی جائے تو یہ سب اعمالِ صالح ہیں۔

دلجوئی: ذرا سوچئے! خدانخواستہ آپ سفر کے دوران کسی حادثہ کا شکار ہو جاتے ہیں اور ایک انجان شخص آپ کو ہسپتال لے جاتا ہے، ضروری طبی مدد کے بعد آپ کے گھر چھوڑ آتا ہے تو کیا آپ اس کو عمر بھر دعائیں نہ دیں گے؟ یورپ میں دیکھا گیا ہے کہ کچھ لوگ چھٹی کے دن کسی ہسپتال میں چلے جاتے ہیں اور ان مریضوں کی بیمار پرسی کرتے ہیں جن کو وہ پہلے سے نہیں جانتے۔ کئی بار ان کے لیے پھول لے جاتے ہیں اور کبھی کبھی اپنی گاڑی میں بٹھا کر باہر سیر کے لیے بھی لے جاتے ہیں۔

دیانت: ہر کام میں دیانت اور حق دار کو حق دینے سے نہ صرف عدل کے تقاضے پورے ہوتے ہیں بلکہ اس سے ملک و قوم کی ترقی بھی ہوتی ہے۔

وعدہ: وعدہ پورا کرنا اور وقت کی پابندی لوگوں کو اذیت سے بچاتے ہیں۔

نظم وضبط: اللہ تعالیٰ کو نظم وضبط بہت پسند ہے۔ اس کے اظہار کی ایک شکل صف بندی یعنی قطار لگانا ہے۔ وہ صف بندی کرنے والوں کی قسم کھاتا ہے۔ قرآن مجید میں جگہ جگہ صف بندی کا ذکر ہے (241)۔ اگر دوسرے جانداروں کو دیکھیں تو کئی پرندے، درندے اور حشرات الارض صف بندی کرتے ہیں، مثلاً کونجیں اکٹھی اُڑتے وقت اور چیونٹیاں چلتے وقت قطار بندی کرتی ہیں۔ لہٰذا

Marfat.com

انسان کو بھی چاہئے کہ زندگی کے ہر قدم پر نظم وضبط کا مظاہرہ کرے۔ راستوں پر چلتے وقت، مساجد اور دوسرے پبلک اور خرید وفروخت کے مقامات میں داخل ہوتے، کھڑے ہوتے اور نکلتے وقت، پبلک ٹرانسپورٹ پر چڑھتے وقت گویا کسی بھی مقام پر جہاں دو سے زیادہ لوگ ہوں قطار باندھنا، لوگوں کے معاملات ترتیب سے طے پانا، نظم وضبط کی مثالیں اور نیکی کے کام ہیں۔

بچت: ایک اچھا شہری بننا، جس سے دوسرے لوگوں کی حق تلفی نہ ہو یا ان کی کوئی تکلیف رفع ہو، عمل صالح ہے۔ اگر گھر، دفتر، دکان یا فیکٹری کے زائد بلب، پنکھے یا دوسرے آلات بند کر دیئے جائیں تو کسی کے اندھیرے روشن ہو سکتے ہیں۔ پانی کا ضیاع کسی دوسرے کی پیاس بجھا سکتا ہے۔

ماحول: اللہ تعالیٰ نے انسان کو پاکیزہ، صاف ستھرا اور خوبصورت ماحول دیا ہے؛ مثلاً پودوں اور درختوں پر رنگ برنگے پھول، لہلہاتے سبزہ زار، عظیم الشان پہاڑ، شفاف نظارے، گھنے جنگل اور صاف ستھری تازہ اور صحت مند ہوا۔ لہٰذا انہیں گندگی اور ہر قسم کی آلودگیوں سے پاک رکھنا بھی نیکی کے کام ہیں۔ ان گندگیوں میں کوڑا کرکٹ، گرد وغبار، پلاسٹک کے لفافے، گاڑیوں اور فیکٹریوں کے دھوئیں وغیرہ سب شامل ہیں۔

قانون: شہری قوانین انسان کی بہتری کے لیے ہوتے ہیں ان کی حفاظت انسان کی بقاء کی ضامن ہوتی ہے؛ مثلاً ٹریفک کے قانون کی پاسداری اپنی اور دوسروں کی جان بچا سکتی ہے۔

ایجادات: ایک شخص اگر دن رات محنت کر کے انسانیت کی بہتری کے لیے کوئی نئی چیز ایجاد کرتا ہے تو یہ بہت بڑا نیکی کا کام ہے، ایسا کام صدقہ جاریہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ آج ہماری زندگی ایسی ہی چیزوں کی وجہ سے بہت آسان ہوگئی ہے۔

ایسے بے شمار چھوٹے بڑے کام ہیں جو انسانی جان کی حفاظت اور بقاء کے لیے بہت اہم ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کے نزدیک نیک اعمال کی بہت قدر ہے۔

Marfat.com

باب ششم

اعمالِ صالح اور امن

وَا عْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعاً وَّ لَا تَفَرَّقُوْا۔(242)

(''اللہ تعالیٰ کی رسی کو سب مل کر مضبوط تھام لو اور تفرقہ نہ کرو)

قرآن وسنت سے رہنمائی:

دین کے بنیادی ارکان کے مقاصد اور روح کو سمجھ کر ادائیگی امن کا راستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ انسان کا خالق ہے اور وہی اس کی فطرت کو اچھی طرح جانتا ہے۔ انسان کے اندر نیکی رکھی گئی ہے اور برائی کی خصلت بھی پائی جاتی ہے جس کی بنا پر وہ فتنہ، فساد اور بدامنی پھیلاتا ہے۔ لہٰذا اس سلسلے میں بھی اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی رہنمائی کے لیے خاص طور پر احکام صادر فرماتا ہے۔

احکامِ ربانی:

☆ ''اللہ تعالیٰ کی رسی کو سب مل کر مضبوط تھام لو اور تفرقہ نہ کرو اور اللہ کی نعمت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی اور اس کے فضل سے تم آپس میں بھائی بھائی ہو گئے۔ تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے تو اس نے تمہیں اس سے بچالیا'' (242)۔

☆ ''تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے اپنے پاس روشن دلیلیں آنے کے بعد تفرقہ ڈالا اور اختلاف کیا، ان لوگوں کے لیے بڑا عذاب ہے'' (243)۔

☆ ''مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں تو تم اپنے دو بھائیوں میں صلح کرادو اور اللہ سے ڈرو کہ تم پر رحمت ہو'' (244)۔

Marfat.com

رحمۃ للعالمین ﷺ سے رہنمائی:

آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ امن عالم اور سلامتی کے لیے مشعل راہ ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو مخاطب کر کے فرماتا ہے "وَ مَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ یعنی ہم نے آپ ﷺ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ یہ امن عالم کے لیے اتنی بڑی خوشخبری ہے جو آپ ﷺ کے لئے مخصوص ہے۔ آپ ﷺ صرف مسلمانوں کے لیے ہی نہیں بلکہ تمام جہانوں کے لیے رحمت اور سلامتی بن کر مبعوث ہوئے۔ رحمت کے حوالے سے آپ ﷺ سب انسانوں سے محبت کے جذبہ کے تحت کفارِ مکہ کو دعوتِ اسلام دیتے ہوئے فرماتے کہ " آؤ! تمہیں دوزخ کے عذاب سے بچاؤں"۔ لہٰذا اسلام کی طرف دعوت کا مقصد لوگوں کو عذاب سے بچانا تھا۔ اس دعوت کے بدلے آپ ﷺ نے ہر قسم کی ترغیبات، جن میں مکہ کی حکمرانی اور بے شمار دولت تھی ٹھکرا دیں۔ مدینہ منورہ پہنچ کر بھی آپ ﷺ نے ایسے ہی الفاظ میں انصار مدینہ کو دعوت دی۔ عذاب سے بچانے سے آپ ﷺ کے پیش نظر انسانیت کی ہمدردی تھی۔

پس جب رسول اللہ ﷺ تمام عالمین کے لیے رحمت ہیں تو ایک مسلمان، جو آپ ﷺ کا صحیح پیروکار ہوگا، وہ کیسے کسی کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اُسے بھی سب کے لیے رحمت محبت اور ہمدردی کا پیغام ہونا چاہیے۔

آپ ﷺ نے بلا تفریق سب انسانوں میں باہم محبت، اتحاد اور رواداری کی ایسی ایسی مثالیں قائم فرمائیں جن کی نظیر نہیں ملتی۔ لہٰذا ان کا ذکر دہرایا جاتا ہے۔

میثاق مدینہ: جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے آپ ﷺ نے مدینہ پہنچ کر سب مذاہب کے ماننے والوں کو، رنگ و نسل اور مذہب و قبیلہ کے امتیاز سے بالاتر ہو کر، ایک معاہدے کے تحت متحد کیا جسے میثاقِ مدینہ کہتے ہیں۔ اس کے تحت مدینہ کے بسنے والوں کو جو مختلف گروہوں میں بٹے ہوئے تھے، ان کے حقوق و فرائض کو متعین کیا اور مشترکہ دفاع کے ساتھ انہیں معاشرتی اور سیاسی

Marfat.com

طور پر منظم کیا۔اس سے ان کی صدیوں کی باہم نفرتیں، انتشار اور لڑائیاں ختم ہوئیں اور مذہبی رواداری اور امن کی ایک بہترین مثال قائم ہوئی جو انسانی تاریخ میں اتحاد اور امن کا پہلا تحریری دستور ہے۔

فتح مکہ: آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ، رواداری، حسن سلوک، اور عفو ودرگزر کی مثالوں سے بھر پور ہے۔اس کی ایک بہت بڑی مثال فتح مکہ ہے، وہ مکہ جس میں مشرکین تیرہ سال تک آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہؓ پر بے شمار ظلم وستم ڈھاتے رہے۔حتٰی کہ مدینہ میں بھی پیچھا نہ چھوڑا۔ آپ ﷺ سے کئی لڑائیاں لڑیں اور آپ ﷺ کا تعاقب کرتے رہے۔ان غزوات میں نہ صرف آپ ﷺ کے بہت سے عزیز ترین ساتھیوں کو شہید کیا بلکہ آپ ﷺ کے جسم مبارک پر بھی زخم لگائے۔ اسلام پھیلنے کے بعد جب آپ ﷺ اپنے صحابہ کے ہمراہ مکہ پہنچے تو مشرکین مکہ نے آپ کی جماعت کے آگے بغیر لڑائی کے ہتھیار ڈال دیئے۔اس طرح مکہ فتح ہوا۔آپ ﷺ کے لیے انتقام لینے کا یہ بہترین موقع تھا لیکن آپ ﷺ نے یہ کہہ کر سب کو چھوڑ دیا کہ "آج کے دن تم پر کوئی گناہ نہیں، جاؤ تم آزاد ہو"۔ یہی نہیں بلکہ مذہبی رواداری کا ایک مثالی اعلان کر کے ایسی ہدایات جاری فرمائیں جس سے سب کو، جو مقابلہ نہ کریں، امن حاصل ہوا۔

خطبہ حجۃ الوداع: آپ ﷺ نے انسانوں میں باہم محبت اور رواداری کا ایک اور عظیم سبق دیتے ہوئے اپنے خطبہ حجۃ الوداع میں، فرمایا کہ "سب ایک ہی باپ کی اولاد ہیں۔کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر، کسی گورے کو کالے پر اور کسی کالے کو گورے پر فضیلت حاصل نہیں۔ اللہ کے نزدیک بزرگی والا وہ ہے جو متقی ہے"۔اس طرح آپ ﷺ نے سب جاہلانہ روایتیں، جو نسب ،وطن، رنگ یا زبان کی بنیاد پر قائم تھیں، توڑ کر سب کو متحد کیا

فرمان نبوی ﷺ: انسانی اخوت اور امن سے متعلق آپ ﷺ کے بہت سے ارشادات ہیں؛ مثلاً: "اے اللہ کے بندو! بھائی بھائی ہو جاؤ"۔ "اللہ مدد میں رہتا ہے جب تک بندہ کسی بندے کی مدد میں رہتا ہے"۔ "پکا مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور جس کے ہاتھ سے

Marfat.com

مسلمان ایذا نہ پائیں"۔

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے احکامات سے صاف ظاہر ہے کہ اسلام عین سلامتی اور امن کا دین ہے اور ایک صحیح مسلمان ایک دوسرے کی جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کا ضامن ہوتا ہے۔ لہٰذا اسلام نہ صرف اسلامی معاشرہ میں بلکہ پوری دنیا میں امن کا پیغام ہے۔ لہٰذا آج کی ضرورت یہ ہے کہ ہم مسلمان اپنا قبلہ درست کرتے ہوئے آپس میں اتحاد، سلامتی اور امن کے لیے فوری اور مؤثر اقدام اٹھائیں اور ملک و قوم کو ترقی کی راہ پر گامزن ہو کر اس دنیا کو جنت کا نمونہ بنائیں۔

3 ۔ امن ایک فطری تقاضا

نیابتِ الٰہی کی ذمہ داریوں سے عہدا برآ ہونے کے لئے بنیادی فرائض: ایمان اور اعمالِ صالح کا حاصل امن ہے۔ اس کے علاوہ امن کی خواہش کئی طرح سے انسانی فطرت کے قریب تر ہے۔ ایک یہ کہ انسان کے اندر اللہ تعالیٰ کی روح کے حوالے سے سب لوگ آپس میں منسلک ہیں۔ دوسرا نسلی اعتبار سے بھی سب لوگ ایک ماں باپ، حضرت آدمؑ اور حواؑ، کی اولاد ہونے کی وجہ سے ایک ہی خونی رشتہ سے وابستہ ہیں۔ لہٰذا باہم امن سے رہنا ان کی فطرت قرار پاتا ہے۔ تیسرا یہ کہ انسان کا لفظ قرآن مجید میں بندے کے لیے کئی بار استعمال ہوا ہے۔ اس کا ماخذ 'انس' ہے۔ اس حوالے سے بھی انسان ایک دوسرے سے "انس" یعنی محبت رکھنے والا فرد ہے۔ انسان امن کا خواہش مند اس لیے بھی ہے کیونکہ معاشرے میں دوسروں کے ساتھ رہنا پسند کرتا ہے۔ لہٰذا ان سب حوالوں سے امن کا حصول انسان کا فطری تقاضا ہے۔

Marfat.com

4۔ امن کے حوالے سے اعمال صالح:

امن کے حوالے سے چند ایک نیک کاموں کی خاص طور پر نشاندہی کی جاتی ہے: مثلاً

1۔ جتنے ادیان اللہ تعالیٰ کی طرف سے پچھلے وقتوں میں آئے وہ بھی اسلام تھے۔ اس لیے ان کا احترام کرنا اور مذہب یا عقیدہ کی بنیاد پر کسی شخص کو بُرا نہ کہنا نیکی ہے۔ کون جانتا ہے کہ کب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر لے۔

2۔ مساجد کو، جن کا مختلف فرقوں کی بناء پر تشخص کیا جاتا ہے، صرف اور صرف اللہ کا گھر اور کسی ایک مسلک کی بجائے تعمیر اخلاق کے فروغ کی جگہ بنانا۔

3۔ دینی مدارس میں بھی صرف قرآن وسنت کی تعلیم اور اخلاق کی تکمیل کے لیے کوشش کرنا اور کسی فرقہ کی بناء پر انتشار اور تفرقہ سے اجتناب کرنا۔

5۔ دینی مسائل میں اختلافات سے متعلق افہام وتفہیم اور رواداری کے جذبہ کے تحت ایک دوسرے کے نقطہ نظر کو سمجھنے کے لیے تبادلہ خیال میں حجاب محسوس نہ کرنا اور فروعات کی بناء پر کسی سے جھگڑنے یا رنجش رکھنے سے پرہیز کرنا۔

6۔ ایک سچا مسلمان ہونے کے ناتے دین اسلام کے بنیادی ارکان کے مقاصد اور روح کو سمجھ کر پورا کرنے کی کوشش کرنا۔ خاص طور پر نماز کے معنی، مقاصد اور روح کو سمجھنا اور دوسروں کو سمجھنے میں مدد دینا۔

7۔ بنیادی نیکیاں جو فطرت کو پسند ہیں یعنی معروفاتِ فطرت مثلاً سچائی، دیانت، ایفائے عہد، خوش خلقی، عدل وانصاف اور محنت وغیرہ کو اپنانا اور منکراتِ فطرت سے بچنے کی خود کوشش کرنا اور اس کے لئے دوسروں کی مدد کرنا۔

Marfat.com

حصہ دوم

اسلام میں جہاد کا تصور

وقتِ فرصت ہے کہاں ، کام ابھی باقی ہے
نورِ توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

مسلم خوابیدہ اٹھ ، ہنگامہ آرا تو بھی ہے
وہ چمک اٹھا افق ، گرمِ تقاضا تو بھی ہے

Marfat.com

باب اول

اسلام میں جہاد کا تصور

1- جہاد کا مفہوم

آج کل دنیا میں بالعموم اور عالم اسلام میں خاص طور پر جہاد کے تصور کی صحیح ترجمانی نہیں ہو رہی۔ جہاد کے لفظی معنی جدو جہد یا انتہائی کوشش کے ہیں اور اسلام میں جہاد اُس اصول کی ترجمانی کرتا ہے جس کا مقصد انسانی سلامتی، ترقی اور بقاء کے لیے کوشش، برائی، فتنہ، فساد اور ظلم کا خاتمہ اور اللہ تعالیٰ کے قرب کا حصول ہے۔ یہ ہر قسم کی اس جسمانی، ذہنی، قلبی، روحانی یا اخلاقی کوشش کا نام ہے جو خالص اللہ کے لیے کی جائے۔ اس کے لیے جان اور مال دونوں کے ساتھ جدو جہد کی ترغیب بھی ہے اور حکم بھی (245)۔ درحقیقت یہ اپنی جسمانی، اور مالی قوتیں جو اللہ تعالیٰ نے عطا کی ہیں ان کو اللہ کی راہ میں بلا دریغ صَرف کرنے اور اگر میدان جنگ میں لڑنا پڑے تو اپنی جان تک کی قربانی دینے سے بھی گریز نہ کرنے کا نام ہے۔

جہاد، اسلام کا ایک اہم رکن ہے۔ اس کا تصور کوئی نیا نہیں بلکہ اس کا حکم توریت اور انجیل میں بھی تھا اور بہت سے دوسرے پیغمبروں کو بھی دیا گیا تھا (246)۔ ہندوؤں کی مذہبی کتاب بھگوت گیتا میں بھی حق کی بالادستی کے لیے جنگ کرنے کا حکم ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ پر ایمان، اس کی راہ میں ہجرت کرنے اور جہاد کرنے والوں کے بارے میں ذکر کئی بار آیا ہے کہ وہ اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں، اللہ کے ہاں ان کا بڑا درجہ ہے اور وہی مراد کو پہنچتے ہیں (247)۔

Marfat.com

قران مجید کے مطابق جہاد کی شکلیں

1۔ جہاد با العلم والقلم(248)۔

2۔ نفس کی برائی کے خلاف اور اللہ کے قرب کے لیے جہاد(249)۔

3۔ فتنہ، فساد اور ظلم کے تدارک سے امن اور آزادی کی حفاظت کے لیے قتال یعنی جنگ کے ذریعہ جہاد(250)۔

4۔ جہاد با المال(251)۔

اللہ تعالیٰ جہاد کرنے والوں کو فتح و نصرت اور دنیاوی انعامات کی خوشخبری دیتا ہے(252)۔ لہٰذا جہاد، تحصیل علم کے لیے ہو، نفس کی برائی کے خلاف ہو، فتنہ وفساد اور ظلم کے تدارک کے لیے ہو یا امن اور آزادی کی حفاظت کے لیے، یہ خوشخبری سب کے لئے ہے۔ پس جہاد ایک جامع تصور ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

☆ کیا ان لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ بس اتنا کہنے پر چھوڑ دیے جائیں کہ ایمان لے آئے اور ان کو آزمایا نہ جائے گا'' (253)۔

چنانچہ جہاد مومن کی پرکھ ہے۔ جہاد کی درج بالا شکلوں میں قتال فرضِ کفایہ ہے اور دوسرے فرضِ عین کی حیثیت کے حامل ہیں۔

2۔ جہاد اکبر

اللہ تعالیٰ قرآن مجید کے ذریعہ یعنی جہاد با العلم والقلم کو جہاد اکبر قرار دیتا ہے۔ رسول

Marfat.com

اللہ ﷺ نے نفس کے خلاف جہاد کو جہاد اکبر اور قتال کو جہاد اصغر فرمایا۔

لہٰذا آج مسلمانوں کے لیے جس جہاد کی سب سے پہلے اور اہم ضرورت ہے وہ جہادِ اکبر ہیں تا کہ وہ ایک باشعور اور باکردار امت بن کر امن اور آزادی کی حفاظت اور فتنہ وفساد اور ظلم کے تدارک کے قابل ہوسکیں۔ یہ جہاد انفرادی طور پر کیے جاسکتے ہیں اور اجتماعی طور پر بھی کرنا ضروری ہیں۔ کردار کے حوالے سے ہر شخص کا اپنی اپنی ذمہ داریاں پورا کرنے کے لیے مطمح نظر سچائی، دیانت اور محنت شاقہ اور ہر کام میں اونچا معیار ہونا ناگزیر ہے۔ اس کے ساتھ جب تک کسی قوم میں اتحاد نہ ہو اور ہر شخص اپنے ہر فعل اور زندگی کے ہر پہلو میں نظم وضبط کا مظاہرہ نہ کرے، اس وقت تک وہ ایک مضبوط قوم کے طور پر نہیں ابھر سکتی۔

جہاں تک جنگ کے ذریعہ جہاد کا تعلق ہے یہ بھی آزادی کی حفاظت کے لیے ایک فرض کی حیثیت کا حامل ہے۔ دنیا میں کوئی ملک ایسا نہیں جو اپنی حفاظت کے لیے ہر طرح سے ہتھیاروں سے لیس ہو کر تیاری نہ کرتا ہو۔ بہرحال اسلامی تصور کے مطابق جنگ کے ذریعہ جہاد کا فیصلہ صرف اور صرف ریاستی حکمتِ عملی کے تحت ملک کی قیادت کرتی ہے۔

3 ۔ جہاد سے متعلق متفرق ارشاداتِ رسول اللہ ﷺ

☆ ایک صحابی یمن سے چل کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور لڑائی کے لیے جہاد میں شرکت کی اجازت مانگی۔ حضور ﷺ نے ان سے دریافت کیا کہ ”کیا تمہارے ماں باپ ہیں؟ انہوں نے عرض کی۔ جی ہاں۔ فرمایا ”تو ان ہی کی خدمت میں جہاد کرو“۔(254)۔

☆ ایک مرتبہ کچھ عورتوں نے رسول اللہ ﷺ سے آکر عرض کیا کہ انہیں

Marfat.com

غزوات کے جہاد میں شرکت کی اجازت دی جائے تو آپ ﷺ نے فرمایا ''تمہارا جہاد نیک حج ہے'' (83)۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ

☆ ''ایک بڑا جہاد کسی ظالم قوت کے سامنے انصاف کی بات کہہ دینا ہے'' (171)۔اس طرح انصاف کی راہ سے پتھر چننا بھی جہاد ہے۔

☆ ایک حدیث مبارکہ کے مطابق اپنی ذات، اپنے خاندان یا اپنی جائیداد کی حفاظت میں اگر کوئی شخص مارا جائے تو وہ شہید ہے۔گویا یہ بھی جہاد کی ایک قسم ہے۔

4۔ جہاد ایک دائمی عمل

اوپر بیان کی گئی جہاد کی مختلف صورتوں سے ظاہر ہے کہ یہ ایک دائمی عمل ہے۔حق کی نصرت کے لیے ہو، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے لئے ہو یا انسانی ہمدردی کے تحت کسی کی مدد کے لیے، غرضیکہ جہاد اللہ کی راہ میں کسی بھی نیک کام میں ہمہ تن مصروف رہنے سے کیا جاسکتا ہے۔اگر ایک شخص رزق حلال کے لیے دیانت داری سے محنت کرتا ہے یا ملک وقوم کی ترقی کے لیے اپنی ذمہ داریاں دیانت داری سے نبھاتا ہے یا انسانیت کی بہتری کے لیے کسی بھی کام کرنے میں اپنی جان کی بازی لگادیتا ہے جس کا بڑا مقصد رضائے الٰہی ہے، تو وہ بھی جہاد کرتا ہے۔

جہاد اور حیات جاوداں:

جہاد سے بندہ ہمیشہ کی زندگی پاتا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

☆ ''جو اللہ کی راہ میں مارے گئے انہیں مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں، انہیں اپنے رب کے ہاں رزق دیا جاتا ہے لیکن تمہیں شعور نہیں'' (255)۔

Marfat.com

باب دوم

نفس کے خلاف جہاد

مَنْ جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ (256)

(جو جہاد کرتے ہیں وہ اپنے نفس کے لیے کرتے ہیں)

1 ۔ تزکیہ

رسول اللہ ﷺ نے نفس کے خلاف جہاد کو جہاد اکبر کا نام دیا کیونکہ نفس انسانی بہت سی معاشرتی اور سماجی بیماریوں کا منبع ہے۔ ایسی بیماریاں، جو انسان کی ذات اور معاشرے میں زہر قاتل ہیں، نفس میں ہی پیدا ہوتی اور پنپتی ہیں۔ ان میں جھوٹ، بددیانتی، بے ایمانی، وعدہ خلافی، بداخلاقی، فتنہ وفساد، حرص، طمع، لالچ، حسد، کینہ، بغض، غیبت، نفرت،، بیوفائی، بدنیتی، بدطینتی، بدنظر، بے حیائی، ناپاک خواہشات اور اس قسم کے دوسری منکراتِ فطرت شامل ہیں۔ یہ بیماریاں نہ صرف انسان کے نفس کو پراگندہ کرتی ہیں بلکہ معاشرے میں بدامنی کا موجب بھی بنتی ہیں۔ اس لیے نفس کو ان سے پاک کرنے کے لیے جہاد کرنا اشد ضروری ہے۔ یہی سب سے مشکل جہاد ہے۔ ان بیماریوں سے نجات حاصل کر کے بندہ ایک طرف معاشرے میں سلامتی اور سکون کا موجب بنتا ہے اور دوسری طرف اپنے باطن کو پاک کرتا یعنی اس کا تزکیہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے قرب کے حصول کے لیے بنیادی شرط ہے۔

اس کی مثال ایسے ہے جیسے زمیں میں فصل کے لیے بیج ڈالنے سے پہلے اس کو جڑی بوٹیوں سے پاک کیا جاتا ہے تاکہ بیج کی صحیح نشوونما ہو سکے اور فصل اپنا پھل دے سکے۔ اسی طرح انسان بھی پہلے اپنے افکار و اعمال کو پاک کرتا ہے تاکہ ایمان کا بیج اس میں نشوونما پائے اور اس کا پھل

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کی معرفت کی شکل میں نصیب ہو۔

نفس کے خلاف جہاد کا دائرہ کار سب سے پہلے اپنی ذات سے شروع ہوتا ہے۔ پھر پھیلتا ہوا اپنے گھر والوں کو اور اس کے بعد کام کرنے کی جگہ پر لوگوں کو، پھر محلّہ، گاؤں، شہر اور اس طرح پورے ملک کو اپنے گھیرے میں لے سکتا ہے۔ آپ ﷺ باوجود کفار مکہ کے ظلم و ستم کے، تیرہ سال کے طویل عرصہ تک صحابہ کرامؓ کو نفس کے خلاف جہاد کی تربیت فرماتے رہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا

☆ ''والمجاھد نفسه فی طاعة الله''۔

مجاہد وہ ہے جو اللہ کی اطاعت میں اپنے نفس کو مصروف جہد رکھے(258)۔

تقوٰی: قربِ الٰہی کے لئے تزکیہ کے ساتھ تقوٰی کا اختیار کرنا، اللہ تعالیٰ پر توکل اور اس کی عنایات کا شکر ضروری شرائط ہیں۔ تقوٰی کے بارے میں پہلے تفصیل سے بیان کیا جا چکا ہے۔ اس کی اہمیت اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ظاہر ہے کہ قرآن مجید سے ''ہدایت ان لوگوں کے لیے ہے جو متقی ہیں''۔ پھر عبادات، نماز، روزہ، قربانی کا مقصد بھی تقوٰی کا حصول قرار پاتا ہے۔ یہ اسی وقت ممکن ہے جب عبادات کی ادائیگی سے ان کے مقاصد اور روح کی تکمیل ہو۔ اس کے لیے استقلال اور ثابت قدمی سے محنت اور اللہ تعالیٰ کی مدد پر بھروسا یعنی توکل شامل ہیں اور اس کی عطا کردہ نعمتوں کا شکر ادا کرنا ہے۔

توکل: توکل کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں تمام جائز وسائل کا استعمال کرتے ہوئے جان توڑ محنت کی جائے اور نتائج اللہ پر چھوڑ دیئے جائیں۔ جو نتیجہ برآمد ہو اس پر راضی ہو کہ جو بھی ہوا اس میں ضرور کچھ اللہ تعالیٰ کی مصلحت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب تم پکا ارادہ کرلو یعنی کام کے لیے جدوجہد کرو پھر خدا پر بھروسا کرو۔ بیشک اللہ توکل کرنے والوں سے پیار کرتا ہے(257)۔

Marfat.com

شکر: اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کی کوئی حد نہیں۔ ہر حال میں اللہ سے راضی رہنا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اس کے لیے نوافل کی ادائیگی یعنی نیکی کے کام اور اس کی عطا کردہ نعمتیں کو دوسروں میں بھی تقسیم کرنا شکر کی ادائیگی کے طریقے ہیں۔

پس قرب الٰہی کے حصول کے لیے، نفس کے خلاف جہاد کے ساتھ تقویٰ، توکل اور شکر بنیادی ضرورت ہیں۔

2۔ آگہی سے قرب الٰہی

آگہی سے قربِ الٰہی کا حصول انسانی زندگی کی معراج ہے۔ پس اس کی بنیادی شرط تزکیہ نفس ہے جس سے انسان کے جسم، خیالات اور اعمال کی تطہیر کے ساتھ نیکی انسان کی فطرت قرار پاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ شہ رگ سے زیادہ قریب ہے اور دلوں کے وسوسوں سے بھی واقف ہے۔ اس حقیقت کے شعوری ادراک کے لئے ہر گونہ جدوجہد کرنے والوں کی اللہ تعالیٰ خود رہنمائی فرما کر اپنی طرف آنے کا راستہ دکھاتا ہے۔ پس زندگی کے مقصد کی تکمیل کا راستہ اپنے اندر اللہ تعالیٰ کی پہچان کے لیے جہاد ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

☆ ”جو ہم میں جہاد یعنی جدوجہد کرتے ہیں ہم انہیں ضرور اپنا راستہ دکھا دیتے ہیں“ (259)۔

چونکہ ہم اللہ کے لیے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے لہٰذا اس سے ملنے سے پہلے اس کی شناسائی کے لیے جہاد ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی آیات کھول کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ تم اپنے پروردگار کے روبرو جانے کا یقین کرلو۔ اور یہ کہ ”سب قیامت کے روز اکیلے اکیلے اس کے حضور حاضر ہوں گے“ (260)۔

Marfat.com

پس اس حاضری کے لیے تیاری یعنی قرب حاصل کرنے کا راستہ تزکیہ نفس کے ساتھ، اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت ہے جس میں ایمان اور اعمال صالح کی حیثیت بنیادی ہے اور مکارم اخلاق، حقوق العباد اور ذکر الٰہی کے لیے قیام اللیل اور ترتیل قرآن خصوصیت کے حامل ہیں۔ اس سے متعلق اللہ تعالیٰ یہ بھی وضاحت فرماتا ہے کہ ''تمہارا مال اور اولاد ایسی چیز نہیں کہ ہمارا مقرب بنا دے۔ ہاں! ہمارا مقرب وہ ہے جو ایمان لایا اور نیک کام کرتا رہا'' (13)۔ گویا یہ سیدھا راستہ ہے جس کے لیے نماز میں اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی جاتی ہے کہ اے رب العلمین ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔ ہمیں سیدھے راستے پر چلا۔ اُن لوگوں کے راستے پر جن پر تو نے انعام کیا یعنی جو نبی، صدیق، شہداء اور صالحین کا راستہ ہے (261) اس راستے کی منزل ذات باری تعالیٰ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

☆ ''یہ سیدھا راستہ میری طرف آتا ہے'' (262)۔ اور فرماتا ہے کہ

☆ ''یہ راستہ قرآن ہے جو نصیحت ہے۔ سو جو چاہے اپنے پروردگار تک پہنچنے کا راستہ اختیار کرے'' (263)۔

قرآن مجید سے رہنمائی: قرآن مجید ذات باری تعالیٰ کا ترشح ہے جو حکمت سے بھرا ہوا زندگی کے ہر پہلو کے لئے رہنمائی کرتا ہے۔ یہ دلوں کی بیماریوں کی شفا اور مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔ اس لیے اس کا پڑھنا، سمجھنا اور عمل اس زندگی اور آنے والی زندگی دونوں میں کامیابی اور ذات باری تعالیٰ میں استغراق کا موجب بنتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کو ٹھہر ٹھہر کر اور سمجھ کر پڑھنے اور غور و فکر کرنے والوں کے لیے اس میں نشانیاں ہیں (264)۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کا قرب اس چیز سے بڑھ کر کسی اور چیز سے حاصل نہیں کر سکتے جو خود اللہ تعالیٰ سے نکلی ہے یعنی قرآن مجید۔ گویا قرآن کا پڑھنا، سمجھنا اور اس میں غور و فکر سے اس کی حکمت کا پانا اور اس پر عمل کرنے سے ہی سیدھا راستہ ملتا ہے۔

Marfat.com

بر خود قرآن اگر خواہی ثبات
در ضمیر دیده ام آب حیات
(قرآن مجید سے فائدہ اٹھائیں میں نے اس میں آب حیات دیکھا ہے)

الحاقِ طیبہ: قرآن کی سورہ نور میں اللہ تعالیٰ سے اس فطری تعلق کو، جو انسان کے اندر اس کی روح کے حوالے سے ہے، قائم کرنے کے لئے رہنمائی ان الفاظ میں کی گئی ہے:

''اللہ زمین اور آسمانوں کا نور ہے اور اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق ہو اور اس میں ایک چراغ ہو اور وہ چراغ ایک فانوس میں ہو۔ وہ فانوس گویا ایک موتی سا چمکتا ہوا ستارہ ہے۔ وہ چراغ ایک ایسے مبارک درخت زیتون کے تیل سے روشن ہوتا ہے جو نہ مغرب میں ہے نہ مشرق میں۔ اور اس کا تیل بغیر آگ چھوئے جلنے کو تیار ہے اور پھر نورٌ اعلیٰ نور ہے۔ اللہ اپنے نور کی طرف جسے چاہتا ہے رہنمائی کرتا ہے اللہ لوگوں کے لیے مثالیں بیان فرماتا ہے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے'' (266)۔

اس آیت مبارکہ کی کئی طرح سے شرح بیان کی گئی ہے۔ بعض مفسرین نے نور سے مراد قرآن مجید لیا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، جس کی شرح اپنی تصنیف ''کشفِ نور'' میں حضرت خلیفہ محمد سعیدؒ نے بھی فرمائی ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ حضرت محمد ﷺ کی مثال بیان فرماتا ہے۔ طاق سے مراد رسول اکرم ﷺ کا سینہ مبارک ہے اور فانوس ان کا قلبِ اطہر ہے اور چراغ وہ نور الٰہیٰ ہے جو رسول پاک ﷺ کے روح عنصری میں غیر شرقی اور غیر غربی ہو کر چمکنے لگا اور اس طرح نور کا منبع قرار پایا۔ لہٰذا جنھوں نے فیض حاصل کرنے کے لیے آپ ﷺ سے تعلق استوار کیا تو اُس نور الٰہی سے، جو آپ ﷺ کے سینہ مبارک میں موجزن ہے، اُن ارواح کو روشن

Marfat.com

فرمادیا۔ پس اس الحاق طیبہ کے ساتھ ذکرِ الٰہی کشفِ نور کا ذریعہ ہے۔

رسول پاک ﷺ نے فرمایا: ''عمدگی ہے اس شخص کو جس نے مجھے دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا اور عمدگی ہے اس شخص کو جس نے میرے دیکھنے والے کو دیکھا'' یعنی شمع اول سے اگر صدہا چراغ روشن کیے جائیں تو آخری چراغ کی روشنی سے نور گر ہونا شمع اول سے نور یابی کے قائم مقام ہے۔ گویا یہ ایسا اہتمام ہے جو بعثتِ مصطفوی کے مقصود کو ہر عہد میں پورا کرتا ہے (267)۔

جب بندہ اللہ تعالیٰ سے تعلق استوار کر لیتا ہے تو اس کے نفس میں نورِ حق منکشف ہو جاتا اور وہ اس نورانی جنسیت کی وجہ سے تمام منکرات یعنی برائیوں سے بچ جاتا ہے۔ یوں معروفاتِ فطرت یعنی اخلاقِ فاضلہ اور صلاح و فلاح کے حقوق خود بخود اس کی فطرت قرار پاتے ہیں اور اس طرح صراطِ مستقیم یعنی سیدھے راستے کی رکاوٹوں کو دور کرنے کی قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ جب تک بندہ اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم نہیں کرتا اس وقت تک اس عزوجل کا نور اسے منور نہیں کرتا۔

اس کی مثال ایسے بھی دی جا سکتی ہے جیسے بجلی کا بلب جو اگرچہ بجلی کے ماخذ کے ساتھ تاروں سے جڑا ہوتا ہے لیکن اُس وقت تک روشن نہیں ہوتا جب تک بجلی کے ساتھ رابطے کے لیے سوئچ نہ دبایا جائے۔ پس یہ ایک فطری تقاضا ہے کہ نورانی انکشاف کے لیے اس نورِ درخشاں یعنی حضرت محمد ﷺ کے ساتھ الحاق کیا جائے جس طرح صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ سے ملحق ہو کر اپنے نفوس کو روشن کیا۔ ایسے برگزیدہ لوگوں کے لیے روشن ہمیشہ کی زندگی ہے۔

اطمینانِ قلب: اس تعلق کی نسبت جو بندے کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے، اس کی یاد انسانی فطرت کے قریب تر ہے۔ اسی لیے یہ انسان کے لیے حقیقی اطمینان کا باعث ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''وہ ایسے لوگ ہوتے ہیں جو اللہ پر ایمان لائے اور اللہ کے ذکر سے اُن کے دلوں کو اطمینان ملتا ہے اور خوب سمجھ لو کہ اللہ کا ذکر دلوں کو اطمینان بخشتا ہے'' (163)۔ پھر اللہ تعالیٰ ایسے

Marfat.com

مطمئن دل کو براہ راست مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ "اے اطمینان پانے والی روح! اپنے رب کی طرف لوٹ چل، تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔ پس میرے خاص بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنت میں چلی آ" (164)۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے اور جو خیالات اس کے دل میں آتے ہیں وہ بھی ان کو جانتا ہے۔ "اور جب کوئی پکارنے والا اسے پکارتا ہے تو وہ اس کی پکار سنتا ہے"۔ گویا اللہ تعالیٰ کے قرب کے حصول کے لیے اُسے اپنے دل میں ڈھونڈنا ہے۔ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو اپنے دل کی آنکھوں سے دیکھا (268)۔ یہ قربِ الٰہی، ذکرِ الٰہی سے حاصل ہوتا ہے۔

ذکرِ الٰہی اور اسکی نوعیت: چونکہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس کا بندہ اس کی طرف لوٹ آئے اس لیے اس کو اپنی طرف آنے کا راستہ بھی خود بتاتا ہے بالکل ایسے جیسے آدمی کو معافی کے طریقے سکھائے تا کہ اسے بخش سکے۔ اسی طرح اپنی یاد کے طریقے بھی خود ہی سکھاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "پس تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد رکھوں گا" (269)۔ "میری عبادت کرو (یعنی میرے احکام بجا لاؤ) اور میرے ذکر کے واسطے نماز قائم کرو" (56)۔ "اور جب تم نماز ادا کر چکو تو اللہ کی یاد میں مشغول ہو جاؤ کھڑے، بیٹھے اور لیٹے بھی" (270) یعنی کسی حال میں بھی اس کی یاد سے غافل نہ ہو۔ دعا اور سمجھ کر تلاوت قرآن، نماز، ہر لحہ اللہ کی یاد اور مراقبہ، یہ سب ذکرِ الٰہی کی مختلف شکلیں ہیں جن میں بے شمار حکمتیں پوشیدہ ہیں۔

ہر لحہ یادِ الٰہی: ہر لحہ اللہ کی یاد خود بخود اس سے لگاؤ پیدا کرتی ہے۔ انسانی فطرت ہے کہ جب کسی کو خوب یاد کیا جائے تو وقت کے ساتھ ساتھ اس سے اُنس پیدا ہوتا جاتا ہے۔ لہٰذا جب بندہ اللہ کو یاد کرتا رہتا ہے تو اس کی محبت اور عشق اس کے قلب اور روح کو اطمینان بخشتے ہیں اور اس طرح اس کا قرب حاصل ہوتا ہے۔

بہر حال جب بندہ دنیاوی ذمہ داریوں کو پورا کرتے وقت اپنے دماغ، زبان اور جسم کو

Marfat.com

مصروف رکھتا ہے تو ہر لحہ ذکر الٰہی سے قدرتی طور پر قاصر ہوتا ہے لیکن جو کام رزقِ حلال کمانے کے لیے اور اپنی اور اپنے خاندان کی جائز ضروریات کو پورا کرنے اور معاشرے کی بہتری کے لیے کیئے جائیں وہ بھی عبادت ہے۔ ایسے اوقات میں اگر ہر کام اس کے مبارک نام (بسم اللہ) سے شروع کیا جائے اور ہر موقع کے مطابق اسی کے نام کا ذکر کیا جائے، جیسے سبحان اللہ، الحمد للہ، انشاء اللہ، ماشاء اللہ، جزاک اللہ وغیرہ اور کام کے دوران جہاں تک ممکن ہو سکے اس کی یاد دل ودماغ میں چھائی رہے تو یہ سارے لحات اس کی یاد میں شمار ہو جاتے ہیں۔

ذکرِ الٰہی: اللہ تعالیٰ نے ذکر کی ایک اور شکل بیان فرمائی ہے جس سے عرفان الٰہی جلد حاصل ہونے کی امید ہوتی ہے۔ سورہ مزمل میں ارشاد ہے کہ "اپنے رب کے نام کا ذکر کرو سب سے منقطع ہو کر جس طرح منقطع ہونے کا حق ہے" (271)۔ "اپنے رب کو یاد کرو اپنے دل میں عاجزی کے ساتھ اور ڈرتے ہوئے اور دھیمی آواز سے صبح وشام اس کو یاد کرو اور غافلوں میں سے نہ ہو" (272)۔ گویا یہ شور وغل سے دُور خاموشی کے ساتھ ساری دنیا سے کٹ کر اس کی یاد ہے۔ اس میں بھی ایک زبردست حکمت پنہاں ہے۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جب خاموشی اور سکون کی حالت میں انسان کسی ایک نقطہ پر اپنی توجہ مرکوز کرتا ہے تو یکسوئی کی ایسی کیفیت پیدا ہوتی ہے جس سے ہر مسئلے کا حل خود بخود سامنے آ جاتا ہے۔ لہٰذا اگر بندہ دنیا سے کٹ کر اپنے دل کی گہرائیوں سے اللہ کو یاد کرتا ہے اور کوشش کرتا رہتا ہے تو اس کی روح اس عظیم منبع ارواح کے ساتھ رابطہ کے لیے قریب تر ہو جاتی ہے۔

چشم بند وگوش بند ولب بہ بند   گر نہ بینی سرِ حق بر ما بخند

ذہن کی تربیت: در اصل انسان کا ذہن ایسے بے لگام گھوڑے کی مانند ہے جو

Marfat.com

تربیت کے بغیر سواری کے قابل نہیں ہوتا۔لہٰذا ذہن کی تربیت کی ضرورت ہوتی ہے۔اس کے لیے جسم کو مکمل سکون اور آرام کی حالت میں رکھ کر صرف اللہ کے نام پر توجہ مرکوز کر کے اس کی تربیت کی جا سکتی ہے۔اس کے لیے ایک پرسکون جگہ، پاکیزہ ماحول اور مقررہ اوقات پر باقاعدگی سے مشق درکار ہے۔اس طرح بندے کی روح اس فطری تعلق کی طرف مائل ہو جاتی ہے جو اس کا مبداء ارواح کے ساتھ ہے اور اس کا جسم اور ذہن دونوں مل کر اس تعلق کو بے نقاب کرنے میں مدد دیتے ہیں جو انسان کی اپنی بے توجہی سے وقتی طور پر دب گیا ہوتا ہے۔

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغِ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

ذہنی کیفیات: موجودہ تحقیق نے ثابت کیا ہے کہ روشنی کی مختلف قسم کی شعائیں ہوتی ہیں، جیسے الٹرا وائلٹ یعنی بالا بنفشی روشنی جو جراثیم کش ہے یا انفرا ریڈ یعنی زیریں سرخ گرم شعائیں ہوتی ہیں جو کئی بیماریوں کا علاج ہے۔اس طرح آواز کی بھی مختلف قسم کی لہریں ہیں جیسے الٹرا ساؤنڈ یعنی بالا صوتی لہریں جن سے انسانی جسم کے اندر کے اعضا کا معائنہ کیا جا سکتا ہے۔اسی طرح ذہن سے بھی مختلف حالتوں میں مختلف قسم کی لہریں نکلتی ہیں۔دن کے وقت جاگنے کی حالت میں ''بیٹا لہریں'' نکلتی ہیں۔سوتے وقت ڈیلٹا'' لہریں لیکن سونے اور جاگنے کی درمیانی حالت میں ''الفا' اور جب بالکل نیند کے قریب ہو تو '' تھیٹا'' لہریں خارج ہوتی ہیں اور یہ کیفیت انتہائی یکسوئی کی حالت میں بھی پیدا ہوتی ہے۔اس کیفیت میں بندے کا شعور اور تحت الشعور، شعور بالا کے قریب تر ہوتے ہیں اور اس طرح بندہ اپنی روح کے اندر جھانک سکتا ہے۔

خاص اوقات ذکر: ذہن کی کیفیت جس میں الفا اور تھیٹا لہریں نسبتاً آسانی سے پیدا ہوتی ہیں خاص طور پر رات کو اور سحری کے وقت جاگنے کی حالت میں یعنی تہجد کے وقت ہو سکتی

Marfat.com

ہے۔ یہ کیفیت پورے خشوع وخضوع سے ادا کی گئی نماز کے دوران بھی پیدا ہوتی ہے۔ لہٰذا اللہ کی یاد کے لیے ان اوقات کی حکمت واضح ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

☆ ''رات کا کچھ حصہ بیدار ہوا کریں اور تہجد کی نماز پڑھا کریں، یہ شب بیداری آپ کے لیے زائد ہے قریب ہے کہ اللہ آپ کو مقام محمود پر فائز فرمادے''(273)۔

☆ ''تو آپ جب (تہجد کے وقت) اٹھتے ہیں تو اللہ دیکھتا ہے''(274)۔

☆ ''کچھ شک نہیں کہ رات کا اٹھنا دل جمعی کے لیے بہت مناسب ہے اور اس وقت ذکر بھی خوب درست ہوتا ہے''(275)۔

☆ صبح وشام، آفتاب طلوع اور غروب ہونے سے پہلے اور رات کے بعض اوقات بھی اور نماز کے بعد بھی اس کی پاکی بیان کیا کرو۔ ''اور رات کو اور ستاروں کے ڈوبنے کے بعد بھی اس کی پاکی بیان کیا کرو''(276)۔

گویا یہ اوقات ہیں جن میں بندہ ذکر الٰہی کرتے وقت اس کی ذات میں گم ہو جاتا ہے۔

اس طرح جب ذہن اللہ کی یاد سے صرف اس کی ذات پر مرکوز ہو جاتا ہے تو دل میں اُس کی محبت خود بخود جاگزیں ہو جاتی ہے۔ یوں بندہ اپنی ہستی کے احساس سے بالاتر ہو کر اپنے آپ کو حقیقت مطلقہ سے متحد محسوس کرتا ہے۔ اس کا عرفان ایک ملکوتی خاموشی ہے۔ اس میں انسان دنیا کے رنگ وبو اور اپنے حواس سے بھی اوپر اُٹھ جاتا ہے۔ لہٰذا جب اللہ کا نور انسان کے قلب و روح کو نورانی بنا دیتا ہے تو اس کا اپنا وجود فنا ہو کر ہستی اعلیٰ کے وجود میں بقا حاصل کر لیتا ہے۔ یہی ابدی اور لازوال زندگی ہے۔

Marfat.com

خودی سے اس طلسمِ رنگ و بو کو توڑ سکتے ہیں
یہی توحید تھی جس کو نہ تو سمجھا نہ میں سمجھا

اقبالؒ

فوائد ذکر: اللہ کے نام کا ذکر اس کی معرفت کا بہترین ذریعہ ہے۔ اس کے جسمانی اور ذہنی طور پر بھی بے شمار اضافی فوائد ہیں؛ مثلاً یادداشت بڑھانے میں مددگار ثابت ہوتا ہے، خونی دباؤ یعنی بلڈ پریشر معمول پر رکھتا ہے، ذہنی تناؤ سے نجات دلاتا ہے اور بیماری کے خلاف قوت مدافعت میں اضافہ کرتا ہے۔ ہالینڈ کے ایک ماہر نفسیات نے غیر مسلموں پر تحقیق سے ثابت کیا ہے کہ قرآن مجید کا مطالعہ اور لفظ ''اللہ'' کا بار بار دہرانا افسردگی اور تناؤ سے نجات دلاتا ہے اور نفسیاتی بیماریوں سے شفا بخشتا ہے۔

3۔ جہدِ مسلسل کی ضرورت

ارشادِ ربانی ہے کہ ''اے ایمان والو! اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لیے تقویٰ اختیار کرو اور اُس کی طرف وسیلہ تلاش کرو اور اُس کے راستے میں مجاہدہ یعنی جہدِ مسلسل کرو تا کہ تمہیں کامیابی نصیب ہو'' (277)۔ ''اے انسان تجھے اپنے رب تک پہنچنے کے لیے سہ سہ کر تکلیف اٹھانی ہے پھر اس سے ملنا ہے'' (278)۔

☆ ''اے ایمان والو! اللہ کو بہت یاد کرو اور صبح و شام اس کی تسبیح کرو۔ وہی ہے کہ تم پر درود بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی درود بھیجتے ہیں وہ تمہیں اندھیروں سے نکال کر

Marfat.com

اجالے کی طرف لے جاتا ہے اور وہ مومنین پر بہت مہربان ہے" (279)۔ "جو لوگ ایمان لائے اور اچھی طرح سے اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کر لیا تو اللہ تعالیٰ عنقریب ایسے لوگوں کو اپنی رحمت اور فضل میں داخل کرے گا اور انہیں اپنے تک پہنچنے کا سیدھا راستہ دکھائے گا" (280)۔ "اس لیے کہہ دیجئے کہ بیشک میری نماز میری عبادت اور میرا جینا اور مرنا سب کچھ اللہ کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے" (281)۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

☆ "جب میرا بندہ میری محبت سے دینی فرائض کی ادائیگی اور نوافل یعنی نیکی کے کاموں سے میرے نزدیک کھنچا آتا ہے تو میں اس سے محبت کرتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، میں اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے، میں اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ کام کرتا ہے اور میں اس کے قدم ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ جب وہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو اسے یقیناً دیتا ہوں اور جب وہ مجھے اپنی پناہ میں لینے کو کہتا ہے تو میں یقیناً اُسے وہ بھی عطا کرتا ہوں (83)۔

خدائے لم یزل کا دستِ قدرت تو، زباں تو ہے
یقیں پیدا کر اے غافل، کہ مغلوبِ گماں تو ہے

مکاں فانی، مکیں آنی، ازل تیرا، ابد تیرا
خدا کا آخری پیغام ہے تو، جاوداں تو ہے

Marfat.com

باب سوم

جہاد بالعلم والقلم

وَ جَاهِدۡهُمۡ بِهٖ جِهَادًا كَبِيۡرًا" (248)

(قرآن کے ذریعے جہاد کرو بڑا جہاد)

1۔ علم کی فضیلت

اللہ تعالیٰ کے احکام اور رسول اللہ ﷺ کے ارشادات اور حیات طیبہ کے مطالعہ سے ظاہر ہے کہ اسلام میں علم کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔اس لیے علم کو روشنی اور جہالت کو اندھیرا قرار دیا گیا۔ سب سے پہلا حکم جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک محمد رسول اللہ ﷺ کو دیا وہ تھا "پڑھئے" یعنی علم حاصل کرنے کا تھا۔علم کی مدد سے انسان نیابتِ الٰہی کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو سکتا ہے اور اپنے اندر کی برائی اور فتنہ فساد کی خصلت پر بھی قابو پا سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے علم کی بنا پر آدمؑ کو فرشتوں پر اور پیغمبروں کو دوسرے لوگوں پر برتری عطا فرمائی (282)۔کامل اور مضبوط علم والے لوگوں کو صاحب دانش قرار دیا اور فرمایا کہ "جو لوگ سنتے اور سمجھتے نہیں یعنی بغیر علم کے ہیں وہ چوپائے ہیں بلکہ اس سے بدتر گمراہ ہیں" (283)۔لہذا اسلام ایک زبردست علمی تحریک ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی ذات کی پہچان اور دنیا و آخرت دونوں میں بھلائی حاصل ہوتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "علم حاصل کرنا سب پر فرض ہے اور بچوں کو بھی تعلیم دو" کیونکہ وہ مستقبل کے معمار ہیں۔گویا تمام عورتوں، مردوں اور بچوں کو دینی اور دنیاوی دونوں علوم

Marfat.com

حاصل کرنے کا حکم ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''علم حاصل کرنے کے لیے اگر چین بھی جانا پڑے تو جاؤ''۔اُس زمانے میں چین دنیاوی علوم میں بہت ترقی یافتہ تھا اور حقیقت یہ ہے کہ اب بھی وہ ترقی کی منزلیں تیزی سے طے کر رہا ہے پس علم حاصل کرنے کے لیے اگر دنیا کے کسی بھی کونے میں جانا پڑے تو جانا چاہیے۔

2۔ قرآن مجید سے روشنی

قرآنِ مجید علم کا منبع ہے جو زندگی کے بارے اصول وضع کرتا ہے۔اس لیے اللہ تعالیٰ کفار سے معانقہ کے لیے بھی قرآن کے ذریعہ جہاد کرنے کا حکم دیتا ہے اور اُسے جہادِ اکبر سے تعبیر فرماتا ہے (248)۔قرآن ایک ایسا ذہنی انقلاب برپا کرنا چاہتا ہے جس کا نقطہ نظر تعمیری ہے۔وہ جنون کو عقل کے تابع کرنا چاہتا ہے۔اس لیے اللہ تعالیٰ بار بار غور وفکر کرنے اور عقل وتدبر سے کام لینے کا حکم دیتا ہے جو انسان کے لیے دنیا وآخرت دونوں میں بھلائی کی طرف رہنمائی ہے۔

لہذا دین کی نصرت اور دنیاوی زندگی ہر دو میں کامیابی کے لیے قرآن مجید کے اصولوں کو سمجھنے اور ان کی روشنی میں غور وفکر اور عقل وتدبر سے کام لینے کی ضرورت ہے۔

تیرے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزول کتاب
گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحب کشاف

دینی علوم: دینی علوم کا ماخذ قرآن حکیم ہے جو حکمت سے بھرا ہوا دستورِ حیات ہے۔دین میں صحیح علم کے فقدان کی وجہ سے آج اس کا تصور صرف ارکان دین کی رسمی ادائیگی

Marfat.com

بن چکا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ بندوں کا تزکیہ، ان کے دلوں کے لیے اطمینان اور دنیا میں ایک خوش کن اور ہم آہنگ معاشرے کی تشکیل چاہتا ہے۔ وہ ایسا معاشرہ چاہتا ہے جو محنت، دیانت، سچائی، ایفائے عہد، عدل وانصاف، اعلیٰ اخلاق اور ہر شخص کے جان ومال اور عزت وآبرو کی حفاظت کا حامل ہو کر سب کے لیے امن کا ضامن ہو۔

دنیاوی علوم: دنیاوی علوم کے حاصل کرنے کے لیے بھی رہنمائی قرآن میں موجود ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ مختلف قسم کے دنیاوی علوم جن کا تعلق انسانیت کی بہتری سے ہے، حاصل کرنے کی طرف مختلف انداز میں ترغیب دیتا ہے؛ مثلاً زوآلوجی، جیالوجی، بیالوجی، اسٹرانومی، سائیکالوجی، کاسمالوجی، انثامالوجی، ہائیڈرالوجی، میٹالرجی، ایروناٹکس، اخلاقیات، معاشیات، تعمیرات، طب، تجارت، صنعت، ثقافت، زراعت، نباتیات، جنگلات، بحریات، موسمیات، تاریخ، تقویم، تقسیم اراضی وغیرہ (284)۔ غرضیکہ ایسے تمام جدید علوم حاصل کرنے کی طرف رہنمائی ملتی ہے جن کا آج دنیا میں دَور دَورہ ہے۔ ان علوم کی بنا پر انسان اللہ تعالیٰ کی بہت سی عنایات اور انعامات سے اپنی اور انسانیت کی بہتری کے لیے فائدے اٹھا رہا ہے اور مزید اُٹھا سکتا ہے۔

تسخیر کائنات: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے ان لوگوں کے لیے مسخر کر دیا جو غور وفکر کرتے ہیں" (285)۔ "رات، دن، سورج، چاند اور ستارے بھی اس کے حکم سے تمہارے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ اس میں اُن لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو سمجھ رکھتے ہیں" (286)۔ خاص طور پر زمین کے بارے میں ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "جو کچھ روئے زمین میں ہے وہ تمہارے لیے تخلیق کیا ہے (287)۔ پھر کئی ایک مادی چیزوں کا خاص طور پر ذکر ہے؛ مثلاً لوہا پیدا کرنے کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ کہ "اس میں سخت ہیبت اور قوت ہے اور لوگوں کے لیے فائدے ہیں" (288)۔ ظاہر ہے یہ فائدے انسان اپنے علم کی بدولت حاصل کر رہا ہے۔ نباتات کی تخلیق کے حوالے سے بتاتا ہے کہ خود ان کے اور ان چیزوں کے جن کی انسان کو

Marfat.com

ابھی تک خبر نہیں، سب کے جوڑے بنائے (289)۔

موجودہ دور میں انسان نے چیزوں کے جوڑوں کے اصول کو غور و فکر اور عقل و تدبر سے معلوم کر کے بجلی پیدا کی جس سے نہ صرف آج دنیا روشن ہے بلکہ کئی طرح سے صنعتی اور گھریلو نظام چلانے میں مدد مل رہی ہے۔ اسی اصول کے تحت انسان نے ایٹم کے اندر مثبت اور منفی چارج معلوم کر کے سائنس اور نیوکلیئر ٹیکنالوجی کے میدان میں انقلاب برپا کر دیا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے جو کچھ زمین میں ہے انسان کے لیے پیدا فرمایا ہے اور پوری کائنات کو تسخیر کرنے کر صلاحیت بخشی جن سے فائدہ نہ اٹھانا کفران نعمت ہے۔

3 ۔ مسلمان اور علمی عروج

حضرت محمد ﷺ نے ہجرت کے بعد مدینہ پہنچ کر ایک زبردست تعلیمی مرکز کی بنیاد مسجد نبوی میں رکھی جسے "اصحابِ صفہ" کا مدرسہ کہا جاتا ہے۔ وہاں ہر وقت تقریباً ستر صحابہ کرام ؓ علم حاصل کرتے رہتے۔ تعلیم کا یہ سلسلہ مسجد کے اندر اور باہر بستیوں میں صحابہ کرام ؓ کی رہائش گاہوں میں بھی جاری رہتا۔ اس کے ساتھ ساتھ تعلیم نسواں کو بھی بہت فروغ ملا۔ پس جہاں جہاں اسلام کی روشنی پہنچی رسول اللہ ﷺ کی رکھی ہوئی بنیاد پر تعلیم کا دائرہ اسلامی مملکت کے ہر شہر تک پھیلتا چلا گیا اور ہر قسم کے علوم، جن میں منطق، فلسفہ، ریاضیات، کیمیا، طب، فزکس، فلسفہ،، نجوم، موسیقی وغیرہ شامل تھے، کو فروغ ملا۔ یہ سلسلہ فروغِ تعلیم اموی اور عباسی ادوار میں عروج پر تھا جن میں نہ صرف مختلف علوم و فنون کے دوسری زبانوں سے تراجم ہوئے بلکہ تحقیق و تخلیق کے نتیجہ میں نئی نئی دریافتیں اور ایجادات ہوئیں۔ اس طرح علم کے ہر شعبے میں بہت ترقی ہوئی۔ اس دَور کے بہت سے نامور مسلمان سائنسدانوں کا ذکر تاریخ میں ملتا ہے۔

Marfat.com

مسلمان علم و ہنر اور سائنس و ٹیکنالوجی میں ایجادات کے ذریعہ ترقی کرتے رہے اور یہ سلسلہ پندرھویں صدی تک جاری رہا جس کے نتیجہ میں مسلمانوں نے دوسری قوموں پر سبقت حاصل کی۔ یہ حقیقت ہے کہ سائنس، ٹیکنالوجی اور طب نے جو ترقی کی ہے اُس کی بنیاد مسلمان سائنس دانوں نے رکھی۔

مسلمانوں نے اپنے عروج کے بعد جب علم سے بے اعتنائی برتنی شروع کی اور محنت، غور و فکر اور تحقیق و تخلیق کو چھوڑ دیا تو دوسری قوموں نے اُس کو آگے بڑھایا اور طاقتور بن کر مسلمانوں کو ہی محکوم بنالیا۔ اجتہاد کی وجہ سے دین قوت آفرین تھا، جب اس کا بھی دروازہ بند کر دیا گیا تو مسلمانوں میں جمود طاری ہو گیا۔ گویا جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے فائدہ نہیں اٹھاتے وہ تاریکی میں دھکیل دیئے جاتے ہیں۔ یہی قانون فطرت ہے۔

یورپ کئی صدیوں سے تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا، اس نے اسلام کے علمی سرمایہ سے فائدہ اٹھانا شروع کیا اور نئی سوچ کے ساتھ سائنس اور ٹیکنالوجی کے دَور کی بنیاد رکھی۔ اس نئی صورتِ حال کے پیش نظر سلطنتِ عثمانیہ کے خلیفہءِ وقت ضرورت کے مطابق تبدیلیاں لانے کی کوشش کرتے رہے لیکن اس دور کے علما کی مخالفت کی وجہ سے وہ ناکام رہے۔ اس طرح سترھویں صدی کے آخر میں جب مسلمانوں نے صرف دینی تعلیم پر زور دیتے ہوئے سائنس اور ٹیکنالوجی سے بے اعتنائی برتی تو رفتہ رفتہ ان کا سارا نظام، علمی تعطل اور عملی جمود کا شکار ہونا شروع ہو گیا۔ پھر ایک وقت ایسا آیا کہ یہ عظیم مسلم سلطنت، یورپ کی بڑھتی ہوئی سائنس اور ٹیکنالوجی میں ترقی کی وجہ سے ان کی عسکری قوت کا مقابلہ نہ کر سکی۔ کچھ ایسا ہی حال دنیا میں دوسری مسلم مملکتوں کا بھی ہوا جس کے نتیجہ میں وہ مغرب کے استعمار کا نشانہ بن کر پاش پاش ہو گئیں اور کئی مسلم نو آبادیاں بن کر دوسری قوموں کی غلام بن گئیں۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد ان کو آزادی تو مل گئی لیکن وہ آج تک ذہنی اور اقتصادی غلامی کا شکار ہیں۔

Marfat.com

4۔ علمی بحران اور زوالِ مسلم

تعلیم کی ناگفتہ بہ موجودہ صورت حال

جدید تعلیم کے ادارے: آج کل بیشتر مسلم ممالک میں تعلیم کا مقصد علم کا حصول نہیں بلکہ صرف اچھا روزگار حاصل کرنے کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ نظامِ تعلیم بھی انہی خطوط پر استوار ہے۔ یہ ذہنی وسعت پیدا کرنے کی بجائے ایسے مشینی انسان یعنی روبوٹس بنا رہا ہے جن میں تجسس کی خواہش اور غور وفکر کا تصور مفقود ہے۔ عام تعلیمی اداروں میں نظامِ تعلیم پچاس سال سے بھی زیادہ پرانا ہے۔

اکثر مسلم ممالک میں نظامِ تعلیم کئی حصوں میں بٹ چکا ہے جس سے طبقاتی تفاوت بڑھتا جا رہا ہے۔ کچھ بہت مہنگے ادارے ہیں جن کے لیے تعلیم ایک صنعت کی طرح دولت کمانے کا ذریعہ ہے۔ ان میں بہت سے سکول کسی نہ کسی طرح مغربی اداروں کے ساتھ منسلک ہیں۔ دوسری طرف حکومتی اور نجی ادارے ہیں جن کا معیار بہت پست ہے۔ چونکہ زیادہ تر مسلم آبادی غریب ہے لہٰذا وہ اپنے بچوں کو تعلیم دینے سے قاصر ہے یا صرف کم معیاری اداروں میں بھیج سکتی ہے۔

اساتذہ: ابتدائی تعلیم کے اساتذہ تعلیم کی بنیاد بناتے ہیں انہیں معاشرے میں وہ مقام حاصل نہیں جس سے وہ روزانہ تیزی سے پھیلتے ہوئے علم کے ساتھ اپنے آپ کو متعارف رکھ سکیں اور علم کے میدان میں نئی راہیں نکال سکیں۔ ان کی تنخواہیں شرم ناک حد تک کم ہیں۔ لہٰذا حکومتی اداروں کے بیشتر اساتذہ سکول کے اوقات میں تعلیم دینے میں دلچسپی نہیں لیتے اور طلباء اُن سے ٹیوشن پڑھنے پر مجبور ہوتے ہیں جس کے لیے انہی اساتذہ کے کوچنگ سنٹر قائم ہیں۔

ادارے: تعلیمی ادارے اکثر پرانے ہیں جن میں ضروری سامان اور سہولیات کا فقدان ہے۔ کم وبیش یہی حال اعلیٰ تعلیم کا ہے۔ پرائمری اور سیکنڈری سکولوں کی حالت خاص طور پر ناگفتہ بہ

Marfat.com

ہے۔اساتذہ،نصاب اور سہولیات کا معیار جانچنے کا نظام جامع ہے نہ موثر۔لہٰذا جب تک بنیاد مضبوط نہ ہو،قابل اعتبار عمارت کیسے کھڑی ہو سکتی ہے۔خاص طور پر نصاب کے حوالے سے یہ بھی جاننا ضروری ہے کہ طلبا کی ذہنی نشوونما کے لئے اس کا دورِ حاضر کی نسبت بہت اہم کردار ہے۔

وسائل: مسلم ممالک میں قومی سطح پر تعلیم اور تحقیق کے لیے بد قسمتی سے بہت کم رقم مختص کی جاتی ہے۔جو حاصل ہے اُس کا استعمال بھی صحیح نہیں ہوتا؛ مثلاً مسلم ممالک میں ان کی مجموعی ملکی پیداوار کا اوسطاً 0.2 فیصد خرچ ہو رہا ہے جب کہ بیشتر ترقی یافتہ ممالک میں یہ خرچ قریباً 5 فیصد ہے۔

مذہبی تعلیم دینے والے مدرسوں کی کمزوریاں: دینی تعلیم جو سکولوں اور دینی مدارس کے ذریعہ دی جاتی ہے وہ اسلام کی جامعیت اور آفاقیت کا احاطہ نہیں کرتی۔اکثر دینی مدارس فرقوں اور مسلکوں کے محدود تصور کی تعلیم دیتے ہیں اور عصری تقاضوں سے صدیوں پیچھے ہیں۔یہ مدارس اور ان کے طلباء ایک بہت بڑا قومی سرمایہ ہیں۔یہ طلبا صحیح خطوط پر تعلیم حاصل کرنے سے ملک کی ترقی میں دوسروں کے شانہ بشانہ شامل ہو سکتے ہیں لیکن بد قسمتی سے ایسا نہیں ہو رہا۔اس کی وجہ ان کی دورِ حاضر کے تقاضوں اور آنے والے چیلنجوں سے لاعلمی ہے۔نتیجہ یہ ہے کہ لوگوں میں مجموعی طور پر اسلام کی روح سے متعلق علم کم پایا جاتا ہے۔جو لوگ اسلام کی نمائندگی کرتے ہیں ان میں اکثر یا تو کسی فرقے یا مسلک کے حوالے سے دین پیش کرتے ہیں یا دین کے صرف ظاہری خدوخال کا پرچار کرتے ہیں۔اگرچہ ایسے لوگوں کو بنیاد پرست کہا جاتا ہے لیکن حقیقت میں وہ اسلام کے بنیادی مقصد اور روح سے صحیح معنوں میں آشنا نہیں ہوتے۔نوجوان جو دینی مدارس سے تعلیم حاصل کرتے ہیں ان کو کسی اچھے صنعتی،تجارتی یا علمی ادارے کی باگ ڈور سنبھالنے کے قابل نہیں سمجھا جاتا۔لہٰذا وہ صرف نماز،نکاح،جنازے یا دنیا سے رخصت ہونے والوں کے لیے دعا اور ختم پڑھانے کے قابل سمجھے جاتے ہیں۔

اخلاقی تربیت کا فقدان: تعلیم کی بیان کردہ ناگفتہ بہ صورت حال کے ساتھ

Marfat.com

طلباء کی اخلاقی تربیت کی طرف بھی توجہ نہیں دی جاتی۔ کئی بڑے تعلیمی ادارے سیاست کی آماجگاہ بن چکے ہیں۔ پاکستان کے کچھ علاقوں میں ایک تجربہ، جو کسی بس پر لمبے سفر کے دوران ہوتا ہے، یہ ہے کہ سکول کے طلباء جو اس قوم کے معمار ہیں، اکثر ڈنڈوں کے زور پر آنے والی بسوں کو زبردستی کھڑا کر کے ان پر بغیر ٹکٹ سفر کرتے ہیں۔ اگرچہ بس مسافروں سے پوری طرح بھری ہو اور نان سٹاپ ہو لیکن بس والا، پتھروں اور ڈنڈوں سے بس کے شیشوں کو بچانے کی خاطر، بس کھڑی کرنے اور لڑکوں کو بس پر چڑھانے پر مجبور ہوتا ہے۔ جب نوجوان نسل کے ذہن میں یہ بیٹھ جائے کہ وہ ڈنڈے کے زور سے غلط کام کر سکتے ہیں تو اس ملک کی کیا حالت ہوگی جب ایسے لوگ صاحب اقتدار ہوں گے؟ یہ بڑی خطرناک صورتِ حال کی نشاندہی ہے۔ دراصل دونوں عصری و مذہبی تعلیمی اداروں میں اعلیٰ اسلامی قدروں اور اخلاقی تربیت کا فقدان ہے۔

علمی بحران: علم کے میدان کی موجودہ قابلِ رحم صورتِ حال کا اندازہ مندرجہ ذیل اعداد و شمار سے لگایا جا سکتا ہے جن کا ذکر وقتاً فوقتاً اخباروں میں آتا رہتا ہے۔(290)۔ اس وقت دنیا میں ستاون مسلم ممالک ہیں جن کی آبادی قریباً دو ارب ہے۔ ان میں اوسطاً چالیس فیصد لوگ تعلیم یافتہ شمار ہوتے ہیں لیکن وہ بھی کم درجہ کی تعلیم کے حامل ہوتے ہیں۔ ان میں سے صرف آدھے، یعنی کل آبادی کا بیس فیصد، پرائمری سے آگے تعلیم حاصل نہیں کر پاتے۔ اس بیس فیصد میں سے صرف دو فیصد یونیورسٹی تک پہنچ پاتے ہیں۔ اس کے برعکس ترقی یافتہ ممالک میں اوسطاً نوے فیصد لوگ تعلیم یافتہ ہیں جن میں سے اٹھانوے فیصد پرائمری کی تعلیم مکمل کرتے ہیں جن میں سے چالیس فیصد یونیورسٹی کی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ دنیا میں ایک بھی ایسی مسلم مملکت نہیں جہاں سو فیصد لوگ تعلیم یافتہ ہوں جبکہ پندرہ عیسائی مملکتوں میں سو فیصد لوگ تعلیم یافتہ ہیں۔

یونیورسٹیاں: پچھلے سالوں کے اعداد و شمار کے مطابق اعلیٰ تعلیم کے لیے مسلمانوں کی ستاون ریاستوں میں بڑی یونیورسٹیوں کی کل تعداد کم و بیش چھ سو تھی جن میں سے ایک بھی دنیا کی اعلیٰ سو یونیورسٹیوں کی فہرست میں شامل نہیں۔ اس کے مقابلے میں صرف جاپان میں نو

Marfat.com

ہزار اور امریکہ میں پونے چھ ہزار یونیورسٹیاں ہیں۔ امریکہ میں لائبریری آف کانگریس میں قریباً تیرہ کروڑ علمی نسخے ہیں جن میں ہر روز تقریباً دس ہزار کا اضافہ ہو رہا ہے۔ ان کے رکھنے کے شیلف جوڑنے سے لمبائی قریباً 530 میل بنتی ہے۔ جبکہ کسی ایک بھی مسلم ریاست میں کسی جگہ پر علم کا اتنا بڑا ذخیرہ موجود نہیں۔

سائنس دان: مسلم دنیا میں سائنس دانوں کی تعداد بھی بہت کم ہے یعنی دس لاکھ لوگوں میں صرف دو سو تیس ہے، جاپان میں پانچ ہزار اور امریکہ میں چار ہزار ہے۔ علم کے میدان میں دنیا کا سب سے بڑا انعام نوبل پرائز، ہے۔ مسلمان جن کی آبادی سوا ارب سے زیادہ ہے اور جو دنیا کی بیس فیصد ہے ان میں نوبل پرائز پانے والوں کی تعداد دس سے زیادہ نہیں۔ اور صرف ایک شخص جو غیر مسلم ہے، سائنس میں جزوی انعام پا سکا ہے۔ اس کے برعکس باقی دوسرے ممالک میں یہودی، جن کی آبادی دنیا میں صرف دو کروڑ ہے، ایک سو ساٹھ اور امریکہ، جس کی آبادی تیس کروڑ سے کم ہے، 227 نوبل پرائز حاصل کر چکے ہیں۔

صنعتی پسماندگی: علم و ہنر کا حصول مسلمان کا اثاثہ تھا۔ اسے چھوڑنے سے جہالت اور غربت عام پائی جاتی ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ اکثر مسلم ریاستیں غیر مسلموں کے آگے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہیں۔ یہ نہ صرف پیسے کے لیے بلکہ علم و ہنر اور صنعت و حرفت کے میدان میں مدد کے لیے بھی ہے۔ معاشی بحران بھی ان کا اپنا پیدا کردہ ہے۔ مسلمانوں کی اس ناگفتہ بہ صورتحال کی بڑی وجہ مسلمان ممالک میں تعلیم و تحقیق سے بے اعتنائی ہے۔ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کے دیئے گئے بے شمار قدرتی وسائل موجود ہیں؛ مثلاً تیل، معدنیات، نباتات اور افرادی قوت لیکن وہ سائنس، ٹیکنالوجی اور محنت اور معیار کے فقدان کی وجہ سے ان وسائل سے فائدہ اُٹھانے سے قاصر ہیں جب کہ دوسری قومیں اُن سے فائدہ اٹھا رہی ہیں۔ اس وقت مسلمانوں کے پاس دنیا کی توانائی کے قدرتی ذخائر کا ستر فیصد حصہ ہے جبکہ ان کا دنیا کی مجموعی ملکی پیداوار میں حصہ صرف پانچ فیصد ہے اور تجارت میں صرف چھ سے آٹھ فیصد۔ لہٰذا مسلم ممالک سے اعلیٰ ٹیکنالوجی سے بننے والی چیزوں کی برآمد نہ

Marfat.com

ہونے کے برابر ہے۔ مثلاً ایسی چیزیں سعودی عرب، کویت مراکش، الجیریا کی کل برآمدات کا صرف 0.3 فیصد ہیں جبکہ پاکستان کی برآمدات کا ایک فیصد ہیں۔ اس کے مقابلے میں یہ سنگاپور کی برآمدات کا اٹھاون فیصد ہیں۔

پانی اور دودھ مسلم ممالک میں وافر مقدار میں پایا جاتا ہے۔ ان کی صرف صفائی کے ساتھ بوتلوں میں پیکنگ کے لیے معمولی ٹیکنالوجی درکار ہے۔ کتنے افسوس کا مقام ہے کہ یہ کام غیر ممالک کی غیر مسلم کمپنیاں کر کے اور مسلم ممالک میں ہی بیچ کر ان کا سرمایہ اپنے ملکوں میں بھیج رہی ہیں۔ یہی حال کھانے اور بہت سی دیگر چیزوں کا ہے۔ حتٰی کہ ہوا سے آکسیجن، جو فضا میں موجود ہے، سلنڈروں میں بھر کر دوسرے ممالک کی کمپنیاں مسلمانوں کی ضروریات پورا کر رہی ہیں اور منافع اپنے ممالک میں بھیج رہی ہیں۔

5۔ دعوتِ غور و فکر برائے ترویج علم

جدید علوم کی ترویج: نیابتِ الٰہی کی ادائیگی اور دنیا میں باعزت زندگی گزارنے کے لیے تحصیلِ علم اور سائنس و ٹیکنالوجی میں ترقی بنیادی ضرورتیں ہیں۔ کائنات میں جو کچھ ہے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لیے مسخر کر دیا ہے جو غور و فکر کرتے ہیں۔ اس نے دنیا میں بہت سی چیزیں اُس کے فائدے کے لیے تخلیق فرمائیں تاکہ وہ ان سے فائدہ اُٹھا کر بہتر زندگی گزارنے کا سامان پیدا کرے۔

اللہ تعالیٰ کے انعامات سے فائدہ حاصل کرنے کے لیے علم و دانش، غور و فکر اور عقل و تدبر استعمال کرنے کا قرآن مجید میں بار بار ذکر ہے۔ کم و بیش آٹھ سو آیات میں غور و فکر کی ترغیب دی گئی ہے۔ جو لوگ ایسا نہیں کرتے وہ بھوک، غربت، بے اطمینانی، تشدد اور بدامنی کو دعوت دیتے ہیں جیسا کہ آج کل غیر ترقی یافتہ ممالک میں ہو رہا ہے، جن میں مسلم ریاستیں بھی شامل ہیں۔

Marfat.com

علم کا آزادانہ حصول انسان میں تجسس و تحقیق کی خاصیت پیدا کرتا ہے جو ہر میدان میں تخلیق کا باعث بن کر نئی راہیں نکالتا ہے جبکہ آزادیٔ خیال پر پابندی اس کی ضد ہے۔ اس لیے سب سے پہلے سوچ اور تخلیق کے لیے ضروری ماحول اور سہولیات فراہم کرنے کی ضرورت ہے۔ آج دنیا میں جتنی ترقی ہو رہی ہے وہ عقل سلیم، جو اللہ تعالیٰ نے بلا امتیاز سب کو عطا کی ہے، کے استعمال سے تحقیق کا نتیجہ ہے۔ جن قوموں نے اللہ تعالیٰ کے دیئے گئے اصولوں سے فائدہ اٹھا کر اپنی اور پوری انسانیت کی بہتری کے لیے کام کیا وہ ہی زندہ رہنے کا حق محفوظ رکھتی ہیں۔

لہٰذا ایسے تمام جدید علوم، جو آج کل مسلم ممالک میں قابل رحم حالت میں ہیں، کے حصول، ترویج اور اشاعت کے لیے قومی سطح پر وسائل اور کوششیں درکار ہے۔ اس کے لیے عصری تقاضوں کے پیش نظر صحیح بنیادوں پر ایک انقلابی حکمت عملی تیار کرنے کی ضرورت ہے جس کے تحت خاص طور پر نئی نسل اعلیٰ تعلیم سے روشناس ہو سکے۔ اس سے مسلمان جو تیزی سے تنزل کی طرف جا رہے ہیں، دنیا میں بڑھتی ہوئی ترقی کا مقابلہ کر سکیں گے کیونکہ یہی ان کی بقاء کا راستہ ہے۔ اسی سے معاشرے سے جہالت اور غربت، جو تشدد کی بڑی وجوہ ہیں، کا خاتمہ ہو سکتا ہے اور انسان حیوانوں کے نرغے سے نکل کر انسانیت کی سطح پر آ سکتا ہے۔

انفرادی طور پر ہر عورت اور مرد کا بلا امتیاز عمر یہ فرض ہے کہ علم حاصل کرنے اور پھیلانے کے لیے خود کوشش کرے اور اپنی اولاد کو بھی ہر ممکن تعلیم حاصل کرنے کا موقع بہم پہنچائے۔ یہی سب سے بڑی سرمایہ کاری ہے جو قوموں اور انسانیت کی تعمیر کے ساتھ امن اور سلامتی کی ضامن ہے۔ قومی سطح پر تعلیم و تحقیق کے لیے نہ صرف ترجیحی بنیادوں پر وسائل مہیا کرنے کی ضرورت ہے بلکہ پورے نظام کو جدید بنیادوں پر استوار کرنا ناگزیر ہے۔

نئی پود میں، جو صرف مذہبی تعلیم حاصل کر رہی ہے، ایسی ذہنی تبدیلی لانے کی ضرورت ہے جس سے ان میں عصری تعلیم حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوتا کہ وہ دنیا میں باوقار مقام حاصل کر سکیں گے۔ یہ نوجوان، تعلیم کا شوق رکھتے ہیں اور یقیناً اُن بے شمار اَن پڑھ لوگوں سے بہتر ہیں جو کسی نہ کسی وجہ

Marfat.com

سے تعلیم حاصل نہیں کر پائے۔اس سرمائے کو ضائع ہونے سے بچانے کی فوری ضرورت ہے۔اس کام کے لیے تعلیم وتربیت کی سہولت اور ایک فعال حکمت عملی درکار ہے۔

تحقیق وتخلیق کی ضرورت: جس طرح بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا اور ہر وہ کام جس سے دوسروں کی بھلائی مقصود ہو "نیک کام" ہیں اسی طرح تحقیق وتجسس سے جسم و جان، معاشرے اور ملک وملت کے بدلتے ہوئے حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے تخلیق اور ایجادات کے ذریعہ انسانی بہتری کیلیے نئی راہیں نکالنا بھی اعمال صالح ہیں۔یہ نیابتِ الٰہی کے تقاضے ہیں۔اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "صالحین یعنی نیک کام کرنے والے مرد وہ ہیں جن کو ان کی تجارت اور خرید وفروخت اللہ کے ذکر، نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے غافل نہیں کرتی۔وہ قیامت کے دن سے ڈرتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں الٹ پلٹ ہو جائیں گی۔وہ یہ سب کچھ اس لیے کر رہے ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ انہیں نیک اعمال کی جزا دے اور انہیں اپنے فضل سے زیادہ نوازے اور اللہ جسے چاہے بے حساب رزق دیتا ہے" (291)۔

موجودہ دور عالمگیریت کا دور ہے جس میں خاص طور پر انفارمیشن ٹیکنالوجی کی وجہ سے ساری دنیا ایک عالمی گاؤں بن چکی ہے۔فاصلے ختم ہو گئے ہیں۔انسان سیکنڈوں میں دنیا کے کسی بھی کونے میں بیٹھے دوسرے انسان سے رابطہ قائم کر سکتا ہے۔سائنس کی ترقی کی کوئی حدود نہیں رہیں۔ایک طرف صرف ایک خلیے سے پورا جانور تیار کیا جا رہا ہے تو دوسری طرف تحقیق کے ذریعے جسم کے اندر کسی بھی بیمار عضو کی نئے سرے سے نشو ونما اور بالیدگی کی کوشش ہو رہی ہے۔اس سے کئی نا قابلِ علاج بیماریوں کا علاج ممکن ہو سکے گا۔ایک اور قسم کی تحقیق ہو رہی ہے جس کی کامیابی کے ساتھ کسی مادی چیز کو ہوا میں تحلیل کر کے دنیا کے کسی بھی کونے تک آنکھ جھپکتے پہنچایا جا سکے گا۔اسی طرح شاید ایک دن انسان بھی دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک آنکھ جھپکتے سفر کر سکے۔

ایسی تمام تحقیقات بد قسمتی سے کسی بھی مسلم ریاست میں نہیں ہو رہیں اور یہ صورتِ حال دوسروں کے مقابلے میں ان کی پستی کی آئینہ دار ہے۔لہٰذا تحقیق اور تخلیق کی طرف قدم دراصل نیابتِ

Marfat.com

الٰہی کے تقاضوں کی طرف ایک پیش رفت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی نیابت کے لیے تخلیق فرمایا۔ پس ان لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرتے ہیں جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے مسخر کر دیا اور علم حاصل کرنے کی استطاعت عطا فرمائی تا کہ انسان نئی نئی ایجادات اور تخلیق سے اس دنیا کو اور خوبصورت بنائے۔ گویا یہ نیابتِ الٰہی کا تقاضا ہے۔

فطرت کو خرد کے روبرو کر   تسخیر مقامِ رنگ و بو کر
بے ذوق گرچہ نہیں فطرت   جو اس سے نہ ہو سکا وہ تو کر

عصر حاضر کے مسائل اور ذہنی انقلاب: موجودہ صورتِ حال کے پیش نظر مسلمانوں میں ایک ایسا ذہنی انقلاب برپا کرنے کی ضرورت ہے جو انہیں جہالت کی تاریکیوں سے نکال سکے۔ اس کے لیے ایسے مسلم علماء اور سکالرز کو، جو اپنے عصری اور دینی علم کی وسعت کے ساتھ تقوٰی اور کردار کی بلندی کے مالک ہوں، جہاد بالعلم والقلم کے لیے نکلنے کی ضرورت ہے۔ حکومتِ وقت پر بھی بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ نہ صرف ایسے لوگوں کی نشاندہی کرے اور انہیں ضروری مدد بہم پہنچائے بلکہ خود بھی تعلیم اور تحقیق کے لیے سائنس اور ٹیکنالوجی کو فروغ دے۔ مسلمانوں میں بے شمار مخیر حضرات موجود ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار دولت اور وسائل سے نوازا ہے۔ ان سے بھی اللہ تعالیٰ توقع رکھتا ہے کہ وہ اس کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔

''اللہ تعالیٰ تو وہی دیتا ہے جس کی بندہ کوشش کرتا ہے'' (292)۔ ''اور وہ کسی کی محنت کو ضائع نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ اسے خود نہ بدلے۔ اور نہ ہی وہ ایسا کرتا ہے کہ کسی قوم پر نعمت عطا فرما کر پھر بدل دے جب تک کہ وہ خود اپنی حالت کو نہ بدل ڈالیں'' (293)۔

آج تحصیل علم کے لیے ہر شخص کو جہاد کرنے کی ضرورت ہے خواہ بڑا ہو یا چھوٹا، مرد ہو یا عورت، نوجوان ہو یا بچہ۔ صرف اسی صورت میں وہ اللہ تعالیٰ کی نیابت کا حق ادا کرتے ہوئے دنیا میں

Marfat.com

باعزت مقام پاسکتا ہے۔

6۔ اجتہاد اور دین کی آفاقیت

ہر صبح نئی صبح ہے۔ گویا ہر دن نیا دن ہے جس میں حرکت ہے جمود نہیں۔ کائنات کی تخلیق کے بارے میں اللہ تعالیٰ بتاتا ہے کہ کس طرح اس نے نیست سے ہست کیا اور اس میں ہر وقت حرکت ہے جس کے نتیجے میں ہر لمحہ تبدیلی رونما رہی ہے۔ یہی قانون فطرت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

☆ ''کیا ان کافروں نے نہیں دیکھا کہ آسمان اور زمین دونوں باہم ملے ہوئے تھے پھر ہم نے انہیں جدا کیا اور ہم نے ہر چیز کو پانی سے پیدا کیا'' (294)۔ اور ''وہی تو ہے جس نے دن اور رات بنائے اور سورج اور چاند سب اپنے اپنے مدار میں تیر رہے ہیں'' (295)۔

اسی طرح انسان کی پیدائش اور بڑھنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ تبدیلیوں اور ترقی کا ذکر فرماتا ہے کہ

☆ ''بیشک ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا کیا پھر ہم نے اس کا نطفہ ایک محفوظ جگہ میں رکھا۔ پھر ہم نے نطفہ کو خون کے لوتھڑے کی شکل دی۔ پھر ہم نے لوتھڑے کو بوٹی بنا دیا۔ پھر ہم نے بوٹی سے ہڈیاں بنائیں۔ پھر ہم نے ہڈیوں پر گوشت چڑھایا۔ پھر ہم نے اسے ایک دوسری مخلوق بنا کر کھڑا کر دیا سو اللہ بڑا ہی بابرکت ہے جو سب سے بہتر تخلیق فرمانے والا ہے''۔ اسی طرح انسان کا بچپن، جوانی اور بڑھاپا ہے اور اس کے بعد تمہیں مرجانا ہے (296)۔ ''پھر زندہ کئے جاؤ گے (297)۔

لہٰذا خواہ کائنات کا ذکر ہو یا انسان کی تخلیق، زندگی ہو یا موت سب میں ہر لمحہ تبدیلی واقع ہو رہی ہے۔ دین اسلام کے مکمل ہونے کا اور رسول اللہ ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کا مطلب بھی

Marfat.com

یہی ہے کہ آپ ﷺ کے ذریعہ دین کی وہ شکل دی گئی جس میں ایسے اصول وضع فرما دیئے گئے جن کی سمجھ کے لیے اللہ تعالیٰ بار بار غور وفکر کی دعوت دیتا ہے ان اصولوں سے ہر دور اور ہر جگہ کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے اجتہاد کے ذریعہ رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے۔اس لیے اللہ تعالیٰ بار بار غور وفکر اور تعقل وتدبر کی دعوت دیتا ہے تا کہ قرآن وسنت سے رہنمائی مل سکے۔ پس اجتہاد قیامت تک ہر دور کے حالات کے مطابق رہنمائی کا راستہ ہے۔

یہ کائنات ابھی نا تمام ہے شاید
کہ آرہی ہے ہر دم صدائے کن فیکون
اقبالؒ

اجتہاد کے معنی

اجتہاد کے معنی کسی بات کی تحقیق میں انتہائی جدوجہد اور محنت شاقہ ہے۔لہٰذا یہ بھی ایک قسم کا جہاد ہے۔اسلام میں اس کا مطلب احکام الٰہی کی معرفت حاصل کرنے کے لیے غور وفکر سے انتہائی محنت سے مسائل کا حل تلاش کرنا ہے۔اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو مخاطب کر کے فرماتا ہے:

☆ ''ہم نے آپ ﷺ پر ذکر یعنی قرآن مجید نازل کیا تا کہ جو چیز لوگوں کی طرف بھیجی گئی ہے آپ ﷺ ان کے سامنے بیان کریں تا کہ وہ غور وفکر کریں'' (298)۔

رسول پاک ﷺ نے قرآن مجید کی روشنی میں اجتہاد فرماتے ہوئے تمام احکام کو عملی شکل دی اور دوسروں کو قرآنی احکام کی حکمت ومصلحت بیان فرمائی۔ پھر اجتہاد کا دائرہ وسیع فرماتے ہوئے معاشرہ کو درپیش مسائل کے حل کے ذریعہ ایک ترقی پذیر معاشرہ کی بنیاد رکھی۔لہٰذا اجتہاد کا تصور ایک ایسا ارتقائی عمل ہے جس کے ذریعہ دنیا کے بدلتے ہوئے حالات کی روشنی میں قرآن مجید اور اسوہ حسنہ سے رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے۔

اجتہاد کے لئے حضرت عمرؓ اس حکمت کی تلاش میں انتہائی کوشش کرتے جس میں آیت

Marfat.com

نازل ہوئی اور اسی طرح حدیث کی مصلحت کی معرفت حاصل کرنے کی کوشش فرماتے، روح ومغز کو لیتے، ظاہری الفاظ پر اکتفا نہ کرتے۔ اس طرح صحابہ اکرامؓ، تابعین، تبع تابعین اور آئمہ کرام اور کئی ایک سلاطین نے بھی وقت کے تقاضوں کی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے اسی سے فائدہ اُٹھایا۔

بہر حال ظاہر ہے موجودہ دور میں اجتہاد کے لئے غور وفکر ان لوگوں کا معتبر ہوگا جو تحقیق کرنے والے اور صاحبِ بصیرت ہیں جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے کہ

''اگر اس کو اللہ کے رسول ﷺ اور اہل علم تک پہنچا دیتے تو ایسی باتوں کی تہہ تک پہنچنے والے اس کی حقیقت جان لیتے (299)۔'' اور جو لوگ علم میں پختہ ہیں وہ کہتے ہیں ہمارا ان پر ایمان ہے یہ سب ہمارے رب کی طرف سے ہے اور نصیحت تو عقل مند ہی حاصل کرتے ہیں'' (300)۔ اور کیوں نہ ایسا کیا گیا کہ مومنوں کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکل آئی ہوتی جو دین میں فہم وبصیرت حاصل کرتی'' (301)۔

اجماع: آپ ﷺ کے بعد صحابہ کرامؓ نے اجتہاد کے نظام کے لئے اجتماعی اجتہاد کی بنیاد رکھی جس کو بعد میں اجماع کا نام دیا گیا۔ صحابہ کرامؓ نے پیش آمدہ امور میں مطلق مصلحت کا اعتبار کیا۔ ضروری نہیں تھا کہ ان میں اعتبار کے لیے پہلے کوئی شاہد موجود ہو۔

قیاس: تیسری شکل جو کسی فیصلے کے لیے استعمال ہوئی وہ قیاس ہے۔ اس کے لغوی معنی اندازہ لگانے کے ہیں اور کسی نئے مسئلے کا حل کسی سابقہ فیصلہ کی بناء پر نکالنا ہے۔

بہر حال اجتہاد، اجماع اور قیاس ایک عام آدمی کے بس کی بات نہیں۔ ان کے لیے قرآن وسنت کا پوری طرح علم، دور حاضر کے مسائل کا پوری طرح فہم، عقل وتدبر اور حکمت سے حل پانے کی صلاحیت درکار ہے۔

اجتہاد سے مسائل کا حل: موجودہ دور میں تیزی سے بدلتی ہوئی علمی، سائنسی اور اقتصادی ترقی کے لئے قرآن وسنت کے اصولوں کی روشنی میں سماجی، معاشی اور اقتصادی خاکہ پیش

Marfat.com

کرنے کے لیے بہت کام کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ زندگی کا ہر شعبہ تحقیقی اور تخلیقی سوچ کے نتیجہ میں ایک سائنٹفک ڈسپلن کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ خواہ انتظامی امور ہوں یا سماجی یا معاشرتی زندگی کے مختلف پہلو، نفسیات ہو یا معاشیات، سیاسیات ہو یا عدل وانصاف، غرضیکہ ہر شعبہ میں ضخیم علوم پر مبنی سپیشلائزیشن آچکی ہے جیسے طب کے میدان میں جسم کے ہر ایک حصہ کی علیحدہ علیحدہ مہارت۔ یہی وجہ ہے کہ ترقی یافتہ ممالک اپنے بہت سے دنیاوی مسائل کا مؤثر حل تلاش کر کے ترقی یافتہ کہلاتے ہیں۔ اس لیے قرآن مجید اور اسوۂ حسنہ ﷺ میں تحقیقی نظر سے مطالعہ کے بعد ایک ایسے اعتدال پر مبنی لائحہ عمل پیش کرنے کی ضرورت ہے، جو روحِ اسلام سے مماثلت رکھتا ہو اور موجودہ دور کے چیلنجوں کا مقابلہ بھی کر سکے۔

چنانچہ آج اکیسوی صدی عیسوی میں تیزی سے بدلتے ہوئے حالات کے پیشِ نظر اجتہاد کی سخت ضرورت ہے تاکہ ایک صحیح اسلامی ریاستی، معاشی، معاشرتی، سماجی، اور علمی نظام تشکیل دینے کے لیے جامع منصوبہ بندی ہو سکے۔ وہ نکات جن کے لیے خصوصی توجہ درکار ہے وہ ہیں، رواداری، انسانی حقوق کا تحفظ بالخصوص حقوق نسواں، تعلیم اور سائنس وٹیکنالوجی کی جدید خطوط پر ترویج، صنعت و تجارت کی ترقی اور معاشی حکمتِ عملی جس کے تحت افراد کی بنیادی ضروریات پوری ہو سکیں، ہر شخص کو 18 سال کی عمر تک مفت تعلیم حاصل کرنے کا موقع ملے اور مفت علاج معالجہ کی سہولت دستیاب ہوں۔ اس کے ساتھ انسانی جان و مال اور عزت کا تحفظ، صحیح نظریہ جہاد اور حکمت عملی اور لوگوں کی تعمیر اخلاق کے لئے بھی ایک فعال حکمتِ عملی درکار ہے۔۔

لہٰذا یہ کام ایسے لوگوں کی جماعت سرانجام دے سکتی ہے جو قرآن وسنت، علم النفس، عصر حاضر کے علوم اور دنیا کے موجودہ سیاسی حالات اور دوسری طاقتوں کی حکمتِ عملی سے اچھی طرح واقف ہوں۔ اس طرح اسلام کی ایسی تصویر پیش ہو جو پوری نوع انسانی کے جسم اور روح میں اور پورے معاشرے میں سلامتی اور امن کا پیغام بن جائے اور اسلام ایک قابلِ رشک نظریہ کی حیثیت سے اُبھرے۔ یہ ذمہ داری بنیادی طور پر عالمی اسلامی تنظیم یعنی او آئی سی کی ہے لیکن ہر ایک ریاست بھی اپنے مخصوص حالات کے مطابق ایسے اقدام اٹھا سکتی ہے۔

Marfat.com

باب 4

جنگ کے ذریعہ جہاد (قتال)

کُتبَ علیکم القتال (302)

1 ۔ اصول برائے تحفظ جان

اسلامی نظریے کے مطابق انسان کی جان کی حفاظت ہر چیز پر مقدم ہے۔اس کے لئے اللہ تعالیٰ اصول وضع فرماتا ہے کہ

☆ ''جس شخص نے کسی ایک کو، بغیر اس کے کہ وہ کسی کا قاتل ہو یا زمین میں فساد پھیلاتا ہو، قتل کیا تو گویا اس نے ساری انسانیت کو قتل کیا اور جس نے کسی ایک کی جان بچائی اس نے گویا ساری انسانیت کو بچایا (228)۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

☆ ''قیامت کے دن بندے سے سب سے پہلے جس چیز کا حساب لیا جائے گا وہ نماز ہے اور پہلی چیز جس کا فیصلہ لوگوں کے درمیان کیا جائے گا وہ خون کے دعوے ہیں'' (303)۔

مقاصد جنگ: جنگ انسانی فطرت کا حصہ ہے۔اس لیے اس کا وجود انسانی تاریخ کی ابتدا سے ہے۔ماضی میں جنگ اکثر ذاتی مقاصد کی خاطر طاقت کا استعمال، ظلم اور خونریزی کی تصویر تھی۔اسلام نے اس کو اخلاقی قدروں میں پروتے ہوئے اس کا مقصد ظلم و فتنہ اور جارحیت کا

Marfat.com

تدارک جو انسانی سلامتی کے لیے خطرناک بیماریاں ہیں، تحفظِ جان، امن اور آزادی کی حفاظت اور حق کی بالادستی قرار دیا۔ ایسے جہاد کا تصور ہر ملک اور قوم میں پایا جاتا ہے خواہ وہ ملکی قانون، فقہی مسائل یا علمی سوچ کی شکل میں ہو۔ اس لیے آج تک کوئی مذہب یا تہذیب، انسانی معاشرے سے جنگ کو خارج کرنے کے قابل نہیں ہو سکی۔ اس لیے اسلام جنگ کی اجازت بطور ایک فرض کے انسانی زندگی کی حقیقی اقدار اور آزادی کی حفاظت کے لیے دیتا ہے۔ قرآن مجید میں اس کے لیے قتال کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

تاریخ گواہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اور خلفائے راشدین کے غزوات ان لوگوں کے خلاف تھے جو بنی نوع انسان کو ضمیر کی آزادی سے محروم کر دینا چاہتے تھے۔ اُس دَور میں جتنی بھی لڑائیاں لڑی گئیں صرف اللہ کی راہ میں تھیں جن میں کوئی ذاتی مقصد، دولت کی خواہش یا سلطنت کی توسیع نہ تھی بلکہ ان کا مقصد بڑا واضح تھا جو درج ذیل حوالہ جات سے ظاہر ہے۔

1) دفاع (304)

2) دین کی آزادی (305)

3) ظلم، فتنہ اور جارحیت کا سدِ باب (306)

4) امن کا استحکام (307)

اسلام تلوار سے نہیں حُسنِ خُلق سے پھیلا: جہاد کے حوالے سے آج مغرب میں یہ غلط تصور ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا۔ اللہ تعالیٰ صاف صاف الفاظ میں حکم دیتا ہے کہ دین میں زبردستی نہیں کیونکہ ہدایت یعنی سیدھی راہ گمراہی سے ممتاز کر کے دکھائی جا چکی ہے (308)

''ہر شخص اپنے فیصلہ کا خود ذمہ دار ہے اور اللہ تعالیٰ نے سب انسانوں کے لیے کتاب برحق نازل فرما دی اب جو سیدھا راستہ اختیار کرے گا وہ اپنے لیے کرے گا اور جو بھٹکے گا، اس کے بھٹکنے کا وبال اسی پر ہوگا (309)۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ ''انہیں اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھے طریقے سے پند و وعظ کے ساتھ بلائیں اور بحث بھی اس طریقے سے کریں جو بہترین ہو'' (310) ''اور نصیحت کیے جاؤ کیونکہ آپ صرف نصیحت کرنے والے ہیں ان پر داروغہ نہیں'' (311) ''اور نہ ہی ان کی ہدایت آپ کے ذمہ ہے'' (312)۔ ''آپ کے اوپر صرف پیغام پہنچانے کی ذمہ داری ہے اور حساب لینے والے ہم خود ہیں (313)۔ (لیکن جو نہیں مانتے ان سے) کہہ دیجئے کہ تمہارے لیے تمہارا دین اور میرے لیے میرا دین (314)۔

رسول اللہ ﷺ نے عملی طور پر بھی دین کو پھیلانے کی خاطر کوئی جنگ نہیں لڑی اور نہ کسی کو اس حوالے سے خون بہانے کی اجازت فرمائی۔ تاریخ گواہ ہے کہ مسلمان ریاستوں میں، باوجود طاقت ہونے کے، ہر ایک آدمی کو اپنے اپنے دین کی ہمیشہ سے آزادی رہی ہے جو آج بھی ہے۔

اسلام کی طرف دعوتِ دین، عقلِ سلیم اور ٹھوس منطق کی بنیاد پر دی جاتی ہے اور ہمیشہ رواداری کا پاس رکھنے کا حکم ہے۔ لیکن جب بھی ظلم اور فتنہ کے تدارک کے لیے طاقت کے استعمال کی نوبت آئے تو خود غرضی اور مفاد پرستی سے بالاتر ہو کر صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کا حکم ہے۔

2۔ حالات برائے جنگ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

☆ ''تم پر قتال فرض کیا گیا ہے بیشک وہ تمہیں ناگوار گزرے''۔۔۔۔۔۔۔

اگر جہاد کے اس حکم کو دیکھا جائے تو ذہن میں فوراً خیال ابھرتا ہے کہ یہ جارحیت کا حکم ہے جبکہ حقیقت اس سے بالکل مختلف ہے۔ اس حکم کا پس منظر یہ ہے کہ تیرہ سال کے طویل عرصہ تک مشرکین مکہ مسلمانوں پر صرف اس وجہ سے کہ وہ ایک اللہ کا نام لیتے تھے، ان گنت سخت ترین ظلم و ستم

Marfat.com

ڈھاتے رہے۔ ایسی مثالیں بھی ہیں جن میں نومسلموں کو زنجیروں سے باندھ کر سخت تپتی دھوپ میں جلتے ہوئے پتھروں پر گھسیٹتے یا ٹانگوں کو علیحدہ علیحدہ اونٹوں سے باندھ کر درمیان سے چیر دیتے لیکن اس کے باوجود مسلمانوں کو صبر کرنے اور نہ لڑنے کا حکم تھا۔ صحابہ کرامؓ اجازت مانگتے لیکن آپ ﷺ ان کو صرف صبر و تحمل اور برداشت کی تلقین فرماتے تا کہ ان کا تزکیہ ہو۔ یہ ان کا نفس کے خلاف جہاد تھا۔

جب اس ظلم وستم کی نوبت رسول اکرم ﷺ کے قتل کے منصوبے تک پہنچی تو آپ ﷺ اپنے صحابہ کے ہمراہ چھپتے چھپاتے بے سروسامان، تکلیفیں برداشت کرتے مکہ سے قریباً پانچ سو کلو میٹر کے فاصلے پر مدینہ ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے۔ جب وہاں بھی کفار مکہ نے پیچھا نہ چھوڑا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کے لیے پہلی بار جنگ کی اجازت ملی۔ اس کے بعد وہ آیات نازل ہوئیں جن میں جنگ سے متعلق قواعد دیئے گئے۔ جن کا ذکر درج ذیل ہے۔ اس کے بعد اوپر والی آیت، جس میں جنگ فرض کی گئی، نازل ہوئی۔ ارشاد باری تعالی ہے:

☆ ''اجازت ہے ان لوگوں کو، جن کے خلاف جنگ کی جا رہی ہے، کیونکہ وہ مظلوم ہیں۔ اس لیے اللہ ان کی مدد پر ضرور قادر ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے گھروں سے ناحق نکال دیئے گئے صرف اس قصور پر کہ وہ کہتے ہیں ہمارا رب اللہ ہے۔ اگر اللہ ایک دوسرے کے ذریعہ دفعہ نہ کرتا تو خانقاہیں، گرجے، معبد، مسجدیں، جن میں اللہ کا کثرت سے نام لیا جاتا ہے سب مسمار کر ڈالی جاتیں'' (315)۔

اس آیت میں ہر قسم کی عبادت گاہوں کے تحفظ سے مراد ان سب جگہوں کی حفاظت ہے جہاں اللہ کا نام لیا جاتا ہے اور یہ کہ لوگوں کو ان کے گھروں سے نکال دینا ظلم ہے۔ اگر یہ اجازت نہ ہوتی تو اس دنیا کا نظام درہم برہم ہو جاتا اور تمام مقدس مقامات دنیا سے مٹا دیئے جاتے اور لوگ ظلم کا نشانہ بنتے رہتے۔ گویا اس اجازت کا مقصد نیکی کا تحفظ اور ظلم کا تدارک ہے جس سے کوئی بھی صاحب فراست شخص انکار نہیں کر سکتا۔ اس آیت سے متعلق ایک اور قابل ذکر بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے

Marfat.com

انتظامات کی تخصیص صرف مسلمانوں کے لیے نہیں کرتا بلکہ ہر عبادت گاہ کے تحفظ کے لیے فرماتا ہے جس سے ہر مذہب کے پیروکاروں کے لیے اللہ کی عبادت کا حق محفوظ رہے۔ اس اجازت کے بعد جو حکم جنگ کے لیے ملا اس میں جنگ کے بارے قواعد بھی دیئے گئے۔

3 ۔ قواعد و آدابِ جنگ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

☆ ''اللہ کی راہ میں لڑو ان سے جو تم سے لڑتے ہیں اور حد سے نہ بڑھو کیونکہ اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا اور کافروں کو جہاں پاؤ مارو اور جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا تھا انہیں نکال دو۔ ان کا فساد تو قتل سے بھی سخت ہے۔ مسجد حرام کے پاس ان سے نہ لڑو جب تک وہ تم سے وہاں نہ لڑیں اور اگر وہ تم سے لڑیں تو انہیں قتل کرو۔ کافروں کی یہی سزا ہے۔ پھر اگر وہ باز رہیں تو بیشک اللہ بخشنے والا ہے۔ ان سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فتنہ باقی نہ رہے اور ایک اللہ کی عبادت کرو۔ پھر اگر وہ باز آ جائیں تو زیادتی نہ کرو مگر ظالموں پر۔ ماہ حرام کے بدلے ماہ حرام اور ادب کے بدلے ادب ہے جو تم پر زیادتی کرے اس پر زیادتی کرو اتنی ہی جتنی اس نے کی اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ متقیوں کے ساتھ ہے'' (316)۔

پس جنگ کی یہ اجازت ان کے لئے تھی:

1 ۔ جنہوں نے لڑنے میں پہل کی۔

2 ۔ جنہوں نے مسلمانوں کو ان کے گھروں سے نکال دیا تھا۔

3۔ جو فساد کرتے تھے۔

اس اجازت کے ساتھ انسانیت کے اصولوں پر منحصر سخت قسم کے قواعد بھی دیئے تا کہ کسی

Marfat.com

قسم کی زیادتی بھی نہ ہو۔

مبصرین کا غلط تاثر: کچھ مبصرین قرآن مجید کی ان آیات سے کچھ فقرے متن سے علیحدہ پیش کر کے جنگ کے احکام کے بارے میں غلط تاثر پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو کہ دیانت کے تقاضوں کے خلاف ہے؛ مثلاً اگر اوپر دیئے گئے جنگ کے قواعد کے بارے میں حکم میں سے صرف چند الفاظ کو ان کے متن سے علیحدہ کر کے پیش کیا جائے جیسے "اور کافروں کو جہاں پاؤ مارو" تو اس سے ایک بالکل غلط تصور پیدا ہوتا ہے جو قرآن کے مدعا سے متضاد ہے۔ اس طرح کی اور بھی مثالیں ہیں۔ کچھ لوگ، خاص طور پر مغرب کے مبصرین یہی کرتے آئے ہیں اور وہ ثابت کرنے کو کوشش کرتے ہیں کہ اسلام میں جہاد سے مراد صرف کافروں کا قتل ہے۔ اس طرح چند مسلمان بھی جہاد کے بارے میں قرآن مجید یا احادیث مبارکہ سے احکامات کا غلط مطلب نکال کر تشدد کو ہاتھ میں لیتے ہیں۔

بہر حال ایسے قواعد جو جنگ کے لئے اس اجازت میں دئے گئے ہیں آج تک کوئی مذہب، معاشرہ اور نہ کوئی ملک دے سکا ہے۔ جنگ کے ان قواعد دینے کے بعد جنگ کے ذریعہ جہاد کے فرض ہونے کا حکم نازل ہوا جس کا متن یہ ہے:

☆ "تم پر قتال فرض کیا گیا بیشک وہ تمہیں ناگوار گزرے۔ ہوسکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں ناگوار ہو اور وہی تمہارے لیے بہتر ہو اور ہوسکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں پسند ہو اور وہی تمہارے لیے بُری ہو۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو تم نہیں جانتے" (302)۔

جنگ کرنے کے لئے خصوصی حالات کا تعین:

اللہ تعالی خاص طور پر درج ذیل حالات میں جنگ کی اجازت فرماتا ہے:

Marfat.com

1۔ فتنہ اور ظلم کے خلاف جنگ:

اسلام میں ایسی جارحیت اور فتنہ کے خلاف جنگ کرنے کا حکم ہے، جو مسلمانوں پر اسلام قبول کرنے کی وجہ سے مسلط کی گئی ہو یا جس سے لوگوں کو اسلام قبول کرنے سے روکا جائے تا کہ فتنہ ختم ہو جائے۔ البتہ اگر دشمن فتنہ سے باز آ جائے اور توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا ہے(318)۔

ایسے مسلمان جو مظلوم ہیں اور کفار کے ہاتھوں بے بس پڑے ہیں ان کو ظلم سے بچانے کی خاطر اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے کہ

☆ ''تمہیں کیا ہوا کہ کمزور مردوں، عورتوں اور بچوں کو بچانے کے لیے نہ لڑو جو یہ دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں اس بستی سے نکال جس کے لوگ ظالم ہیں اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی حمایتی اور کوئی مددگار دے دے''(319)۔

ظاہر ہے کون ہے جو ایسے نہتے اور کمزور لوگوں کو ظالموں کے ظلم سے نہ بچانا چاہے گا۔

بہر حال جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ سے ظاہر ہے کہ قومی سطح پر جنگ کا فیصلہ ہمیشہ ریاستی حکمت عملی کے تحت ہوا کیونکہ ریاستوں کے درمیان جنگ نہ کرنے کے معاہدے ہوتے ہیں اور اسلام بین الاقوامی معاہدوں کی پابندی کا سختی سے حکم دیتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ

☆ اگر دشمن صلح پر مائل ہو جائے اور جنگ کرنے سے گریز کرے اور صلح کا معاہدہ کر لے تو معاہدہ کا احترام کیا جائے۔ بحالیکہ دشمن خود معاہدے کی خلاف ورزی کرے (320)۔

Marfat.com

2۔ معاہدہ کی خلاف ورزی پر جنگ:

رسول اللہ ﷺ بعثت کے بعد بائیس سال تک سب کو اسلام کی دعوت دیتے رہے۔ اس میں سے تیرہ سال مکہ میں مشرکین کی طرف سے تکالیف برداشت کیں اور ہجرت کے بعد کفار کے مدینہ پر چڑھائی کرنے پر غزوات اور سرایا کی صورت میں دفاع کیا۔ ان میں جنگِ احد اور جنگِ خندق خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں لیکن آپ ﷺ نے اسلام کا پیغام جنگ کی بجائے ہمیشہ سلامتی کے ساتھ دیا اور اس کو پھیلانے کے لیے جنگ نہیں کی۔ حتیٰ کہ بغیر جنگ کئے مکہ فتح ہو گیا۔

فتح مکہ سے پہلے مشرکین کا دستور تھا کہ وہ حرم پاک میں ننگے طواف کیا کرتے اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''ان کی نماز سیٹیوں اور تالیوں کی سوا کچھ نہیں تھی''۔ چونکہ مکہ مسلمانوں کے لیے قابل احترام مقام ہے لہٰذا فتح مکہ کے بعد کفار سے معاہدہ ہوا کہ وہ چار مہینے کے بعد مکہ آنا بند کر دیں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ: معاہدے کی مدت پوری ہونے کے بعد یا وہ اگر معاہدے کی خلاف ورزی کریں تو ''مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو''۔۔۔۔ ''اور اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز کے پابند ہو جائیں اور زکوٰۃ ادا کرنے لگیں تو تم ان کی راہیں چھوڑ دو'' (321)۔

مشرکین کی طرف سے معائدہ کی خلاف ورزی پر اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے کہ

☆ ''کیا تم ایسے لوگوں سے جنگ نہیں کرو گے جنہوں نے اپنے عہد و پیمان کی قسمیں توڑ ڈالیں اور اللہ کے رسول کو اس کے وطن سے نکال باہر کرنے کے منصوبے بنائے اور پھر تمہارے خلاف لڑنے کی پہل بھی انہی سے ہوئی (322)۔ کیا تم ان سے ڈرتے ہو؟ تو اللہ اس بات کا زیادہ سزاوار ہے کہ اس کا ڈر تمہارے دلوں میں ہو اگر تم مومن ہو''۔ اور جب جنگ کی ضرورت پڑے تو سب مل کر مشرکین سے جنگ کرو جیسے وہ سب مل کر تم سے جنگ کرتے ہیں۔ (323)۔

Marfat.com

درجِ بالا احکامات سے ظاہر ہے کہ یہ اخلاقی قدروں اور سیاسی بصیرت کے عین مطابق ہیں۔

3۔ جارحیت کے خلاف اقدامی جنگ:

اگر یہ معلوم ہو جائے کہ اسلام کی آزادی کو دشمن کی جارحیت سے خطرہ ہے جیسا کہ جنگ حنین کے واقعہ سے ظاہر ہے تو اسلام حفظِ ماتقدم کے اصول کے تحت اقدامی جنگ کا متقاضی ہے۔ لہٰذا اگر کسی مسلمان ریاست پر غیر مسلم ریاست کے جارحانہ عزائم سے یقین ہو جائے کہ وہ حملہ کرنے والے ہیں تو ریاست کا اقدامی جنگ کرنا مصلحت کے عین مطابق ہے تاکہ مسلمان فتنہ سے محفوظ رہیں۔

آدابِ جنگ

اسلام کے حضرت محمد ﷺ پر نزول سے پہلے جنگ کے طریقے بڑے وحشیانہ تھے۔ ان سے ہر شخص متاثر ہوتا۔ اسیران جنگ پر ایسے ظلم وستم ڈھائے جاتے جن کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ہاتھ، پاؤں، کان، ناک کاٹ دیئے جاتے، آنکھیں پھوڑی جاتیں، آگ میں زندہ جلایا جاتا، مختلف طریقوں سے تڑپا تڑپا کر مارا جاتا اور مردہ لاشوں کی بری طرح سے بے حرمتی کی جاتی۔ عورتوں کو ہوس کا نشانہ بنایا جاتا۔ بچوں اور بوڑھوں کو مار دیا جاتا اور خوب لوٹ مار اور غارت گری کی جاتی۔ ان ساری روایات کے برخلاف اسلام نے اصلاح کا علم بلند کیا۔ اس کے نظریہ کے مطابق جنگ وجدال انسان کو ناپسند ہے، اس لیے اس سے اجتناب کرنا چاہیے لیکن جب ظلم اور فتنہ وفساد، جو قتل سے بھی بدتر ہیں، حد سے بڑھ جائیں یا انسانی آزادی کو خطرہ ہو تو جنگ ضروری ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اور اس کے احکام کی روشنی میں آپ ﷺ نے انسانی قدروں کی حفاظت کے لیے جنگ کے بڑی وضاحت سے ایسے قواعد وضوابط دیئے جو آج تک انسانی تہذیب اپنے طور پر پیش نہیں کر سکی۔ اگرچہ پچھلی صدی میں خاص طور پر مغرب کی کوشش سے ایک معاہدہ ''جنیوا کنونشن'' کے نام سے طے پایا جس میں جنگ سے متعلق کچھ قواعد شامل ہیں لیکن وہ ان اصولوں سے کم تر ہیں جو اللہ

Marfat.com

تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے چودہ سو سال سے زیادہ عرصہ پہلے وضع فرما دیئے تھے۔ یہ کنونشن اس پر خاموش ہے کہ کن حالات میں جنگ کی اجازت ہے اور فوجیں کن ضابطوں کا خیال رکھیں۔ اس کے برعکس اسلام ان کے لیے تفصیل سے ضابطے وضع کرتا ہے۔

جنگی آداب کے لئے احکامِ الٰہی اور رسول اللہ ﷺ کے شرافت کے اصول

جنگی آداب کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کے درج ذیل احکام اور رسول اللہ ﷺ کے اقدامات ایسے ہیں جو انسانی ہمدردی اور رحم کی بے پایاں اور لازوال مثالیں قائم کرتے ہیں:

قواعد جنگ سے متعلق اوپر دی گئی آیات مبارکہ سے صاف ظاہر ہے کہ جنگ کے لیے بھی عدل پر مبنی قواعد دیئے گئے؛ مثلاً:

1۔ مظلوموں کے حقوق کی حفاظت:

ظالم کے ظلم سے بچانے اور مظلوموں کے حقوق کی حفاظت کے لیے جنگ کا حکم دیا گیا ہے۔

2۔ حد سے تجاوز نہ کرنا:

اس جنگ کے لیے بھی حد سے نہ بڑھنے کا حکم ہے اور زیادتی کو سختی سے منع کیا گیا ہے۔

3۔ ظلم سے بازی پر معافی:

اگر ظالم اپنے ظلم سے باز آ جائے تو اس کو معاف کرنے کی ترغیب ہے۔

4۔ زیادتی پر اتنا ہی جواب دینا:

مسجد حرام مسلمانوں کے لیے حرمت کی جگہ ہے۔ اس کے پاس لڑنے کی اجازت اس وقت ہے جب دشمن لڑیں کیونکہ فتنہ کا گناہ مسجد حرام میں لڑنے سے بھی بڑا گناہ ہے جس کا تدارک ضروری ہے۔ ماہ حرام وہ چار مہینے تھے جو حضرت ابراہیمؑ کے وقت سے امن کے مہینے مقرر تھے۔ ان میں لوگ عمرہ اور زیارتِ کعبہ کی غرض سے آتے۔ یہ ذکر اللہ تعالیٰ اس لیے فرماتا ہے تا

Marfat.com

کہ ان مہینوں کے ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے زیادتی کا صرف اتنا ہی جواب دیا جائے جتنی کسی نے کی ہو۔

تقویٰ اختیار کرنے کا حکم : اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا یعنی تقوی اور پرہیز گاری کا خاص خیال رکھنا ضروری ہے اور یہ حکم اکثر جگہ جنگ کے حکم کے ساتھ آیا ہے جیسے سورۃ توبہ میں ہے۔ لہٰذا درجِ ذیل احکام تقویٰ اور انسانی اخوت کی بنا پر بہت اہمیت کے حامل ہیں۔

1۔ اسیران جنگ پر احسان:

اسیران جنگ سے برتاؤ کے بارے میں حکم ہے کہ جب کفار پر فتح ہو جائے تو ان کو احسان کر کے چھوڑ دو یا فدیہ لے کر چھوڑ دو (324)۔ احسان تو احسان ہے لیکن فدیہ کا مقصد دراصل ان کے شہری ہونے کی حیثیت سے پڑنے والے اخراجات کا بدلہ ہے کیونکہ مفتوح قوم فتحیاب قوم کی رعایا قرار پاتی ہے۔

اسیران پر احسان کی ایک بہت اچھی مثال جنگِ بدر کا واقعہ ہے۔ آپ ﷺ کے مدینہ ہجرت کے دوسرے سال کفار مکہ مسلمانوں پر حملہ کی غرض سے ایک ہزار آدمیوں کے لشکر کے ساتھ جب مدینہ کے قریب پہنچے تو مسلمانوں کے تین سو تیرہ صحابہ کرامؓ پر مشتمل چھوٹی سی جماعت نے مقابلہ کر کے ان کو شکست دی اور بہت سارے کفار قید کر لیے۔ جب ان اسیران جنگ کو لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے تو مسلمانوں نے ان کو سواری دی اور خود پیدل چلے۔ پھر کچھ قیدیوں کو فدیہ ادا کرنے پر چھوڑ دیا اور جس کے پاس فدیہ نہ تھا اس کو فی قیدی مدینہ کے انصار کے دس بچوں کو لکھانے ، پڑھانے اور ہنر سکھانے پر چھوڑ دیا اور ظاہر ہے کہ یہ دنیاوی علم تھا۔ جو ان دونوں میں سے کچھ نہ کر سکتے تھے ان کو ویسے ہی چھوڑ دیا۔ پھر اس سے بھی بڑی مثال فتح مکہ ہے۔ اس فتح کے بعد رسول اللہ

Marfat.com

ﷺ نے کفار مکہ کو، جو تیرہ سال مسلمانوں پر ظلم و ستم ڈھاتے رہے اور کئی جنگیں بھی کیں، معاف کر دیا اور فرمایا "جاؤ تم آزاد ہو آج کے دن تم پر کوئی گناہ نہیں"۔

2۔ پیام صلح پر جنگ کی ممانعت:

منافقین بظاہر مسلمان تھے لیکن اندر سے کفار کے ساتھ ملے ہوئے تھے اور مسلمانوں کے خلاف خفیہ طور پر کارروائیوں میں ملوث رہتے۔ اللہ تعالیٰ ان منافقین کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ اگر وہ تم سے کنارہ کریں اور نہ لڑیں اور صلح کا پیام دیں تو ان سے جنگ نہ کرو (325) صرف یہ نہیں بلکہ ایسے لوگوں کے ساتھ احسان اور انصاف کرنے کا حکم ہے کیونکہ "اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے" (326)۔

3۔ پناہ مانگنے پر دشمن کی حفاظت:

دشمن کے پناہ مانگنے پر پناہ دینے اور اس کی حفاظت کے بارے میں ایک ایسا خوبصورت حکم ہے جس کی انسانی تاریخ میں مثال ملنا مشکل ہے۔ وہ یہ کہ

"اگر کوئی مشرک پناہ مانگے تو اسے پناہ دے دو تا کہ وہ اللہ کا کلام سنے اور پھر حفاظت کے ساتھ اسے اس کے امن کی جگہ پر پہنچا دو۔ یہ بات اس لیے ضروری ہوئی کہ یہ لوگ علم نہیں رکھتے" (327)۔

آج تک انسانی تاریخ میں کسی مذہب نہ کسی ملک وقوم نے اپنے دشمن کی اس حد تک مدد کی کہ نہ صرف پناہ دے دے بلکہ اس کو اس کے امن کی جگہ تک حفاظت سے پہنچا دے۔ دوسرے

Marfat.com

الفاظ میں یہ اسلام قبول کرنے پر مجبور کرنے کی ممانعت بھی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا جنگ میں شرافت کے اصولوں پر قائم رہنے کے احکام:

ان قواعد و ضوابط کے علاوہ، جن کا ذکر آچکا ہے، جنگ کے لیے رسول اللہ ﷺ نے شرافت کے اصول طے فرمائے جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

1) معاہدوں کی سختی سے پابندی کی جائے۔
2) بیماروں اور زخمیوں کی تیمارداری کی جائے۔
3) جو لوگ جنگ میں شریک نہیں ان کو ضرب نہ پہنچائی جائے۔
4) بوڑھوں، بچوں، عورتوں راہبروں اور گوشہ نشینوں کو نہ مارا جائے۔
5) درختوں اور کھیتوں کو نہ اجاڑا جائے۔
6) عمارتیں نہ گرائی جائیں۔
7) قیدیوں سے حسن سلوک کیا جائے۔
8) صرف اس سے جنگ کی جائے جو سامنے آکر مقابلہ کرے۔
9) شکست خوردہ دشمن کے معاملہ میں فوج لوٹ مار، قتل و غارت، لوگوں کی جان و مال اور گھروں پر حملے نہ کرے اور نہ عورتوں کی بے حرمتی کی جائے۔
10) لاقانونیت نہ پھیلائی جائے۔

آپ ﷺ نے جنگی معاملات کو نظم و ضبط کا پابند بناتے ہوئے لوگوں کو سپہ سالار کی اجازت کے بغیر کوئی بھی قدم اٹھانے سے سختی سے منع فرمایا اور سپہ سالار کی قیادت میں اس کی ہدایات کا پوری طرح پابند رہنے کا حکم فرمایا۔ اس کی ایک مثال عبداللہ بن جحش ؓ کی ہے جن کو ایک مہم پر روانہ کیا گیا لیکن انہوں نے وہاں نبی ﷺ کی اجازت کے بغیر لوگوں کو قیدی بنایا اور ان کی املاک پر قبضہ کرلیا۔

Marfat.com

آپ ﷺ نے اطلاع ملنے پر اس کی مذمت کی اور اس مال غنیمت کو ناجائز قرار دے دیا۔

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے خدا کی نافرمانی کی، جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔ امیر تو ایک ڈھال ہے جس کے پیچھے جنگ لڑی جاتی ہے اور جس سے حفاظت حاصل کی جاتی ہے"۔

خلیفہ رسول اللہ ﷺ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے آداب برائے جنگ

ان قواعد اور آداب کے علاوہ جن کا اوپر ذکر ہے حضرت ابا بکر صدیقؓ نے مسلمان فوج کو جنگ سے متعلق حکم دیتے ہوئے فرمایا کہ

"اے لوگو! رکو، تاکہ میں تمہیں میدان جنگ میں رہنمائی کے لیے اصول دے دوں

1۔ سازش کرو نہ سیدھے راستے سے ہٹو۔

2۔ **لاشوں کا** مثلہ مت کرو۔

3۔ کسی بچے، عورت یا عمر رسیدہ کو قتل نہ کرو۔

4۔ درختوں کو نقصان پہنچاؤ نہ انہیں جلاؤ، بالخصوص وہ درخت جو پھلدار ہیں۔

5۔ دشمن کے کسی ریوڑ کو ذبح مت کرو مگر یہ کہ اپنی خوراک کے لیے ہو۔

6۔ تم ان لوگوں کے قریب سے گزرو گے جنہوں نے اپنی زندگی راہبانہ خدمات کے لیے وقف کر رکھی ہے، ان سے کوئی تعرض نہ کرو"۔

Marfat.com

4۔ جہاد کی تیاری کے احکامات:

رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین کے ادوار حکومت میں یہ جنگیں ریاستی حکمتِ عملی کے تحت لڑی گئیں اور اس کے لیے پوری قوم کو تیار کیا گیا۔ اس تیاری کے لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

☆ ”اے ایمان والو! تمہیں کیا ہوا جب تم سے کہا جائے کہ خدا کی راہ میں کوچ کرو تو بوجھ کے مارے زمین پر بیٹھ جاتے ہو۔ کیا تم نے دنیا کی زندگی آخرت کے بدلے پسند کر لی؟ اور دنیا کی زندگی کا اسباب آخرت کے سامنے مگر تھوڑا ہے۔ اگر کوچ نہ کرو گے تو تمہیں سخت سزا دی جائے گی اور تم پر ایسی قوم مسلط کر دی جائے گی جس کا تم کچھ نہ بگاڑ سکو گے (328)۔

☆ ”جہاں تک تمہارا بس چلے تم لوگ زیادہ سے زیادہ طاقت اور تیار گھوڑے مقابلہ کے لیے مہیا رکھو تا کہ ان کے ذریعہ اللہ کے اور اپنے دشمنوں اور دوسرے اعداء کو خوفزدہ کرو جنہیں تم نہیں جانتے مگر اللہ جانتا ہے“ (329)۔

☆ ”مقابلے کے لیے ہر وقت تیار رہو پھر جیسا موقع ہو الگ الگ یا دستوں کی شکل میں یا اکٹھے ہو کر نکلو“ (330)۔

☆ ”اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں اس طرح صف باندھے ہوئے جم کر لڑتے ہیں گویا وہ ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں“ (331)۔

☆ ”اور دیکھو حوصلہ نہ ہارنا اور نہ کسی طرح کا غم کرنا اگر تم (واقعی سچے) مومن ہو تو تم ہی غالب رہو گے“ (332)۔

Marfat.com

☆ "وہی تو ہے جس نے پیغمبر کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ اسے ہر دین پر غالب کرے خواہ مشرکین کو برا ہی لگے" (333)۔

آج بھی ہر ریاست جنگ کے لئے ممکنہ حد تک سخت سے سخت انتظامات کرتی ہے۔ بہر حال ان آیات سے صاف ظاہر ہے کہ قوم کے اندر طاقت، اتحاد اور نظم وضبط کا ہونا بہت ضروری ہے۔ یہ اسی وقت ممکن ہے جب قوم کا ہر فرد اپنا کام، جس کی اس پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے، دیانت داری اور محنت سے کرے خواہ وہ کسی ادارے کا مالک ہو یا ملازم، صنعت کار ہو یا تاجر، کسان ہو یا مزدور، طالب علم ہو یا استاد، گھر میں ماں ہو یا باپ، جن کی ذمہ داری بچوں کی تعلیم وتربیت ہے، غرضیکہ اس طرح ہر شخص جہاد میں حصہ لیتا ہے کیونکہ جنگیں افراد نہیں قومیں لڑا کرتی ہیں۔

موجودہ دور میں لڑائی کے لیے وہ میدان جنگ رہے ہیں نہ جنگ کے طریقے۔ لہٰذا جہاد کی وہ شکل نہیں رہی جو پہلے تھی جب ہر شخص میدان جنگ میں تلوار سے لڑائی کرتا تھا۔ اب جنگ ایک زبردست سائنس اور آرٹ بن چکی ہے جو میزائلوں، جہازوں اور ٹینکوں سے تربیت یافتہ پروفیشنل فوجیں لڑتی ہیں اور جس کا فیصلہ ریاست کرتی ہے۔ لوگوں کا جہاد، قوم کی ترقی کے لیے دن رات دیانت داری کے ساتھ محنت کرنا ہے تا کہ قوم مضبوط اور طاقتور بن سکے۔ اس کے ساتھ اپنے آپ کو شہری دفاع سول ڈیفنس اور ریاست کی مدد کے لیے تیار رکھنا ہے۔

5۔ قتال کی عملی شکل

اگرچہ اللہ تعالیٰ جہاد کے لیے اصول وضع فرماتا ہے لیکن اس کی عملی شکل معلوم کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدین کی حیات طیبہ کے مطالعے اور ان کی ریاستی حکمت عملی سے نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے۔ اس سے ایک بات صاف ظاہر ہے کہ ان ادوار میں کسی شخص نے انفرادی طور پر

Marfat.com

جنگ کا راستہ اختیار کیا نہ کسی قسم کے تشدد کو ہاتھ میں لیا نہ ہی اصحابہ کرامؓ میں سے کسی نے خودکش حملوں کو اپنایا۔ لوگوں کی ذاتی یا قومی ملکیت کو توڑ پھوڑ کے ذریعہ نقصان پہنچانا بھی اسلام کی روح کے خلاف ہے۔ جنگ کے ذریعہ جہاد کا فیصلہ ہمیشہ ریاستی حکمت عملی کے تحت ہوا۔ لہٰذا جہاد کا اطلاق اس طرح نہیں ہوتا کہ کوئی بھی شخص اپنے ہی لوگوں کا قتل شروع کر دے یا خودکش حملوں سے اپنی یا دوسروں کی محرومیوں کا اظہار کرے جیسا کہ آج کل کچھ لوگ کر رہے ہیں۔ ایسی جنگیں صرف اور صرف ریاستی فیصلے اور ملکی حکمتِ عملی کے تحت لڑی جاتی ہیں۔

6۔ بے جا قتل کی مزمت

اسلام کی نظر میں جنگ کے ذریعے جہاد دراصل برائی، فتنہ، ظلم اور جارحیت کو ختم کرتے ہوئے حقوق انسانی کے تحفظ کے لیے سماجی، معاشرتی اور معاشی عدل کا ذریعہ اور آزادی، امن اور سلامتی کی خاطر ایک اصلاحی عمل ہے۔ لہٰذا قتال کے لیے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ انسانی زندگی کے تحفظ کے لیے اصول وضع فرماتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ بے جا قتل کی ممانعت فرماتے ہوئے سخت الفاظ میں مذمت بھی کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

☆ ”جو کوئی کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کا بدلہ جہنم ہے جہاں وہ مدتوں رہے گا اور اللہ نے اس پر عذاب کیا اور اس پر لعنت کی اور اس کے لیے بڑا عذاب رکھا ہے۔ اے ایمان والو! جب تم اللہ کے راستے میں نکلو تو تحقیق کر لو اور جو تمہیں سلام کرے اسے یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں“ (334)۔

گویا اگر کسی شخص کے بارے میں اس کے صرف سلام کرنے کی وجہ سے شائبہ بھی ہو جائے کہ وہ مسلمان ہے تو اسے بھی قتل کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ

Marfat.com

☆ جب دو مسلمان اپنی تلواروں کے ساتھ ملاقات کریں (یعنی قتال کریں) تو قاتل و مقتول دونوں دوزخی ہیں۔۔۔ مقتول بھی اس لیے دوزخی ہے کیونکہ وہ حریف کے قتل کا شائق تھا اور فرمایا جب میں چلا جاؤں تو ایک دوسرے کا خون کر کے کافر نہ بن جانا۔

☆ مسلمان کو گالی دینا بے دینی ہے اور قتل کرنا کفر ہے (96)۔

☆ اگر آسمان و زمین والے سب کے سب کسی مومن کے قتل کرنے میں شریک ہوں تو بھی اللہ تعالیٰ ان سب کو اوندھے منہ جہنم میں ڈال دے گا (171)۔

اوپر دیئے گئے حوالہ جات سے یہ بات صاف ظاہر ہے کہ دہشت گردی کے ذریعہ قتل و غارت اور خودکش حملوں سے لوگوں کا قتل قرآن و سنت کی صریحاً خلاف ورزی ہے۔

خودکشی کی مذمت

اللہ تعالیٰ خودکشی سے بھی منع فرماتے ہوئے حکم دیتا ہے کہ "اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو" (335)۔ رسول اللہ ﷺ نے خودکشی کرنے والوں کو دوزخی فرمایا۔ اس سے متعلق ایک روایت ہے کہ ایک دفعہ میدان جنگ میں ایک صحابیؓ بڑی بہادری سے کفار کے خلاف لڑتے لڑتے بُری طرح زخمی ہو گئے۔ آخر کار زخموں کی تاب نہ لا۔تے ہوئے انہوں نے اپنی ہی تلوار پیٹ میں گھونپ کر اپنی زندگی کا خاتمہ کر لیا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ دوزخی ہے کیونکہ اس نے اپنی جان خود لے لی (96)۔

آپ ﷺ نے فرمایا

☆ "تم میں سے ایک شخص تھا اُسے کچھ زخم لگ گیا تھا جس سے وہ بیقرار ہو گیا اور اُس نے ایک چھری لے کر اپنا ہاتھ کاٹ ڈالا اور خون بند نہ ہوا یہاں تک کہ مر گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے بندے نے اپنی جان لینے میں عجلت کی، لہٰذا میں نے بھی جنت کو اُس پر حرام کر دیا" (336)۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "قیامت کے روز جس کا سب سے پہلے

Marfat.com

حساب ہوگا وہ قتل کے بارے میں ہوگا"۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات سے صاف ظاہر ہے کہ مسلمان کا کسی مسلمان کو قتل کرنا یا خودکشی کرنا، جیسا کہ آج کل خودکش حملوں کے ذریعے ہو رہا ہے، اتنا گناہِ عظیم ہے جس کی سزا نہ صرف جہنم ہے بلکہ ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

. جہادیوں کے بارے میں ایک جائزہ

اگر چہ اسلام میں جہاد کا تصور انسانی بقاء، حفاظت اور آزادی کا تصور ہے لیکن اس کی غلط توجیہات کی بناء کچھ لوگ اسے دہشت گردی کی شکل میں پیش کر رہے ہیں۔ اس صورت حال کا جائزہ ایک محقق سہیل عباس نے اپنی تحریر میں پیش کیا ہے جو ایک بہت عمدہ تحقیق ہے۔ انہوں نے پانچ سو سے زیادہ جہادیوں کا انٹرویو کیا جو جہاد سے بچ کر واپس آئے ہوئے تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے عام سکولوں سے تھوڑی بہت تعلیم حاصل کی ہوئی تھی لیکن ان کا ذہنی معیار ان کی تعلیمی درجے سے کم تھا۔ انہیں جہادی تنظیموں اور مخصوص خیالات رکھنے والی جماعتوں اور لوگوں نے جذباتی سطح پر متاثر کیا تھا جو آج کل بھی کچھ لوگ کر رہے ہیں۔ یہ سوچ افغانستان میں روس سے جنگ کے وقت سے تعلیمی نصاب میں تبدیلی کے نتیجہ میں پیدا ہوئی اور ملک میں غربت اور حالات میں خاطر خواہ مثبت تبدیلی نہ ہونے کی وجہ سے اس سوچ کو ہوا ملتی رہی۔ بہر حال یہ جہادی اب جہاد سے مایوس ہو کر اپنی اور اپنے خاندان کی بہتری کے لیے کام کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں جو ایک نہایت خوش آئند بات ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ان کے خاندان والوں نے اور ان تنظیموں اور لوگوں نے جنہوں نے جہاد کے لیے تیار کیا تھا، چھوڑ دیا ہوا ہے اور اب وہ مایوسی کا شکار ہیں۔ ان میں زیادہ تر کو اپنے پچھلے فیصلوں پر پچھتاوا ہے۔

یہ ایسے لوگ ہوتے ہیں جنہیں اپنے محدود حلقے میں رہنے کی وجہ سے دنیا کے حالات جاننے کا موقع نہیں ملتا اور جہاد کی غلط توجیح کو حقوق اللہ تصور کرتے ہیں اور حقوق العباد سے بے پروا ہوتے ہیں۔ پھر کچھ ایسی جماعتیں ہیں جو ملک میں اپنی ہی سوچ کے اسلام کی حکومت قائم کرنے کی خواہاں ہیں جس کے لیے وہ جہادی ذہن تیار کرتی ہیں۔

Marfat.com

اس تجزیے کے پیش نظر اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ قرآن وسنت کی روشنی میں جہاد کے صحیح تصور اکی وسیع پیمانے پر اشاعت کی جائے اور پرنٹ اور الیکٹرنک میڈیا اور تعلیمی اداروں اور مساجد کو استعمال میں لایا جائے جس سے امید کی جاسکتی ہے کہ تشدد کے واقعات کم ہو جائیں۔ ان سے نہ صرف خود مسلمانوں کو نقصان پہنچ رہا ہے بلکہ غیر مسلم دنیا میں اسلام کے بارے میں غلط تصورات پیدا ہور ہے ہیں۔

7۔ مسلمانوں میں رواداری کی مثالیں

رسول اللہ ﷺ کے وقت کفار سے جتنے بھی غزوات لڑے گئے ان میں مسلمان اور مشرکین دونوں اطراف سے صرف 1018 لوگ کام آئے۔ اس کے برعکس بیسویں صدی کی عیسائیوں کی پہلی جنگ عظیم میں ایک اندازے کے مطابق دو کروڑ اور دوسری جنگ عظیم میں تین کروڑ سے زیادہ لوگ مارے گئے اور ان سے کئی گنا سے زیادہ تعداد میں زخمی ہوئے۔ سپین میں مسلمانوں نے آٹھ سو سال حکومت کی لیکن کسی کو مذہب تبدیل کرنے پر مجبور نہ کیا گیا جبکہ سپین پر عیسائی قبضہ کے بعد تمام مسلمانوں کو نکل جانے کا یا عیسائیت قبول کرنے کا حکم تھا۔ یورپین مصنفین کی تحریروں کے مطابق مسلمانوں پر بے انتہا ظلم وجبر کیے گئے۔ عرب ممالک میں چودہ سو سال سے مسلمان حکومت کر رہے ہیں جہاں آج قریباً ڈیڑھ کروڑ غیر مسلم آباد ہیں۔ اسی طرح ہندوستان میں قریباً ہزار سال مسلمانوں کی حکومت رہی جب کہ وہاں پچاس کروڑ سے زیادہ غیر مسلم آباد تھے۔ اگر اسلام تلوار کے بل بوتے پر پھیلا ہوتا تو یہ سب لوگ مسلمان ہو گئے ہوتے۔ ایک اور مثال جس سے مسلمانوں کی انسان دوستی اور رواداری کا ثبوت ملتا ہے قرون وسطیٰ کی صلیبی جنگیں ہیں۔ ان جنگوں میں کامیابی کے بعد جب عیسائی بیت المقدس میں داخل ہوئے تو ستر ہزار مسلمانوں کو ذبح کیا گیا، عورتوں کی عصمت دری کی گئی اور بچوں کو تیغوں پر چڑھایا گیا لیکن جب صلاح الدین ایوبی نے بیت المقدس عیسائیوں سے واپس لیا تو عام معافی کا اعلان کر کے دشمنوں کو وہاں سے بحفاظت واپس جانے کی اجازت دے دی گئی۔

Marfat.com

8۔ مسلمانوں میں تبدیلی کے لیے جہاد

آج مسلمانوں پر فرض عائد ہوتا ہے کہ اپنی کھوئی ہوئی فضیلت کو حاصل کرنے کے لیے اپنے اندر مثبت تبدیلی لانے کے لیے جہاد کریں۔ ہزار میل کے سفر کا آغاز ہمیشہ پہلے قدم سے ہوتا ہے۔اس لیے پہلا قدم سنت مصطفویٰ ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے ''میثاق مدینہ'' کی روشنی میں سب کو متحد ہونا ہے۔ یہ اتحاد گاؤں کی سطح سے شروع کر کے تحصیل، ضلع، صوبہ، ملک اور پوری ملت اسلامیہ تک پھیل سکتا ہے۔ اگر آج بھی مسلمان دل سے تہیہ کرلیں کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے احکام کی تعمیل کرتے ہوئے متحد ہو کر تزکیہ نفس اور اپنے کردار و اخلاق میں مثبت تبدیلی کے ساتھ زندگی کے مقصد کی تکمیل کے لیے اپنے آپ کو تیار کرنا ہے جس کے لیے ان کی تخلیق ہوئی، تو کوئی وجہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مدد سے سرخروئی حاصل نہ ہو۔ آج بھی مسلمانوں میں جذبہ موجود ہے جس کی بناء پر امید واثق ہے کہ وہ دنیا میں اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کر سکتے ہیں۔

نہیں ہے ناامید اقبال اپنے کشت ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

گرم ہو جاتا ہے جب محکوم قوموں کا لہو
تھرتھراتا ہے، جہانِ چارسُو و رنگ و بو
پاک ہوتا ہے ظن و تخمیں سے انساں کا ضمیر
کرتا ہے ہر راہ کو روشن چراغ آرزو
اقبالؒ

Marfat.com

حوالہ جات۔روح اسلام اور امن

1۔ حجر 29 : 15
2۔ نساء4 : 1
3۔ حود11 : 90
4۔ بقرۃ 2 : 165
5۔ بقرۃ2 : 30- 34
6۔ تین 95:6-1 سجدہ32:9-7
حجر15 :29
7۔ شمس91 : 9-8بلد90: 10
ملک67:2حود 11: 7
دھر15: 29
8۔ بقرہ2 29 جاثیہ45;13
9۔ بنی اسرائیل 17 : 70
10۔ سیرۃ نبوی پر ایک محققانہ نظر؛
خلیفہ محمد سعیدؒ، دالتصنیف
والنشر آلومہار، سیالکوٹ
11۔ ال عمران3 : 19
12۔ طٰہ 20 : 123
13۔ اعراف7:158سبا34:28
جمعہ3:62
نساء4:79، 170:4
14۔ شوریٰ 13:42
15۔ بقرہ126:2
16۔ ال عمران 19:3
17۔ ال عمران64:3
18۔ بقرہ285:2
19۔ انبیاء 107:2
20۔ قلم 68 : 4
21۔ احزاب 33 : 21
22۔ مائدہ5:3احزاب40:33
23۔ ترمذی، مسند احمد
24۔ بقرۃ285:2،
نساء 152,136:4
ال عمران 14:3
25۔ نور 55:24 تین1-6:95،
عصر1-3:103
26۔ ذاریات51 : 56
27۔ بقرہ 2 : 21
28۔ طٰہ 20 : 116-122
29۔ نحل 16 : 87
30۔ مائدہ9:5، یونس 9:10
احزاب31:33، سبا37,4:34
31۔ حم سجدہ41 : 8
اشقاق 84 : 25
32۔ قصص67:28 محمد 47 :2
33۔ نور56:24، جاثیہ30:45
34۔ طٰہ75:20
35۔ شوریٰ 23:42
36۔ بقرۃ277,112، مائدہ69:5
37۔ شوریٰ 26:42
38۔ بینہ 7:98
39۔ حم سجدہ 8:41 اشقاق 25:84
تین 95 : 6
40۔ مسند شافی
41۔ بخاری مسلم
42۔ حجرات14:49
43۔ حشر 23:59
44۔ اعراف180:7
45۔ لقمان27:31
46۔ بقرہ255:2، انعام103:6
47۔ فرقان2:25
48۔ بروج 14:85
49۔ بقرہ186:2
50۔ انعام54,12
51۔ بقرہ156
52۔ بقرہ163:2، انعام102:6،
مومنون116:23
مومن62:40،
زخرف84:43، حشر22:59
53۔ بقرہ255:2
54۔ احزاب45-47:33
55۔ بخاری
56۔ نجم3-4:53
57۔ ال عمران31:3
58۔ طلاق11:65
59۔ مائدہ15-16:5
60 توبہ33:9
الصف9:61
61۔ فاتحہ6:1
62۔ ق16:50
63۔ حدید4:57
64 نساء126:4

Marfat.com

65۔ روح نماز
66۔ بقرہ78:2
67۔ بقرہ222:2
68۔ اعلیٰ14-15:87
69۔ طٰہٰ14:20
70۔ اعراف31:7
71۔ مدثر4:74
72۔ اعراف204-205:7
73۔ بقرہ238:2
74۔ اعراف29:7
75۔ مومنوں2:23
76۔ بخاری،مسلم
77۔ بقرہ43:2
78۔ ابوداؤد،مشکواۃ شریف
79۔ مسلم
80۔ صف2-3:61،بقرہ44:2
81۔ مسند احمد
82۔ عنکبوت45:29
83۔ نسا142:4
84۔ ابوداؤد
85۔ بیہقی
86۔ بقرہ183:2
87۔ حجرات12:49
88۔ احمد
89۔ ابن ماجہ
90۔ بخاری ومسلم
91۔ بقرہ253:2
92۔ توبہ103:9
93۔ لیل17-18:92

94۔ ال عمران92:3،حدید7:57
،بقرہ277,274:2،
نور37:24
95۔ ال عمران180:3
96۔ مسند شافی،تاریخ کبیر بخاری،
مسند حمیدی
97۔ نسا38:4
98۔ بخاری ومسلم
99۔ لیل19:92،بقرہ 215,273
267,264, 262:2
100 اسلامی معیشت پروفیسر محمد نواز خان،
نیو بک پیلس
101 توبہ60:9
102 بقرہ272:2
103 العاص
104 ترمذی
105۔ ال عمران96:3
106۔ ال عمران96-97:3
107۔ حج37:22
108۔ بیہقی
109۔ سنن ابن ماجہ
110۔ بقرہ285,136:2
،نسا152,136:4
،ال عمران114:3
111۔ بخاری ومسلم
112۔ حجرات15:49
113۔ مومنوں2-9:23،معارج
32:7
114۔ ال عمران17:3

115۔ مومنوں61:23
116۔ فرقان64:25
117۔ بقرہ165:2،احزاب6:23
118۔ بقرہ257:2
119۔ ابوداؤد
120۔ بخاری
121۔ مسلم
122۔ مستدرک حاکم
123۔ سنن ابی داؤد
124۔ مائدہ54:5
125۔ انعام6 :54
126۔ شوریٰ 42 :30،
یونس107:10،نمل11:27،
حجر49:15،ممتحنہ7:60،
ال عمران129:3،
مائدہ98:8،فتح 14:48
127۔ زمر 53:39
128۔ بقرۃ222:2
129۔ ال عمران159:3
130۔ بقرہ195:2
131۔ ال عمران146:3
132۔ ال عمران159:3
133۔ بقرہ205:2
134۔ ال عمران140,57:3
شوریٰ40:42
ال عمران32:3
انعام141:6،اعراف31:7
نحل23:16
انفال58:8

Marfat.com

135۔ ال عمران3:114
136۔ عنکبوت29:64
137۔ ملک67:2
138۔ کہف18:7
139۔ مائدہ5:48
140۔ انبیا21:35،عنکبوت29:57
141۔ بقرہ2:155
142۔ شوریٰ40:20، انفال8:28
سبا34:37
143۔ ال عمران3:185،
انبیا21:35،
عنکبوت29:57
144۔ روم30:11، بروج85:13،
ق50:43، یونس10:56
145۔ سجدہ32:11،نحل16:32,51
146۔ انعام6:29،صفت37:16،
واقعہ56:47،
بنی اسرائیل17:51
147۔ رعد13:2 اور 50 سے
زیادہ حوالہ جات
148۔ یونس10:4
149۔ ال عمران3:191
150۔ ال عمران3:132-133
151۔ انشقاق84:6
152۔ حج22-55
153۔ یٰسین36:52
154۔[2] مومنون23:99-100
زمر39:68،
155۔ حج22:1، انشقاق84:1
تکبیر81:2-1، رحمٰن55:26
156۔ یٰسین36:53
157۔ فجر89:30-22
158۔ زمر39:70-69، قیامہ
75:14، کہف18:49
159۔ بقرہ2:112، ہود11:106
160۔ تحریم66:8
161۔ قیامہ75:22، رحمٰن55:41
162۔ واقعہ56:95-7
163۔ رعد13:28
164۔ فجر29:30-22
165۔ مسلم
166۔ مائدہ5:48
167۔ بقرہ2:177، مائدہ5:2
168۔ رعد13:22
169۔ بقرہ2:44
170۔ مسند احمد
171۔ ترمذی
172۔ شمس91:10,9
173۔ ال عمران3:134
174۔ ال عمران3:92
175۔ بقرہ2:276,274,262،
نسا4:38
176۔ بقرہ2:261,265
177۔ ال عمران3: 180
حدید 57:24
178۔ بنی اسرائیل 17 :34
179۔ ال عمران3:82
180۔ مائدہ 5: 1
181۔ بقرہ 2: 282
182۔ مائدہ 5: 8
183۔ حدید 57:25
184۔ رحمٰن 55:9-8
185۔ نسا 4 :135
186۔ انعام 6 :152
187۔ نحل 16:76
188۔ مائدہ 5 :42
189۔ مزل 73 :20
190۔ جمعہ 62 :10
191۔ البیقی اسیوطی
192۔ نحل16 :90
193۔ ال عمران3:134
194۔ توبہ9:119
195۔ زمر39:33
196۔ احزاب33:70
197۔ احزاب33:35
198۔ بقرہ2:177
199۔ ال عمران3:146
200۔ بقرہ2:157-153
201۔ احقاف46:13
202۔ بقرہ2:237
203۔ ال عمران3:135-133
204۔ ملک67:12
205۔ بقرہ2:196
206۔ اعراف7:201
207۔ اعراف7:27
208۔ حٰم سجدہ41:36
209۔ احزاب33:21

Marfat.com

210۔ بازگشت، خزینہ علم وادب
211۔ انعام 151:6، احقاف 15:46
بنی اسرائیل 23-24:17
212۔ روم 12:30
213۔ بقرہ 228:2
214۔ ترمذی، ابن ماجہ
215۔ نسا 19:4
216۔ احمد بن حنبل
217۔ حجرات 8-12:49
218۔ احزاب 70:33
219۔ احزاب 70:33، بقرہ 83:2
220۔ حم سجدہ 34-35:41
مومنون 96:23، قصص
54:28، شوریٰ 15:42
221۔ قصص 55:28 مومنوں 3:23
222۔ مسلم
223۔ بخاری
224۔ ال عمران 134:3 شوریٰ
43:42
225۔ بقرہ 34:2، نساء 3:4، 172
226۔ فلق 1-5:113
227۔ حجرات 12:49
228۔ مائدہ 32:5
229۔ نسا 93:4
230۔ بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد
231۔ طبرانی، جامع صغیر
232۔ نور 30:24
233۔ نور 31:24
234۔ اعراف 33:7 فرقان 68:25
235۔ بروج 10:85
236۔ نساء 29:4، بقرہ 188:2
بنی اسرائیل 35:17، ہود
85:11، شعراء 181-183:26،
رحمٰن 8-9:55،
مطففین 1-4:83
237۔ مائدہ 4:9
238۔ ابویعلی، ابن عساکر، روائف
حضرت عائشہؓ
239۔ امرابن حراتھ
240۔ سیرۃ النبی علامہ شبلی نعمانی
241۔ صف 4:61، صفت 1:37
242۔ ال عمران 103:3
243۔ ال عمران 105:3
حجرات 10:49
244۔ رسول اکرم ﷺ کی رواداری
ڈاکٹر حافظ محمد ثانی، فضلی سنز،
کراچی۔
245۔ انفال 10:8، حجرات 2:49
، توبہ 6:9
246۔ توبہ 11:9
247۔ بقرہ 218:2، انفال
72-75:8، توبہ 20:9
248۔ فرقان 52:25
249۔ عنکبوت 69:29، حج 10:22
250۔ بقرہ 190,216:2،
نساء 75:4
251۔ انفال 10:18، حجرات 2:49،
توبہ 6:9، نسا 13:4
252۔ بقرہ 118,154:2 انفال
24:8، توبہ 88-89,21:9
253۔ عنکبوت 1:29
254۔ ابوداؤد وترمذی
255۔ بقرہ 12:2 ال عمران 169:3
256۔ عنکبوت 6:29
257۔ ال عمران 159:3
258۔ مشکوٰۃ
259۔ عنکبوت 69:29
260۔ بقرہ 46:20، رعد 2:13
عنکبوت 5:29، حم سجدہ 54:41
261۔ فاتحہ 6-7:1، نساء 69:4
262۔ حجر 41:15
263۔ مزمل 19:73
264۔ قیامہ 16:75
265۔ مستدرک حاکم
266۔ نور 35:24
267۔ کشف نور، خلیفہ محمد سعید،
دالتحقیق، ونشر الومہار
268۔ مشکوٰۃ
269۔ بقرہ 152:2
270۔ نسا 103:4
271۔ مزمل 8:73
272۔ اعراف 205:7
273۔ بنی اسرائیل 79:17
274۔ شعرا 218:26
275۔ مزمل 6:73
276۔ نور 36:24،
واقعہ 96,74:56،

Marfat.com

حاقہ 52:69

277۔ مائدہ 35:5

278۔ انشقاق 6:84

279۔ احزاب 41-43:33

280۔ نساء 175:4

281۔ انعام 11:6

282۔ رعد 37:13، کہف 65:18،
انبیاء 79,74:21،
ص 20:38،
قصص 14:28، یوسف
86,76:68، بقرہ 120:2،
نساء 162:4، ال عمران 18:3

283۔ فرقان 44:25

284۔ شوریٰ 11:42، نجم 45:53
لیل 3:92، انعام 38:6،
نور 45:24
یس 71:36، یونس 101:10
آل عمران 191:3،
یوسف 105:12 نحل 79:16
ملک 19:67، انبیاء 30:21
اعراف 57:7، روم 48:30،
لقمان 19:31،
مومنون 96:23،
نور 58:24 شمس 11:91
نساء 29:4 بقرۃ 279,188:2،
سبا 2:34، یس 80:36،
36:36 واقعہ 72:56
انعام 96:6، یونس 5:10

285۔ جاثیہ 13:45

286۔ نحل 12:16

287۔ بقرہ 29:2، حم سجدہ 10:41،
اخرف 10:43

288۔ حدید 25:57

289۔ یٰسین 36:36، ال عمران 13:3

290۔ دی نیوز 25، جولائی 2004، 5
دسمبر 2005، اپریل 2006
ڈان، 16 جنوری 2005،
6 جنوری 2007

291۔ نور 35-38:24

292۔ نجم 39:53

293۔ رعد 11:13، انفال 47:51

294۔ انبیاء 30:12،
زاریات 47:51

295۔ انبیاء 33:21

296۔ مومنون 12-15:23

297۔ جاثیہ 24-26:45

298۔ نحل 14:16

299۔ نساء 83:4

300۔ ال عمران 7:4

301۔ توبہ 15:9

302۔ بقرہ 216:2

303۔ سائی

304۔ حج 40:22

305۔ نساء 75:4

306۔ بقرہ 121-3:2،
ال عمران 217:3

307۔ زاریات 8:51

308۔ بقرہ 256:2

309۔ زمر 41:98

310۔ نحل 125:16

311۔ غاشیہ 21-22:88

312۔ بقرہ 272:2

313۔ رعد 40:13

314۔ کافرون 6:109

315۔ حج 38-40:22

316۔ بقرہ 190-194:2

317۔ توبہ 123,44,36,4:9

318۔ انفال 39-40:8

319۔ نساء 75:4، انفال 72:8

320۔ نساء 90-91:4، انفال 161:8
توجہ 4:9

321۔ توبہ 5:9

322۔ توبہ 13:9

323۔ توبہ 36:9

324۔ محمد 4:47

325۔ انفال 60-61:8، نساء 90:4

326۔ ممتحنہ 8:60

327۔ توبہ 6:9

328۔ توبہ 38-39:9

329۔ انفال 60:8

330۔ نساء 71:4

331۔ صف 4:61

332۔ ال عمران 139:3

333۔ توبہ 39:9، صف 9:61

334۔ نساء 93-94:4

335۔ نساء 29:4، بقرہ 195:2

336۔ جذب بن عبداللہ

Marfat.com

موجودہ دَور میں مسلمان تفرقہ کی بنا پر گروہوں میں بٹ کر ایک دوسرے سے برسرِ پیکار ہیں۔ یہ تکلیف دہ صورتِ حال اسلام کے مقاصد کے سراسر منافی ہے۔ اس کی وجہ دین کی روح سے لاعلمی یا بے اعتنائی اور جہاد کی غلط توجیہات ہیں۔ لہٰذا آج کی اہم ضرورت دین کی اس روح کو سمجھنا ہے جو دنیا میں سب کی خیر خواہی، سلامتی، ترقی اور امن کی علمبردار ہے۔ اس کے پیشِ نظر ڈاکٹر فضل الرحمٰن یوسف فضلی کی تحریر "روحِ اسلام اور امن" عین بروقت ہے۔ اس کی اساس قرآن اور حدیث پر ہونے کی وجہ سے اختلافی اور فروعی مسائل سے پاک ہے اور اس میں ثابت کیا گیا ہے کہ جہاد سمیت اسلام کی تمام تر تعلیمات کا ایک بڑا مقصد امن کا حصول ہے۔ اندازِ بیاں سادہ اور پُر اثر ہے۔ یہ ہر اس شخص کو اور خاص طور پر نوجوان نسل کو پڑھنی چاہیے جو دین کی اصل حقیقت کا متلاشی ہے۔

میجر (ر) ذیشان فضلی

فاضل مصنف نے انتظامی سائنسز میں ایم اے اور 1967 میں فارمیسی میں انگلینڈ سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ پنجاب یونیورسٹی میں فارمیسی کے ایسوسی ایٹ پروفیسر رہے۔ 1972 سے 1998 تک حکومت پاکستان کی وزارتِ صحت میں اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے اور ادویات کی ریگولیشن سے متعلق قانون سازی، پالیسیوں اور انتظامی امور میں کلیدی کردار ادا کیا۔

وہ مختلف اوقات میں عالمی ادارہ صحت کے ٹیکنیکل کنسلٹنٹ، وقتی ایڈوائزر اور آٹھ سال تک جنیوا کی ایک ایکسپرٹ کمیٹی کے ممبر رہے۔ انہوں نے یونیڈو اور ڈبلیو۔ٹی۔او کیلئے بھی گاہے بگاہے اپنے شعبے کے ایکسپرٹ ممبر اور پاکستان کے مندوب کی حیثیت سے کام کیا۔ ان اداروں کی میٹنگز میں شمولیت کیلئے امریکہ، یورپ، افریقہ، مشرق وسطیٰ، شمالی ایشیا اور آسٹریلیا کے مختلف ممالک کا سفر کیا۔ انگلینڈ کی لینین سوسائٹی کے فیلو اور کئی ایک پیشہ وارانہ تنظیموں کے فعال ممبر بھی رہ چکے ہیں۔

وہ بہت سے تحقیقی پیپرز کے علاوہ دینی تحریروں کے مصنف بھی ہیں جن میں "روحِ نماز، قدرتی آفات اور دعوت فکر و عمل، آگاہی سے امن کا سفر اور مسائل مسلم اور امن" خصوصیت کی حامل ہیں۔

ہادی عبدالمنان

Marfat.com